دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی

شعور و آگہی

لاہور

جولائی تا ستمبر 2012ء / شعبان المعظم تا شوال المکرّم 1433ھ جلد نمبر 04 شمارہ نمبر 03 رجسٹرڈ نمبر S-370

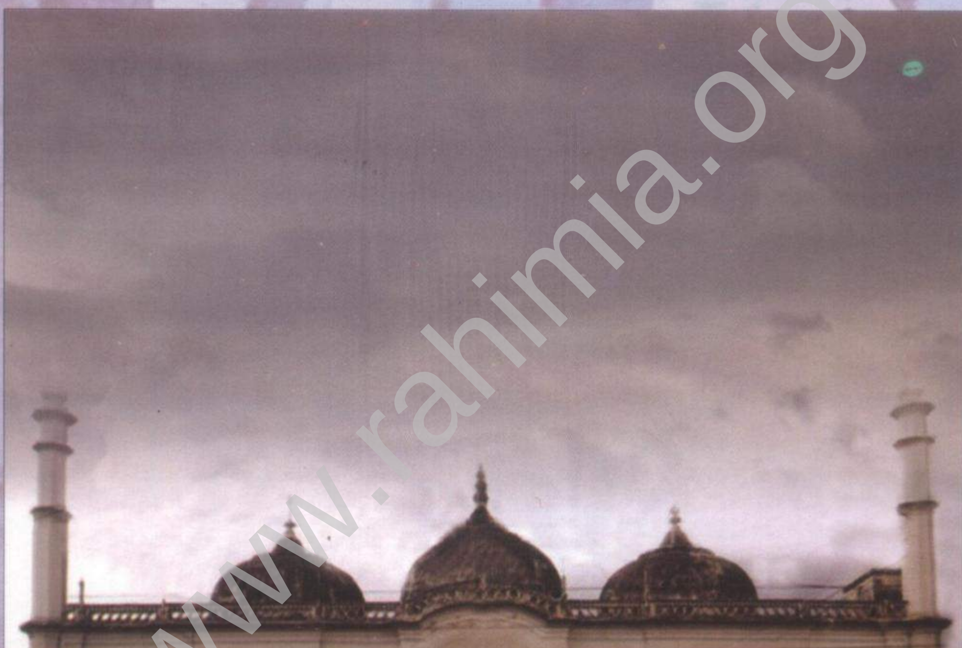

جامع مسجد رائے پور (انڈیا)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ

www.rahimia.org

خلافتِ نبوت کی حقیقت اور مفہوم

جب اللہ تعالیٰ افرادِ انسانیت میں علم و رُشد کو غالب کرنے اور مخلوق پر ہونے والے ظلم و ستم کو دور کرنے کا ارادہ پختہ کرلیں تو ارادۂ الٰہی کے سامنے کائنات کا یہ تمام عالم جھک جاتا ہے۔ یہاں اللہ کے ارادے کی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی۔

اس کے بعد اُس ارادۂ الٰہیہ کا ایک رنگ پیغمبر کی قوتِ عقلیہ اور اس کی قوتِ قلبیہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اُس کی اِن قوتوں میں اُس مقصد کے مناسب اعمال و افعال کے حوالے سے ہیجان اور اُبھار پیدا ہوتا ہے۔ پیغمبر اس ارادۂ الٰہی کے تابع ہوکر اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اس طرح ارادۂ الٰہی کے مقصد کو پیدا کرنے والے اسباب، ہر ممکن طریقے سے اپنی دخل اندازی شروع کردیتے ہیں۔

اس کے بعد وہ ارادۂ الٰہی پیغمبر کی ہمت، اس کی عزیمت، اس کی مداخلت اور اس کے سبب سے ایک دوسرے ایسے شخص کے نفس میں بروئے کار آتا ہے، جو اس کام کی استعداد رکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ سے وہ افعال پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

یہی ''خلافتِ نبوت'' کا معنی اور مفہوم ہے۔ قابلیت اور استعداد سے قطع نظر، یہ ایک فضیلت ہے۔

(''ربُّ العَالَمین'' کی ربوبیت اور نظامِ خلافت۔ ص:71-70)

www.rahimia.org

دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی، تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی
شعور و آگہی
لاہور

جولائی تا ستمبر 2012ء / شعبان المعظم تا شوال المکرم 1433ھ | جلد نمبر 04 شمارہ نمبر 03 | رجسٹرڈ نمبر S-370

زیر سرپرستی
حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن
مدیر اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

مشاورت

- مفتی عبدالمتین نعمانی — بورے والا
- مفتی عبدالقدیر — چشتیاں
- مفتی عبدالغنی قاسمی — لاہور
- مفتی محمد مختار حسن — نوشہرہ
- ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ معصومی — سکھر
- مولانا عبداللہ عابد سندھی — شکارپور
- مولانا محمد ناصر — جھنگ
- پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل — سعودی عرب
- پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمقیت شاکر علیمی کراچی
- پروفیسر ڈاکٹر ابرار محی الدین — بہاولپور
- پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر — اسلام آباد
- پروفیسر محمد سعید اختر — اسلام آباد
- پروفیسر قاضی محمد یوسف — حسن ابدال
- پروفیسر ڈاکٹر محمد جہانگیر — لاہور

قیمت فی شمارہ: 100 روپے | سالانہ زرِتعاون: 400 روپے

شعبہ مطبوعات
ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس A/33 کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
PH:0092-42-36307714 / 36369089 web: www.rahimia.org

www.rahimia.org

گلدستۂ مضامین

اداریہ: حرفِ اول — مدیر اعلیٰ — 03

مطالعہ تاریخِ حدیث

ہندوستان میں علم حدیث کا ارتقا اور اس کے تجدیدی پہلو (1)
"مواقف المسترشدین" میں "مؤقف فی الحدیث" کا اردو ترجمہ
تحریر و تصنیف: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد — 05

معارف و حقائق

"ربُّ العَالَمین" کی ربوبیت اور نظامِ خلافت
(ربوبیت کی حقیقت، اقسام اور خلافت کی ماہیت اور اثرات)
تحریر: حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد — 58

تربیت و تزکیہ

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور
(مختصر تعارُف، تسلسل، خصوصیات اور معمولات)
تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد — 81

www.rahimia.org

إداریہ

حرفِ اول

برعظیم پاک و ہند، اسلام کی روشن کرنوں سے پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں ہی روشناس ہوگیا تھا۔ پھر محمد بن قاسمؒ کی آمد (92ھ/711ء) سے اس کی ضوفشانی کے بہت سے دائرے وسعت اختیار کرگئے۔ اس طرح اس خطے میں سیاسی عدل، امن وامان اور معاشی خوش حالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ سلطان محمود غزنویؒ کے دورِ حکومت کے آغاز (390ھ/ 1001ء) سے اسلام کی حکومت کا ایک تسلسل قائم ہوا اور پھر تقریباً 800 سال تک اس خطے کی سیاسی، معاشی، سماجی تہذیب اور تشکیل میں اسلام نے ایک جان دار کردار ادا کیا۔ یوں شریعت، طریقت اور سیاست کے میدانوں میں دینِ اسلام کی ضوفشانی نے اس خطے کو ترقی اور عروج کے بلند مقام پر پہنچا دیا۔

ہندوستان کی سماجی اقدار کے تعین میں دینِ اسلام کی نبوی تعلیمات کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ مسلمان جہاں بھی گئے، انھوں نے علومِ نبوت کی روشن کرنوں سے ایسا ماحول پیدا کیا، جس نے انسانیت دوست اقدار کے فروغ کے لیے بڑا کردار ادا کیا۔ علومِ نبوت کی اساسیات، قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ ہیں۔ علم حدیث نے سوسائٹی کی سماجی اقدار پر براہِ راست اثر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور کی فرسودہ سماجی اقدار اور سیاسی، معاشی اور عمرانی نظام کو بدلنے کے لیے اقوال و افعال اور سیرت و کردار کا جو نمونہ پیش کیا، احادیثِ نبویہ انھیں اقوال و اعمال کا مجموعہ ہے۔

علم حدیث نے سوسائٹی کی تشکیل کی نئی سماجی قدروں کی تخلیق اور عملی نظام قائم کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ سوسائٹی کی ہمہ جہتی تبدیلی اور اس میں ہمہ گیر انقلاب پیدا کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے پاکیزہ اَخلاق، انسانی مسائل حل کرنے کے لیے سیاسی و معاشی احکامات، خدا پرستی کے سچے طریقے، عبادات کے عمدہ اور جامع انداز و اسلوب نے انسانی معاشرے کو براہِ راست متأثر کیا ہے۔ انھی اقدار سے جماعتیں وجود میں آئیں۔ ان سے معاشروں میں سوشل طاقت پیدا ہوئی۔ سیاسی حکومتوں کی صورت گری ہوئی۔ معاشی نظام تشکیل پذیر ہوئے اور اس طرح انسانی معاشرے انقلاب کے مراحل طے کرتے ہوئے اپنے سماجی سفر کو مزید آگے بڑھاتے رہے۔

برعظیم پاک و ہند میں احادیثِ نبویہ سے مستفیض ہونے والی جماعتوں کے ذریعے سے علمِ حدیث کی شمعیں ابتدائی دور میں ہی روشن ہوچکی تھیں۔ چناں چہ ہندوستان، اس علم کے حامل وسطی ایشیائی علاقوں کے مسلمان معاشروں کے اثرات سے براہِ راست متأثر ہو چکا تھا۔ البتہ باقاعدہ طور پر علم حدیث کی تعلیمات کا فروغ بعد کے ادوار میں ہوا۔ تاہم مجموعی طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکوٰۃِ نبوت سے پھوٹنے والے علم حدیث نے

www.rahmia.org

ہندوستان کی سرزمین پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ اور آج تک اس کا تسلسل جاری ہے۔

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے جب اپنی شاہ کار کتاب ''التمهيد لتعريف ائمّة التجديد'' میں برعظیم ہندوستان کی تاریخ کے اہم ادوار کا تحقیقی جائزہ پیش کیا اور یہاں کے ائمہ انقلاب کی سنہری تاریخ مرتب کی تو انھوں نے اپنی اس کتاب کے ایک اہم مقالے ''مواقف المسترشدين'' میں برعظیم ہندوستان میں علومِ قرآنیہ کے ارتقا و تطور کا بھی ایک جائزہ پیش کیا ہے۔ اس مقالے میں جہاں برعظیم ہندوستان میں علم فقہ کے اثرات کا جامع جائزہ ''مؤقف في الفقه'' کے عنوان سے لیا گیا ہے، وہاں حضرت سندھیؒ نے علم حدیث کے ارتقا و تطور کے جائزے پر مشتمل ''مؤقف في الحديث'' بھی تحریر فرمایا۔

اس شمارے کا پہلا مقالہ اس کتاب کے ''مؤقف في الحديث'' کے اردو ترجمے پر مشتمل ہے۔ جسے ہم ''ہندوستان میں علم حدیث کا ارتقا اور اس کے تجدیدی پہلو'' کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں۔ اس مقالے میں مولانا سندھیؒ نے ہندوستان میں علم حدیث کے فروغ کی تاریخ اور تفہیم حدیث کے مختلف طریقہ ہائے کار کا جامع جائزہ پیش کیا ہے۔ خاص طور پر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم و افکار کا جائزہ لے کر اس معاشرے میں علم حدیث کی جامع تفہیم کے مجددانہ طریقے کی اہمیت واضح کی ہے۔ اس شمارے میں پہلے باب کے نصف اول کا اردو ترجمہ، تحقیق و تخریج اور مفید اضافوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

اس شمارے کا دوسرا مقالہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ایک اہم کتاب ''التفهيمات الإلٰهيه'' کی ایک جامع تفہیم کے ترجمہ و تحقیق پر مشتمل ہے۔ جس میں انھوں نے اللہ رب العالمین کی ربوبیتِ الٰہیہ کی حقیقت، انسانی سوسائٹی کو درست خطوط پر رکھنے کے لیے ربوبیت کے تکوینی اور تشریعی نظام، انبیا علیہم السلام کی ذواتِ قدسیہ کی اثر آفرینی، ان کے نائبین اور خلفا کی خصوصیات اور جدوجہد کا بڑا مربوط انداز میں تحلیل و تجزیہ پیش کیا ہے۔ یہ تفہیم اس حوالے سے خاص طور پر اہمیت کی حامل ہے کہ آج جب کہ اس بدلتے ہوئے عصرِ جدید میں، کائنات کے تکوینی نظام کے سبب نئے سائنسی انکشافات سامنے آنے پر، قدامت پسند اور جدت پسند حلقوں کی جانب سے جو انتہا پسندی اور رجعت پسندی پر مبنی خیالات سامنے آتے ہیں، یہ تفہیم ایسے تمام منفی خیالات کی کمزوری واضح کرتی ہے۔ اسی طرح اس تفہیم سے تشریعی نظام کی اساس پر عدل و انصاف کے اصولوں کی روشنی میں سائنسی ترقیات کو انسانی سوسائٹی کے مفاد میں استعمال کرنے کی اہمیت بھی واضح ہوجاتی ہے۔ اس طرح تکوینی اور تشریعی نظاموں کی یکساں اہمیت پر مبنی ایک معتدل سوچ اور جامع نظریۂ فکر و عمل اور اس کی فلاسفی بڑے مربوط انداز میں سامنے آجاتی ہے۔

اس شمارے کا تیسرا مقالہ برعظیم پاک و ہند کے سماج کو متأثر کرنے والے ایک اہم دینی سلسلے ''سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور'' کے تعارف، اس کے طریقۂ تربیت و تزکیے کے مقرر کردہ معمولات اور ان کی اہمیت کے حوالے سے ہے۔ اس مقالے میں گزشتہ سوا سو سال میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے کردار کا تعارف کرایا گیا ہے۔ (مدیرِ اعلیٰ)

www.rahimia.org

مطالعہ تاریخِ حدیث

ہندوستان میں علم حدیث کا ارتقا اور اس کے تجدیدی پہلو

(ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت اور اس کے پھیلاؤ کی تاریخ)

''مواقف المسترشدین'' میں ''مؤقف فی الحدیث'' کا اردو ترجمہ

تصنیف و تالیف: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد

(1)

(امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کتاب ''التمہید لتعریف ائمۃ التجدید'' کا چوتھا مقالہ ''مواقف المسترشدین'' کے عنوان سے ہے۔ اس مقالے میں انھوں نے ہزارۂ دوم کے مجددین، خاص طور پر ولی اللّٰہی جماعت کے اُس تجدیدی کام کا تعارف کرایا ہے، جو ان حضرات نے علم حدیث، علم فقہ اور فنِ تطبیق الآرا کے حوالے سے کیا ہے۔ یہ مقالہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تک علمائے ربانیین کے ایسے علوم و اَفکار کے تجدیدی پہلوؤں کی وضاحت کرتا ہے، جن کا تعلق حدیث، فقہ اور فقہا و محدثین کی اختلافی آرا کے درمیان تطبیق سے ہے۔ یوں اس مقالے میں ان تینوں علوم و فنون سے متعلق ولی اللّٰہی سلسلے کے ان حضرات علمائے ربانیین کا تجدیدی مؤقف بڑی جامعیت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

''مواقف المسترشدین'' کے عنوان سے اس مقالے کے تین حصے ہیں:

[1] پہلا حصہ ''مؤقف فی الفقہ'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں فقہ و اجتہاد کا مفہوم اور حقیقت، فقہی مذاہبِ اربعہ کی ضرورت و اہمیت اور ہندوستان میں فقہی تحقیقات کے مختلف سلسلوں اور ان کے محققانہ تجدیدی نکات کی نشان دہی کی ہے۔ خاص طور پر ولی اللّٰہی تحقیقات کے تجدیدی پہلو اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے فقہی مؤقف کا بہت عمدہ تعارف کرایا گیا ہے۔ نیز فقہی حوالے سے مسائلِ دینیہ حل کرنے کے لیے علما کے درمیان مشاورت کی اہمیت اور فقہی عقل و بصیرت اور شعور کی بنیاد پر محققانہ فقہی مؤقف اپنانے کی ضرورت واضح کی ہے۔

[2] دوسرا حصہ ''مؤقف فی الحدیث'' کے عنوان سے ہے۔ اس مقالے میں کل چھ ابواب اور ان کے

''**ذیل**'' لکھے گئے ہیں۔ پہلے باب کی آٹھ فصلوں میں ہندوستان کی تاریخ کے مختلف ادوار، ان میں علم حدیث کے پھیلاؤ کے حوالے سے خدمات سرانجام دینے والے محدثین کا تعارف کرایا گیا ہے۔ چناں چہ اس باب میں ہندوستان کے دوسرے تاریخی دور سے لے کر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تک محدثین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جب کہ دوسرے باب میں آٹھویں دور کے اہم ائمہ حدیث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے طریقۂ تفہیم حدیث کا تعارف اور ان کی امتیازی خصوصیات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ پھر ان دونوں طریقہ ہائے تفہیم حدیث کا باہمی موازنہ پیش کرتے ہوئے ان کی امتیازی خصوصیات کی وضاحت کی ہے۔

اس مقالے کے تیسرے باب سے لے کر چھٹے باب تک حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے محققانہ طریقۂ فہم حدیث کے بنیادی نکات اور اس حوالے سے ان کے متعین کردہ ''**الجادّۃ القویمہ**'' کی تحقیق اور اس کا تحلیل و تجزیہ پیش کیا ہے۔ اس طریقۂ تفہیم حدیث کے متعین نکات کی تشریح، تعیین اور تائید کے لیے ان ابواب کے چند ''**ذیل**'' ہیں، جن میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت الامام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی اصل عبارات پیش کی ہیں۔

اس طرح اس مقالے میں ان تینوں حضرات مجددین کے طریقہ ہائے تفہیم حدیث ــــ طریقۂ حقانیہ، طریقۂ مجددیہ اور طریقۂ ولی اللّٰہیہ ــــ کے بنیادی نکات کا تعین اور ان کا تحلیل و تجزیہ بہت جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

[3] تیسرا حصہ ''**مؤقف فی التطبیق**'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں ولی اللّٰہی سلسلے کے علما کے دریافت کردہ نئے علم ''**فنّ تطبیق الآرا**'' کی تعریف، اصول، مقاصد بیان کیے ہیں اور مختلف علوم و فنون میں علما و محققین کے مختلف اقوال، خاص طور پر فقہی آرا کے درمیان تطبیق کے قوانین وضوابط اور اس علم کے بنیادی اصولوں اور عملی اطلاقات کی نشان دہی کی ہے۔

ذیل میں ہم ''**مواقف المسترشدین**'' کے دوسرے حصے یعنی ''**مؤقف فی الحدیث**'' کا اردو ترجمہ، تحقیق و اضافوں کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ یہ اس مقالے کی پہلی قسط ہے، اس میں پہلے باب ''ہندوستان میں علم حدیث کے پھیلاؤ کی تاریخ'' کی فصل (1) یعنی دوسرے دور (92ھ/711ء تا 193ھ/809ء) تا فصل (3) یعنی ساتویں دور (855ھ/نومبر 1451ء تا 987ھ/1579ء) کے علما و محدثین کا تذکرہ ہے۔ ان فصلوں میں حضرت سندھیؒ نے ہر دور سے متعلق چند محدثین کا تعارف پیش کیا ہے۔ ہم نے ہر فصل کے بعد ایک ''**ذیل**'' کا اضافہ کیا ہے، جس میں اس فصل سے متعلق اس دور کے دیگر ایسے محدثین کا تذکرہ کیا ہے، جن کے حالات ہمیں دستیاب ہوسکے۔ ہر ذیل کے شروع میں ہم نے ''اضافہ از مترجم'' اور قوسین کے ذریعے سے اس کی نشان دہی کردی ہے۔ مترجم)

www.rahimia.org

مؤقف فی الحدیث

مِن ''مواقف المسترشدین''

(''التمهید'' کا چوتھا مقالہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و سلام علٰی عبادہِ الّذین اصطفٰی، أمّا بعد!

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور درود وسلام ہو اللہ کے ایسے بندوں پر، جنھیں اُس نے منتخب کیا ہے۔

اس کے بعد یہ ''**مواقف المسترشدین**'' کے تیسرے مؤقف (**مؤقف فی الحدیث**) کے چند (ابواب اور) فصلیں ہیں۔ جن میں:

(بابِ اول) ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت اور پھیلاؤ کی تاریخ

(بابِ دوم) (حضرت) شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ کے طریقۂ (فہم حدیث) کے متعین نکات

(بابِ سوم تا ششم) حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے طریقۂ (فہم حدیث) کے متعین (تین) اجزا اور ان کے بیان کردہ ''**الجادّة القویمه**'' کی تحقیق اور اس کا تحلیل و تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

و اللّٰہ المُوفّق و الهادی۔ (اللہ ہی توفیق اور ہدایت دینے والا ہے)

باب (1): ہندوستان میں علم حدیث کے پھیلاؤ کی تاریخ

(ہندوستان میں اسلام کی تاریخ کے بارہ ادوار)

ہندوستان میں اسلام کی تاریخ کو ہم نے بارہ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

{مترجم عرض کرتا ہے کہ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی قدس سرہٗ ''**سبیل الرّشاد**'' کے مقدمے میں ہندوستان میں اسلام کی تاریخ کے بارہ ادوار متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خلافتِ عربیہ'' سے لے کر ''ہندوستانی ملتوں کے قیام'' تک (ہندوستان کی) تاریخ کے پانچ

انقلابی اور تاریخی مراحل ہیں:

1۔ ہندوستان کے کچھ علاقے کا ''خلافتِ عربیہ'' میں شامل ہونے کا عرصہ، ہندوستان میں اسلام کی آمد کے حوالے سے پہلا انقلابی تاریخی مرحلہ ہے۔

2۔ ''خلافتِ عربیہ'' کے زمانے میں غیر عرب اقوام کی ہندوستان پر حکومت کا عرصہ دوسرا تاریخی مرحلہ ہے۔

3۔ ''خلافتِ عربیہ'' کے زمانے میں ہندوستانی اقوام کی ہندوستان پر حکومت کا عرصہ تیسرا تاریخی مرحلہ ہے۔

4۔ ہندوستان میں مستقل ہندوستانی حکومت کا قیام چوتھا تاریخی مرحلہ ہے۔

5۔ (مرہٹوں، انگریزوں اور مسلمانوں پر مشتمل) ہندوستانی ملتوں کا قیام پانچواں تاریخی مرحلہ ہے۔

پہلا مرحلہ؛ خلافتِ اسلامیہ عربیہ میں ہندوستان کے کچھ حصے کی شرکت

❁ پہلے تاریخی مرحلے میں دو ادوار ہیں:

1۔ پہلے دور کا آغاز کابل کی فتح (31ھ/652ء) سے ہوتا ہے۔ اور یہ (اسلام کی آمد کے حوالے سے) ہندوستان کے شہروں میں پہلا شہر ہے۔ 31ھ (652ء) سے شروع ہو کر 35ھ (مئی 656ء) میں حضرت عثمانؓ کی شہادت تک کا دور، ہندوستان میں تاریخ اسلام کا پہلا دور ہے۔ اس طرح ہندوستان میں ''خیر القُرون'' (بہترین زمانہ) کا عرصہ چار سال تک رہا۔

2۔ ولید بن عبدالملک (اموی) کے زمانۂ خلافت (85ھ/704ء تا 96ھ/ 715ء) میں امیر محمد بن قاسم ثقفیؒ سے شروع ہو کر قریش کے بارہ خلفا (1) میں سے آخری خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے آخری زمانۂ خلافت، یعنی 92ھ (711ء) سے 193ھ (809ء) تک کا زمانہ دوسرا دور ہے۔

دوسرا مرحلہ؛ خلافتِ عربیہ میں ہندوستان کے کچھ حصے پر غیر عربی اقوام کی حکومت

❁ دوسرے مرحلے یعنی ''خلافتِ عربیہ میں ہندوستان کے کچھ حصے پر غیر عربی اقوام کی حکومت'' میں ہندوستانی تاریخ کا تیسرا دور ہے:

3۔ تیسرا دور (غیر عربی اقوام کی ہندوستان پر حکومت کا دور) مامون (الرشید عباسی) کے زمانے سے لے کر سلطان محمود غزنوی کی جدوجہدِ جہاد کے نتیجے میں لاہور میں حکومت قائم ہونے تک کا زمانہ، یعنی 193ھ (809ء) سے 412ھ (1021ء) تک تیسرا دور ہے۔

تیسرا مرحلہ؛ خلافتِ عربیہ میں ہندوستانی اقوام کی ہندوستان پر حکومت

❁ تیسرے مرحلے، یعنی ''خلافتِ عربیہ میں ہندوستانی اقوام کی ہندوستان پر حکومت'' میں دو ادوار ہیں:

4۔ چوتھا دور: (خلافت کے ماتحت ہندوستانی اقوام کی سلطنت کا دور) سلطان محمود غزنوی کے زمانے

www.rahimia.org

(یعنی لاہور میں حکومت کے قیام) سے لے کر سلطان خسرو شاہ بن بہرام شاہ غزنوی کے زمانے میں ''سلطنت'' (لاہور) کی بنیاد قائم ہونے تک کا زمانہ، یعنی 412ھ (1021ء) تا 547ھ (1152ء) چوتھا دور ہے۔

5۔ پانچواں دور (خلافت کے ماتحت سلطنت اسلامیہ کا دور) لاہور میں سلطنت قائم ہونے سے لے کر سلطان فیروز شاہ (تغلق) دہلوی کے زمانے میں ''سلطنتِ اسلامیہ'' کی تکمیل تک یعنی 547ھ (1152ء) تا 790ھ (ستمبر 1388ء) پانچواں دور ہے۔

چوتھا مرحلہ؛ ہندوستان میں مستقل ہندوستانی سلطنت کا قیام

❁ چوتھے مرحلے یعنی ''ہندوستان میں مستقل ہندوستانی سلطنت کا قیام'' میں چار ادوار ہیں:

6۔ چھٹا دور (خود مختار ہندوستانی سلطنت کے دور کا آغاز): سلطان فیروز شاہ (تغلق) کی سلطنت میں فتنے اور انتشار کے آخری زمانے سے لے کر سلطان بہلول لودھی کے زمانے میں ''وَطنِیّت'' کی بنیاد پر حکومت قائم ہونے تک کا زمانہ، یعنی 790ھ (ستمبر 1388ء) تا 855ھ (نومبر 1451ء) چھٹا دور ہے۔

7۔ ساتواں دور (خود مختار وطنی سلطنت اور حکومت کا دور): سلطان بہلول لودھی کے زمانے میں ''وَطنِیّت'' کی بنیاد پر حکومت قائم ہونے سے لے کر (مغل بادشاہ) سلطان جلال الدین محمد اکبر کے زمانے میں ''وطنی سلطنت'' کی تکمیل تک کا زمانہ، یعنی 855ھ (نومبر 1451ء) تا 987ھ (1579ء) ساتواں دور ہے۔

8۔ آٹھواں دور (ہندوستان کی وطنی سلطنت کا دورِ عروج): سلطان جلال الدین محمد اکبر کے زمانے میں ''وطنیت'' کے انتہائی عروج سے لے کر سلطان نور الدین جہاں گیر کے آخری زمانے میں اُس کے اعتدال پر آنے تک کا زمانہ، یعنی 987ھ (1579ء) تا 1036ھ (1627ء) آٹھواں دور ہے۔

9۔ نوواں دور (قومی سلطنت میں دین اسلام کی تجدید و تکمیل کا دور): صاحبقرانِ ثانی سلطان شہاب الدین شاہ جہاں کے زمانے میں دین اسلام کی تجدید اور سلطان محی الدین عالم گیر کے زمانے میں اُس تجدید کی تکمیل کا دور یعنی 1036ھ (1627ء) سے لے کر 1118ھ (1707ء) تک کا زمانہ نوواں دور ہے۔ یہ دور ہندوستان میں اسلام کے ادوار میں سب سے بہترین اور مثالی دور ہے۔

پانچواں مرحلہ؛ صابیوں (مرہٹوں، انگریزوں) اور مسلمانوں پر مشتمل ہندوستانی ملتوں کا قیام

❁ پانچویں مرحلے، یعنی ''صابیوں (مرہٹوں، انگریزوں) اور مسلمانوں پر مشتمل ہندوستانی ملتوں کا

قیام'' میں تین دور ہیں:

10۔ دسواں دور (انگریزوں، مرہٹوں اور مسلمانوں کی کشمکش کا دور): سلطان محی الدین عالم گیر کے آخری زمانے سے لے کر سلطان عالم گیر ثانی کے آخری زمانے میں پانی پت کے میدانِ جنگ میں مسلمانوں کی ہندو مرہٹہ جماعت پر فتح تک کا زمانہ، یعنی 1118ھ (1707ء) تا 1174ھ (1761ء) دسواں دور ہے۔

11۔ گیارہواں دور (انگریزوں اور مسلمانوں کی کشمکش کا دور): پانی پت کی جنگ سے لے کر ہندوستانیوں کی انگریز سامراج کے خلاف جنگ اور خاتم السلاطین سراج الدین بہادر شاہ ظفر کے آخری زمانے میں انگریزوں کے ہندوستان کی سلطنت کے مرکز دہلی پر تسلط تک کا زمانہ، یعنی 1174ھ (1761ء) تا 1274ھ (1857ء) گیارہواں دور ہے۔

12۔ بارہواں دور (انگریز سامراج کی غلامی کا دور): دہلی پر انگریزوں کے غلبے سے لے کر خلافتِ عثمانیہ کے ختم ہونے تک کا زمانہ، یعنی 1274ھ (1857ء) تا 1340ھ (1922ء) بارہواں دور ہے۔''(2)}

(شروع کے ادوار میں علم حدیث کے پھیلاؤ کی صورتِ حال)

پانچویں دور (547ھ/ 1152ء تا 790ھ/ستمبر 1388ء) تک اسلامی سلطنت، ہندوستان کے مرکزی حصے میں مکمل طور پر قائم نہیں ہوئی تھی۔ جہاں تک ہندوستانی اقوام میں علم حدیث کی اشاعت کا تعلق ہے، وہ ساتویں دور (855ھ/ نومبر 1451ء تا 987ھ/ 1579ء) میں کہیں جا کر ہوئی۔ اس سے پہلے کے ادوار میں بعض اہل علم ہندوستان آتے رہے اور ان سے چند افراد نے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر اُن میں سے جن حضرات نے اس علم وفن میں کمال حاصل کیا، وہ بھی حرمین شریفین، بغداد اور مصر کی جانب ہجرت کرتے رہے۔

{ہندوستان سے حرمین شریفین جانے والے محدثین میں شیخ ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنیؒ اور شیخ محمد بن ابراہیم دیبلی مکیؒ ہیں۔ بغداد جانے والے محدثین میں شیخ ابوعبدالملک محمد بن نجیح ابومعشر بن عبدالرحمٰن سندھیؒ، ان کے دونوں صاحب زادے شیخ حسین بن محمدؒ اور شیخ داؤد بن محمدؒ، اور شیخ خلف بن محمد موازینی دیبلیؒ ہیں۔ اور مصر جانے والے محدثین میں شیخ شعیب بن محمد دیبلی مصریؒ ہیں۔ ان کا تذکرہ ہم متعلقہ ادوار میں کریں گے۔ مترجم}

فصل (1): دوسرے دور (92ھ/ 711ء تا 193ھ/ 809ء) کے محدثین

1۔ حضرت ربیع بن صبیح بصریؒ

دوسرے دور میں ہندوستان کے علمائے حدیث میں قابل ذکر افراد میں سے حضرت ربیع بن صبیح بصریؒ ہیں۔

www.rahimia.org

(علامہ غلام علی) آزاد بلگرامیؒ ''سُبحة المرجان'' میں لکھتے ہیں:

''مولانا ابوحفص ربیع بن صبیح سعدی بصریؒ: آپؒ تبع تابعین میں سے ہیں۔ اور محدثین میں سے اعلیٰ شخصیات میں شامل ہیں۔ آپؒ انتہائی صادق، عبادت گزار اور مجاہد تھے۔ آپؒ نے اسلام میں سب سے پہلے تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ آپؒ نے حضرت حسن بصریؒ اور عطا (بن رباحؒ) سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے روایت کرنے والوں میں سفیان ثوریؒ، وکیع (بن جراحؒ) اور ابن ہمدانیؒ ہیں۔ ''المغنی'' کے مصنف (شیخ محمد طاہر پٹنیؒ) فرماتے ہیں: ''آپؒ کا انتقال 160ھ (جون 777ء) میں سرزمین سندھ میں ہوا۔'' اسی لیے میں نے بطورِ تبرک، ان کا تذکرہ ہندوستان کے علما میں کیا ہے۔'' اِنتہیٰ (3)

میں (عبیداللہ سندھیؒ) کہتا ہوں کہ: یہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہٗ کے مشائخ میں سے ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؒ سمندر میں کسی جزیرے میں دفن ہوئے۔ **و اللّٰہ اعلم**

{ذیل فصل (1)۔ اضافہ از مترجم

مترجم عرض کرتا ہے کہ دوسرے دور کے علماءِ محدثین میں درجِ ذیل حضرات بھی ہیں:

2۔ اسرائیل بن موسیٰ، ابوموسیٰ بصریؒ

اس دوسرے دور میں ہندستان آنے والے محدثین میں حضرت اسرائیل بن موسیٰ بصریؒ بھی ہیں۔ چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''تھذیب التّھذیب'' میں لکھتے ہیں:

''اسرائیل بن موسیٰ، ابوموسیٰ، بصریؒ ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ آپؒ نے جن مشائخ سے احادیث روایت کی ہیں، ان میں حسن بصریؒ، ابوحازم اشجعیؒ، محمد بن سیرینؒ، وہب ابن منبہؒ ہیں۔ آپؒ سے احادیث روایت کرنے والوں میں سفیان ثوریؒ، (سفیان) ابن عیینہؒ، حسین بن علی جعفیؒ، یحییٰ (بن سعید) القطانؒ ہیں۔ ابن معینؒ اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ: ''یہ ثقہ ہیں۔'' ابوحاتمؒ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ: ''ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔'' (امام) نسائیؒ کہتے ہیں کہ: ''ان میں کوئی حرج نہیں۔'' میں (حافظ ابن حجر) کہتا ہوں کہ: ابن حبانؒ نے ان کا تذکرہ ثقہ راویوں میں کیا ہے اور انھوں نے لکھا ہے کہ: ''یہ سفر کر کے ہندوستان چلے گئے تھے۔'' اِنتہیٰ (4)

مولانا عبدالحئی حسنیؒ نے لکھا ہے کہ:

''یہ تبع تابعین میں سے ہیں اور ان سے ''صحیح بخاری'' میں ایک حدیث ہے، جسے امام بخاریؒ نے چار مقامات پر روایت کیا ہے۔ محدثین کے چھٹے طبقے میں ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔ امام سمعانیؒ نے ''الأنساب'' میں لکھا ہے کہ: ''ابوموسیٰ اسرائیل بن ابی موسیٰ ہندی بصریؒ، ہندوستان تشریف لے

گئے تھے، اِسی لیے اس کی طرف ہی ان کی نسبت کی جاتی ہے۔'' (5)

3۔ ابومعشر نُجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنیؒ

اس دوسرے دور میں ہندوستان سے مدینہ منورہ جا کر رہنے والے محدثین میں ابومعشر نُجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی فقیہ، محدث، صاحب المغازیؒ ہیں۔ امام ذہبیؒ ''تذکرۃُ الحُفّاظ'' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپؒ علوم کے محافظین میں سے تھے۔ آپؒ نے حضرت ابواُمامہ بن سہلؓ کی زیارت کی ہے۔ آپؒ نے محمد بن کعب قرظیؒ، موسیٰ بن یسارؒ، نافع بن منکدرؒ اور محمد بن قیسؒ سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے روایت کرنے والوں میں آپؒ کے بیٹے محمد (بن نجیحؒ)، عبدالرزاقؒ، ابونُعیمؒ، محمد بن بکارؒ، منصور بن ابومزاحمؒ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ: ''آپؒ علمِ مغازی میں بڑی بصیرت رکھتے تھے اور روایات میں سچے تھے۔'' ابونعیم اصفہانیؒ کہتے ہیں کہ: ''ابومعشرؒ سندھی تھے، البتہ اُن کی زبان میں لکنت تھی۔'' امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ: ''امام نسائیؒ نے ان سے روایت لی ہے، البتہ ''صحیح مسلم'' اور ''صحیح بخاری'' میں ان سے کوئی روایت نہیں لی گئی۔ ان کا انتقال رمضان 170ھ (787ء) میں ہوا۔'' (6)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی ''تھذیب التھذیب'' میں ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ (7)

مولانا عبدالحئ حسنیؒ نے ''نزھۃ الخواطر'' میں لکھا ہے کہ:

''ان کی نمازِ جنازہ ہارون الرشید نے اُس وقت پڑھائی، جس سال وہ خلیفہ بنا۔ اور ان کو بغداد میں بڑے مقبرے میں دفن کیا گیا۔'' (8)

تیسرے دور (193ھ/809ء تا 412ھ/1021ء) کے محدثین

مترجم عرض کرتا ہے کہ تیسرے دور کے علمائے محدثین درجِ ذیل ہیں:

1۔ ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلی مکیؒ

تیسرے دور میں ہندوستان سے مکہ مکرمہ جا کر رہنے والے محدثین میں ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلیؒ ہیں۔ مولانا عبدالحئ حسنیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''علامہ سمعانیؒ نے ''الأنساب'' میں لکھا ہے کہ: ''ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلیؒ نے ابوعبداللہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومیؒ سے ''کتاب التّفسیر'' اور ابن مبارکؒ کی ''کتابُ البرّ و الصّلۃ'' خود مصنف کی روایت سے بیان کی ہے۔'' اور علامہ حمویؒ نے ''معجم البلدان'' میں ''دیبلی'' کے بارے میں لکھا ہے کہ ''راویانِ حدیث کی ایک بڑی تعداد اس مقام (دیبل) کی جانب نسبت رکھتی ہے۔ انھی راویوں میں

ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلیؒ بھی ہیں۔ یہ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھے۔'' ''شذرات الذّھب'' میں امام ذہبیؒ نے 322ھ (934ء) میں وفات پانے والی شخصیات میں لکھا ہے کہ اسی سال محدثِ مکہ شیخ ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلیؒ کی بھی وفات ہوئی۔ ''دیبلی'' سندھ کے نزدیک مقام ''دیبل'' کی طرف نسبت ہے۔ ان کی وفات ماہِ جمادی الاولیٰ میں ہوئی۔ انھیں محمد بن زنبورؒ اور دیگر بہت سے محدثین سے روایتِ حدیث حاصل ہے۔ اسی طرح امام ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحُفّاظ'' میں بھی حافظ ابن حباب قرطبیؒ متوفی 322ھ (934ء) کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ''اسی سال ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلی مکیؒ کی وفات ہوئی۔'' (9)

2۔ شیخ ابوعبدالملک محمد بن نجیح ابومعشر بن عبدالرحمٰن سندھی بغدادیؒ

تیسرے دور کے وہ محدثین جو ہندوستان سے بغداد تشریف لے گئے، ان میں شیخ ابوعبدالملک محمد بن نجیح ابومعشر بن عبدالرحمٰن سندھیؒ بھی ہیں۔ ان کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے ''تھذیب التھذیب'' میں ذکر کیا ہے کہ:

''انھوں نے ابن ابی ذئب، اپنے والد شیخ نجیح بن عبدالرحمٰن سندھیؒ، نصر بن منصور عنزیؒ اور ابونوح انصاریؒ سے روایت کیا ہے۔ اور ان سے روایت کرنے والوں میں امام ترمذیؒ اور ان (محمد بن نجیح) کے دونوں بیٹے حسین اور داؤد، ابوحاتم رازی، ابویحییٰ موصلی اور ابن جریر طبریؒ وغیرہ ہیں۔ ان کا انتقال 247ھ (861ء) میں ہوا۔ جب کہ ان کی عمر ننانوے سال اور آٹھ دن تھی۔ (10)

3۔ شیخ حسین بن محمد بن ابومعشر نجیح سندھی بغدادیؒ

تیسرے دور میں ہندوستان سے بغداد جانے والے مشائخ علم حدیث میں شیخ محمد بن نُجیح ابومعشرؒ کے صاحبزادے حسین بن محمد بن ابومعشر نجیح سندھی بغدادیؒ بھی ہیں۔ ''تاریخِ بغداد'' میں خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ:

''ابوبکر حسین بن محمد ابومعشر نجیح سندھیؒ نے اپنے والد (شیخ محمد بن ابومعشرؒ)، محمد بن ربیعہؒ اور امام وکیع بن جراحؒ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اور ان سے راویت کرنے والوں میں محمد بن احمد حکیمیؒ، اسماعیل بن محمد صفارؒ، علی بن اسحاق مادرائیؒ اور ابوعمر ابن السماکؒ ہیں۔ ان کا انتقال 09/رجب 275ھ (17/نومبر 888ء) بروز پیر کو ہوا۔'' (11)

4۔ شیخ داؤد بن محمد بن ابومعشر سندھی بغدادیؒ

تیسرے دور میں ہندوستان سے بغداد جانے والے مشائخ علم حدیث میں شیخ داؤد بن محمد بن ابومعشر سندھی بغدادیؒ بھی ہیں۔ ان کے بارے میں خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ:

www.rahimia.org

''ابوسلیمان داؤد بن محمد بن ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰنؒ نے اپنے والد سے بروایتِ ابومعشر ''کتاب المغازی'' روایت کی ہے۔ اور ان سے روایت کرنے والوں میں شیخ احمد بن کامل قاضیؒ ہیں۔ اور یہ امام وکیع بن جراح کے شاگرد حسین بن محمدؒ کے بھائی ہیں۔'' (12)

5۔ شیخ ابومحمد عبداللہ منصوری، سندھی، قاریؒ

تیسرے دور کے محدثین میں شیخ ابومحمد عبداللہ منصوری، سندھی، قاریؒ بھی ہیں۔

مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ ابومحمد عبداللہ منصوری، (سندھی)، قاریؒ۔ آپؒ سیاہ رنگ کے تھے۔ آپؒ نے حسن بن مکرمؒ اور ان کے ہم عصر مشائخ سے روایت کیا ہے۔ آپؒ سے روایت کرنے والوں میں امام حاکمؒ بھی ہیں، جیسا کہ امام سمعانیؒ نے ''الأنساب'' میں ذکر کیا ہے۔'' (13)

6۔ شیخ علی بن موسیٰ دیبلی سندھیؒ

تیسرے دور کے محدثین میں شیخ علی بن موسیٰ دیبلی سندھیؒ بھی ہیں۔

مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ علی بن موسیٰ دیبلی (سندھیؒ)۔ عالم، محدث۔ آپؒ سے روایت کرنے والوں میں شیخ خلف بن محمد موازینی دیبلیؒ ہیں۔ جیسا کہ (علامہ سمعانیؒ نے) ''الأنساب'' میں لکھا ہے۔'' (14)

7۔ شیخ خلف بن محمد موازینی دیبلی بغدادیؒ

تیسرے دور میں ہندوستان سے بغداد جانے والے مشائخ میں شیخ خلف بن محمد موازینی دیبلیؒ بھی ہیں۔ وہ ''دیبل'' سندھ سے بغداد منتقل ہوئے۔ انھوں نے دیبل میں مشائخ محدثین سے علومِ حدیث حاصل کیے تھے۔

خطیب بغدادیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''خلف بن محمد موازینی دیبلیؒ (سندھ) سے بغداد آئے اور وہاں شیخ علی بن موسیٰ دیبلیؒ سے روایت کردہ احادیث بیان کیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوالحسن بن الجندیؒ ہیں۔''

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ: ''ہم سے روایت کی ابوالنصر احمد بن محمد بن احمد بن عمر وتارؒ نے، وہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں خبر دی احمد بن عمرانؒ نے، وہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں خبر دی خلف بن محمد موازینی دیبلیؒ نے، جو ہمارے دوست ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: ہم سے علی بن موسیٰ دیبلیؒ نے دیبل میں روایت کی۔ إلیٰ آخر الحدیث۔'' (15)

اسی طرح امام سمعانیؒ نے بھی ''کتـــاب الأنســـاب'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ قاضی اطہر مبارک پوریؒ

"الأنساب" کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ:

''خلف بن محمد دیبلیؒ چوتھی صدی ہجری سے تعلق رکھتے ہیں۔ خطیب بغدادیؒ اور علامہ سمعانیؒ کی تحریروں سے اندازا ہوتا ہے کہ محدثین سندھ میں روایت حدیث کا سلسلہ چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوا ہے۔'' (16)

ان کا تذکرہ مولانا عبدالحئیؒ حسنیؒ نے بھی "نُزھة الخواطر" میں کیا ہے۔ (17)

8۔ شیخ شعیب بن محمد دیبلی مصریؒ

تیسرے دور میں ہندوستان سے مصر جانے والے مشائخ حدیث میں شیخ شعیب بن محمد دیبلی مصریؒ بھی ہیں۔ مولانا عبدالحئیؒ حسنیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''علامہ سمعانیؒ نے "کتاب الأنساب" میں لکھا ہے کہ: ''ابوالقاسم شعیب بن محمد بن احمد بن سعید بن بزیغ بن سوار دیبلیؒ (معروف بہ ''ابن قطعان دیبلی'') مصر آئے اور وہاں درسِ حدیث دیا۔ ابوسعید بن یونسؒ نے بتایا کہ میں نے شعیب بن محمد دیبلیؒ سے احادیث لکھی ہیں۔'' (18)

چوتھے دور (412ھ/1021ء تا 547ھ/ 1152ء) کے محدثین

مترجم عرض کرتا ہے کہ چوتھے دور کے علمائے محدثین میں درجِ ذیل حضرات ہیں:

1۔ شیخ اسماعیل محدث لاہوریؒ

چوتھے دور کے محدثین میں شیخ اسماعیل محدث لاہوریؒ ہیں۔ انھوں نے لاہور میں علمِ تفسیر و حدیث کا آغاز کیا اور ہزاروں لوگوں کو علومِ نبویہ سے سیراب کیا۔ مولانا رحمٰن علیؒ نے ''تذکرہ علمائے ہند'' میں محدث شیخ اسماعیل لاہوریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''از عظمائے محدثین و مفسرین بود۔ اُو اول کسے است کہ علم حدیث و تفسیر بہ لاہور آوردہ۔ و ہزارہا مردم در مجلس وعظِ وئے مشرف باسلام مے شدند۔ در سالِ چہار صد و چہل و ہشت ہجری بہ لاہور درگزشت۔'' (شیخ اسماعیل لاہوریؒ بڑے محدثین اور مفسرین میں سے تھے۔ وہ پہلے آدمی ہیں، جو علم حدیث اور تفسیر کو لاہور لائے۔ اُن کی مجلس وعظ میں ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ ان کا انتقال لاہور میں 448ھ (1056ء) میں ہوا۔) (19)}

2۔ شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی، سندھیؒ

چوتھے دور کے محدثین میں شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی، سندھیؒ بھی ہیں۔

www.rahimia.org

مولانا عبدالحیؒ حسنیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی، سندھیؒ، عالم، محدث۔ ان کا تذکرہ علامہ سمعانیؒ نے ''الأنساب'' میں کیا ہے۔ حمویؒ نے ''مُعجَم البُلدان'' میں کیا ہے۔ امام سمعانیؒ کہتے ہیں کہ انھوں نے موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی صائغ کبیرؒ وغیرہ سے روایت کی ہے۔'' (20)

دوسرے، تیسرے، چوتھے دور کے علما محدثین کا تذکرہ مکمل ہوا۔ مترجم}

فصل (2): پانچویں دور (547ھ/ 1152ء تا 790ھ/ ستمبر 1388ء) کے محدثین

1۔ علامہ حسن بن محمد صغانی لاہوریؒ

پانچویں دور کے قابل ذکر افراد میں علامہ حسن بن (بن حسن بن حیدر بن علی عدوی عمریؒ) محمد صغانی (لاہوریؒ) ہیں۔ (علامہ غلام علی) آزاد بلگرامیؒ (''سُبحة المرجان'' میں) لکھتے ہیں:

''مولانا حسن صغانی لاہوریؒ (577ھ/1181ء تا 650ھ/ 1252ء): آپؒ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے بزرگوں میں سے ایک صاحب ''صغان'' سے لاہور تشریف لائے تھے اور اسی شہر کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ علامہ (محمود بن سلیمان المشہور) کفویؒ ''أعلام الأخیار (من فقهاء مذهب النعمان المختار)'' میں لکھتے ہیں: ''حسن بن محمد بن حسن بن حیدر صغانیؒ حضرت عمرؓ بن خطاب کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ آپؒ اصل میں لاہوری تھے۔ (علم حدیث میں) آپؒ کی مشہور کتاب ''مشارق الأنوار'' اور ''شرح البخاری'' ہے۔ آپؒ کا انتقال بغداد میں 650ھ (1252ء) میں ہوا۔'' إنتهیٰ (21)

(امام حافظ) عبدالقادر قرشیؒ ''الجواهر المُضیّه'' میں لکھتے ہیں؛

''حسن بن محمد بن حسن بن حیدر (بن علی) ابوالفضائل قرشی، عدوی، عمری، امام، حنفی، صغانی، لاہوری، بغدادیؒ: آپؒ بڑے متقی، فقیہ، محدث اور لغوی تھے۔ آپؒ ''رضی (الدین)'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ ''لوہر'' (لاہور) ہندوستان کے شہروں میں ایک بڑا شہر ہے۔ اس کو ''لہاور'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس شہر میں آپؒ کی پیدائش جمعرات کے دن، 10/صفر 577ھ (1181ء) میں ہوئی۔ آپؒ کی پرورش غزنی میں ہوئی۔ 615ھ (1218ء) میں آپؒ بغداد تشریف لائے اور وہاں 650ھ (1252ء) میں آپؒ کا انتقال ہوا۔ آپؒ نے مکہ مکرمہ، عدن اور ہندوستان کے علما سے احادیث کی سماعت کی۔ علم حدیث میں آپؒ کی تصنیفات میں ''مشارق الأنوار النبویّه''، ''مِصباحُ الدُّجیٰ''، ''الشّمس المُنیره''، ''شرحُ البُخاری'' ایک جلد میں، ''دُرَرُ السّحابه فی وفیات الصّحابہؓ''، ''مختصر الوفیات''

www.rahmia.org

اور ''کتاب الضّعفاء'' ہیں۔ آپؒ بہت بڑے عالم اور صالح تھے۔'' إنتھٰی (22)

میں (عبیداللہ سندھی) کہتا ہوں کہ: سلسلۂ طریقت کے بڑے ائمہ، جیسا کہ شیخ الاسلام شیخ فریدالدین اجودھنیؒ، سلطان المشائخ شیخ نظام الدین دہلویؒ اور بڑے فقہائے ہند کی حدیث اور فقہ میں اسانید، امام علامہ حسن لاہوریؒ تک پہنچتی ہیں۔ (23) آپؒ نے فقہ کی تعلیم ''ھدایہ'' کے مصنف کے بیٹے شیخ عمر مرغینانیؒ کے واسطے سے حاصل کی تھی۔ آپؒ ہندوستان میں پہلے ''شیخ الہند'' ہیں۔

{مترجم عرض کرتا ہے کہ مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ ''نزھة الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

شیخ، امام کبیر، رضی الدین، ابوالفضائل، حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی عدوی، عمری صغانیؒ:

آپؒ کی پیدائش جمعرات کے دن 10/صفر 577ھ (1181ء) میں ملک خسرو ملک بن خسرو شاہ غزنوی کے زمانۂ حکومت میں لاہور میں ہوئی۔ آپؒ نے تمام تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر قطب الدین ایبک نے آپؒ کو لاہور کے منصبِ قضا کی پیش کش کی، لیکن آپؒ نے اُسے قبول نہیں کیا اور غزنہ تشریف لے گئے اور وہاں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پھر عراق آئے اور وہاں کے علما سے علوم حاصل کیے۔ بہت سے علما نے آپؒ کو اجازت عطا فرمائی۔ پھر مکۃ المکرّمہ تشریف لے گئے اور وہاں حج ادا کیا۔ اور ایک مدت تک وہاں قیام فرما رہے۔ حدیث کا سماع وہیں کیا۔ اور پھر عدن شہر میں بھی حدیث پڑھی۔ پھر 615ھ (1218ء) میں عباسی خلیفہ ناصر لدین اللہ کے زمانے میں بغداد واپس تشریف لائے۔ خلیفہ نے 617ھ (1220ء) میں انھیں ایک خط دے کر ہندوستان میں سلطان شمس الدین اَلتمش کے پاس بھیجا۔ سات سال آپؒ لاہور میں قیام فرما رہے۔ پھر 624ھ (1227ء) میں دوبارہ ہندوستان سے حرمین شریفین پہنچے۔ حج ادا کیا اور یمن چلے گئے۔ پھر بغداد آئے۔ پھر دوبارہ مستنصر باللہ عباسی کے نمائندے بن کر ہندوستان میں ملکہ ہند سلطانہ رضیہ بنت اَلتمش کے پاس آئے۔ یہاں 12 سال قیام فرما رہے۔ پھر 637ھ (1239ء) میں واپس بغداد تشریف لے گئے اور 650ھ (1252ء) میں ان کا انتقال ہوا اور انھیں حریم ظاہری میں اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ پھر ان کی وصیت کے مطابق ان کا جسم مبارک مکہ منتقل کیا گیا۔ اور جو لوگ آپؒ کا تابوت مکہ لے گئے اور اُنھیں دفن کیا، آپؒ کی وصیت کے مطابق انھیں 50 دینار دیے گئے۔ علم حدیث میں آپؒ کی تصنیفات میں ''مشارق الأنوار النبویّہ فی صِحاح الأخبار المُصطفویّہ''، ''مِصباح الدُّجٰی فی حدیث المُصطفٰی''، ''شرح علٰی صحیح البخاری'' اور ''دُرَرُ السّحابہ فی وفیاۃ الصّحابہؓ'' ہیں۔ جب کہ لغت اور فرائض وغیرہ میں بھی ان کی کتابیں ہیں۔ (24)}

www.rahimia.org

2۔ حافظ نجم الدین سعید بن عبداللہ ہندیؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں حافظ نجم الدین سعید بن عبداللہ ہندیؒ بھی ہیں۔ حافظ ابوالمحاسن (شمس الدین، محمد بن علی بن حسن) حسینی (دمشقیؒ) "طبقات الحُفّاظ الدھلی" (ذیل تذکرۃ الحُفّاظ للذّھبی) کے تحت لکھتے ہیں:

''الحافظ، المفید، الرحال، نجم الدین، ابوالخیر سعید بن عبداللہ ہندی، جلالی، مولِہم بغدادی، ثم دمشقی، حنبلیؒ: (آپؒ بغداد میں پیدا ہوئے اور حدیث کی تعلیم شروع کی۔ پھر دمشق آئے اور) آپؒ نے امام جزریؒ اور مزیؒ اور دیگر علما و مشائخ سے احادیث کی سماعت کی۔ (آپؒ نے مصر، حلب، حمات، القدس وغیرہ کے مشائخ سے احادیث جمع کیں۔ آپؒ کو راویوں کے حالات، ان کی پیدائش اور وفیات کے بارے میں بہت عمدہ معرفت حاصل تھی۔) آپؒ حدیث کے معانی کے بڑے عارف تھے اور ''فقہ الحدیث'' پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ (امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ: ''تاریخ اور کثرتِ مشائخ اور اجزاءِ احادیث سے متعلق ان کی ہمت اور کام بہت عمدہ ہے۔) آپؒ انتہائی ذہین، صحیح الذہن اور علم اسماء الرجال کی بڑی پہچان رکھنے والے ''حافظ الحدیث'' تھے۔ آپؒ کا انتقال 749ھ (1348ء) میں ہوا۔ مزیؒ نے سروجیؒ کے واسطے سے آپؒ سے بھی روایت کی ہے۔'' إنتھیٰ (25)

(علامہ جلال الدین) سیوطیؒ "ذیل الطّبقات" (ذیل تذکرۃ الحُفّاظ للذّھبی) میں لکھتے ہیں:

''نجم الدین الدہلی، ابوالخیر، سعید بن عبداللہ حریری (جلالیؒ): (شیخ) صلاح صفدیؒ (اپنی ''تاریخ'' میں) لکھتے ہیں کہ: (حافظ، امام، عالم: آپؒ نے بغداد میں پرورش پائی اور علم کے حصول کے لیے مصر کا سفر کیا۔ پھر دمشق میں قیام پذیر رہے۔ آپؒ احادیث پر عمل کرنے کا بہت زیادہ شوق تھے۔) اس زمانے میں شام میں علم فرائض اور علم اسماء الرجال میں ان جیسا کوئی آدمی نہیں ہے۔ آپؒ امام ذہبیؒ کے بعد شام کے ''حافظ (الحدیث)'' ہیں۔ (آپؒ کی پیدائش 712ھ/ 1312ء میں ہوئی) آپؒ کا انتقال ذی قعدہ 749ھ (1348ء) میں طاعون کی وجہ سے ہوا۔'' إنتھیٰ (26)

علامہ (زاہد) کوثریؒ ("ذیل تذکرۃ الحفاظ للحسینی" کے حاشیے میں) لکھتے ہیں:

''دِہلی'' دال کی زیر کے ساتھ ہے۔ یہ ہندوستان کے شہر دہلی کی طرف نسبت ہے۔ قیاس کے مطابق تو ایسا ہی ہونا چاہیے، لیکن شہر دہلی کی طرف نسبت کے حوالے سے واؤ کے ساتھ ''دہلوی'' کی نسبت زیادہ مشہور ہے۔'' (حافظ ابن حجرؒ نے "الدُّرَرُ الکامِنہ" (27) میں لکھا ہے کہ: ''دہلی دال کی زیر اور ہاء کے سکون کے ساتھ ہے۔) إنتھیٰ (28)

www.rahimia.org

3۔ حافظ قطب الدین (حیدر بن علی بن ابوبکر) دہقلیؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں سے حافظ قطب الدین دہقلیؒ بھی ہیں۔ حافظ ابوالمحاسن (شمس الدین، محمد بن علی بن حسن) حسینی (دمشقی) ''ذیل الطبقات'' (ذیل تذکرۃ الحُفّاظ للذّهبی) کے تحت لکھتے ہیں:

''امام، حافظ، مفید، متقن، قطب الدین ابو محمد حیدر بن شیخ امام زین الدین علی بن ابوبکر (بن عمر) دہقلی، شیرازیؒ: (آپؒ ہمارے پاس (دمشق میں) 745ھ (1344ء) میں آئے تھے۔) آپؒ نے ہمارے مشائخ سے مصر، دمشق اور اسکندریہ میں احادیث کی سماعت کی۔ (آپؒ ہمیشہ روزہ رکھنے والے، عبادت گزار، متقی اور پرہیزگار آدمی تھے۔ اور علما کی سیرت اختیار کیے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے ان کے سن پیدائش کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''714ھ (1314ء)''۔ پھر وہ اپنے شہر ''دہلی'' چلے گئے۔ 751ھ (1350ء) میں پھر ہمارے پاس آئے تھے۔ آپؒ کو علوم پر بڑی گہری بصیرت حاصل تھی۔ آپؒ نے اپنے عمدہ خط سے ''تهذيب الكمال''، اصولِ سنن حدیث کے اطراف اور امام نوویؒ کی شرح مسلم وغیرہ اور بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔) آپؒ کو علم معانی اور بیان میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپؒ (شہر ''سميساطية'' میں ''تفسير) كشاف'' کا درس دیا کرتے تھے۔ ہم نے آپؒ سے احادیث کی سماعت کی ہے۔ آپؒ کی مجلس میں بڑے بڑے علما اور ماہر ادیب حاضر ہوا کرتے تھے۔'' إنتهٰی (29)

علامہ (زاہد) کوثریؒ (''ذيل طبقات الحُفّاظ لِلحُسينى'' کے حاشیے میں) لکھتے ہیں:

''انھوں نے اصحابِ فن سے علوم وفنون حاصل کیے۔ پھر ہندوستان میں قیام پذیر ہوئے۔ آپؒ کا انتقال 785ھ (1383ء) میں پانی میں غرق ہونے کی وجہ سے ہوا۔ جیسا کہ اس کا تذکرہ علامہ ابن عماد حنبلیؒ نے ''شذرات الذّهب (فى أخبار من ذهب)'' میں کیا ہے۔ (حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: ''یہ ہمارے شیخ عبدالرحمٰن کے والدِ گرامی ہیں۔'' ان عبدالرحمٰن کے حالات علامہ سخاویؒ نے اپنی کتاب ''الضَّوءُ اللامع'' میں بیان کیے ہیں۔)'' إنتهٰی (30)

{ ذیل فصل (2) (اضافہ از مترجم)

مترجم عرض کرتا ہے کہ پانچویں دور کے محدثین میں درجِ ذیل حضرات بھی ہیں:

4۔ شیخ علی بن عمر بن حکیم لاہوریؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں شیخ ابوالحسن علی بن عمر بن حکیم لاہوریؒ بھی ہیں۔

ان کے بارے میں مولانا سید عبدالحئی بن فخر الدین حسنیؒ ''نُزهةُ الخُوَاطِر'' میں لکھتے ہیں کہ:

''شیخ ابوالحسن علی بن عمر بن حکیم لاہوریؒ عالم، محدث ہیں۔ آپؒ بڑے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ آپؒ کا حافظہ بہت قوی تھا، آپؒ عمدہ محاورات استعمال کرتے تھے۔ انھوں نے شیخ حافظ ابوعلی مظفر بن الیاس بن سعید سعیدی سے روایات سنی ہیں۔ علامہ سمعانی نے ''الأنساب'' میں لکھا ہے کہ: ''میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی، سمرقند میں اُن سے، ہمارے سامنے روایت کرنے والے مشائخ میں شیخ ابوالفضل محمد بن ناصر سلامیٰ، حافظ بغدادی اور ابوالفتوح شیخ عبدالصمد بن عبدالرحمٰن اشعثی لاہوریؒ ہیں۔ آپؒ کا انتقال 529ھ (1135ء) میں ہوا۔'' (31)

5۔ شیخ عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوریؒ

پانچویں دور کے مشائخ محدثین میں سے شیخ عبدالصمد بن عبدالرحمٰن اشعثی لاہوریؒ بھی ہیں۔
ان کے بارے میں مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ لکھتے ہیں:

''شیخ ابوالفتوح عبدالصمد بن عبدالرحمٰن اشعثی، لاہوری، عالم، محدث: انھوں نے شیخ ابوالحسن علی بن عمر بن حکیم لاہوریؒ وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان سے علامہ سمعانیؒ نے سمرقند میں احادیث روایت کی ہیں۔ اس کا تذکرہ خود انھوں نے اپنی کتاب ''الأنساب'' میں کیا ہے۔'' (32)

6۔ شیخ عمرو بن سعید لاہوریؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں شیخ عمرو بن سعید لاہوریؒ فقیہ محدث بھی ہیں۔
مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ عمرو بن سعید لاہوری فقیہ محدث: ان کا تذکرہ علامہ حمویؒ نے ''مُعجم البُلدان'' میں کیا ہے۔ انھوں نے آپؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''ان سے احادیث کی روایت کرنے والوں میں حافظ ابوموسیٰ مدینی، محمد بن ابوبکر اصفہانیؒ متوفی 581ھ (1185ء) ہیں۔'' (33)

8۔ شیخ محمد بن احمد ماریکلی دہلویؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں شیخ، عالم کبیر، محدث، محمد بن احمد بن محمد ماریکلیؒ ہیں۔ آپؒ شیخ علامہ حسن بن محمد صغانیؒ کے شاگرد ہیں اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔
مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ، عالم کبیر، محدث، امام، کمال الدین، محمد بن احمد بن محمد ماریکلی، زاہد، دہلویؒ: آپؒ علم فقہ اور حدیث کے مشہور علما میں سے ایک تھے۔ آپؒ نے فقہ اور حدیث کی تعلیم شیخ برہان الدین محمود بلخیؒ سے حاصل کی۔ جب کہ انھوں نے ''ھدایہ'' کے مصنف شیخ برہان الدین مرغینانیؒ سے حاصل کی تھی۔ آپؒ

www.rahimia.org

نے علم حدیث کی تعلیم ''مشارق الأنوار'' کے مصنف شیخ حسن بن محمد صغانی لاہوریؒ سے حاصل کی۔ شیخ کمال الدینؒ مذکور کو ''آثار النیّرین فی أخبار الصّحیحین'' کے مصنف سے بھی اجازت حاصل تھی اور انھوں نے شیخ حسن بن محمد (صغانی لاہوریؒ) سے تعلیم حاصل کی تھی۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ مجاہد نظام الدین محمد بدایونیؒ ہیں۔ آپؒ نے اُن سے ''مشـــارق الأنوار'' پڑھی اور اُن سے حفظ کیا۔

آپؒ بڑے عالم، فاضل، محقق، متقی اور زاہد پرہیز گار شخص تھے۔ علم حدیث اور علم فقہ میں متبحر عالم تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے آپؒ کو اپنی نمازوں کی امامت کے لیے مقرر کرنا چاہا تو آپؒ نے انکار کردیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ: ''میرے اعمالِ صالحہ میں سوائے نماز کے اور کوئی عمل باقی نہیں رہا، اور سلطان اسے بھی خراب کرنا چاہتا ہے۔'' جیسا کہ ''سیر الأولیاء'' (34) میں لکھا ہے۔ میں نے بعض مجموعوں میں دیکھا ہے کہ آپؒ کی وفات شہر دہلی میں 684ھ (1285ء) میں ہوئی۔'' (35)

9۔ شیخ محمود بن ابوالخیر بلخیؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں شیخ، امام، عالم، محدث، برہان الدین محمود بن ابوالخیر اسعد بلخیؒ ہیں۔

آپؒ کے بارے میں مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ لکھتے ہیں کہ:

''شیخ، امام، عالم، محدث، برہان الدین محمود بن ابوالخیر اسعد بلخیؒ ذہانت و فطانت میں بہت مشہور تھے۔ آپؒ کے زمانے میں علم نحو، لغت، فقہ اور علم حدیث کا بڑا عالم اور کوئی نہیں تھا۔ آپؒ کو حکمت کے علوم پر بڑا عبور حاصل تھا۔ آپؒ نے ''هـدایـه'' کے مصنف شیخ برہان الدین مرغینانیؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور علم حدیث کی تعلیم ''مشـــارق الأنوار'' کے مصنف شیخ حسن بن محمد بن حیدر صغانیؒ سے حاصل کی۔ آپؒ ہندوستان تشریف لائے تو آپؒ کو بادشاہوں اور اُمرا نے گھیر لیا۔ سلطان غیاث الدین بلبن ہر ہفتے جمعے کی نماز کے بعد آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ایک زمانے تک آپؒ کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا۔ آپؒ بہت عمدہ شاعر بھی تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ: ''میں اپنے والد کے ساتھ بچپن میں سفر میں تھا، اُس وقت میری عمر سات سال کے قریب تھی۔ میں اثنائے راہ مصنف ''هـدایه'' علامہ برہان الدین مرغینانیؒ کی خدمت میں پہنچا تو علامہ نے میری طرف دیکھا اور بہت اچھی طرح متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ: ''عن قریب یہ بچہ علوم میں بڑی اونچی شان کا حامل ہوگا۔'' میں نے آپؒ کی صحبت اختیار کی۔ پھر فرمایا کہ: ''عن قریب یہ بچہ ایسا بارُعب مرد ہوگا کہ اس کی خدمت میں بادشاہ اور اُمرا حاضر ہوا کریں گے۔'' جیسا کہ ''فـوائـد الفؤاد'' (36) میں لکھا ہے۔ آپؒ کا انتقال 687ھ (1288ء) میں ہوا اور آپؒ کو دارالحکومت دہلی میں حوضِ شمسی کے قریب دفن کیا گیا۔ جیسا کہ ''خـزیـنة الأصفیاء'' (37) میں

تحریر ہے۔'' (38)

10۔ شیخ عبدالعزیز اَردبیلیؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں شیخ، عالم، فقیہ، محدث عبدالعزیز اَردبیلیؒ ہیں۔ ان کے بارے میں مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ مشہور سیاح محمد بن بطوطہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''شیخ، عالم، فقیہ، محدث عبدالعزیز اَردبیلیؒ علم فقہ اور علم حدیث میں مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے دمشق میں شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ حرانیؒ، شیخ برہان الدین ابن برکحؒ، شیخ جمال الدین مزیؒ، امام شمس الدین ذہبیؒ وغیرہ علما سے علوم حاصل کیے۔ پھر آپؒ ہندوستان تشریف لائے اور سلطان محمد شاہ تغلق کا قرب حاصل کیا۔ انھوں نے آپؒ کا بڑا اعزاز و اکرام کیا۔

آپؒ سے شہر دہلی میں (مشہور سیاح) محمد بن بطوطہ مغربیؒ نے بھی ملاقات کی ہے۔ اس نے اپنی کتاب (رِحلة ابنِ بطوطه) میں لکھا ہے کہ: ''ایک دن شیخ (عبدالعزیز اردبیلیؒ)، سلطان (تغلق) کے سامنے حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ اور ان کے صاحب زادے (عبداللہ ابن عباسؓ) کے مناقب میں وارد ہونے والی احادیث سنا رہے تھے۔ اور ان حضرات کی اولاد میں خلفائے عباسیہ کے فضائل اور حالات بیان کر رہے تھے۔ سلطان نے بنوعباس کے ساتھ محبت کی وجہ سے ان باتوں کو بہت پسند کیا اور ان کے دونوں قدموں کو بوسہ دیا۔ اور حکم دیا کہ سونے کی طشتری میں ایک ہزار تنکہ (اشرفی) لائی جائیں اور انھیں آپؒ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا: ''یہ طشتری سمیت آپ کے ہیں۔'' اِنتھٰی (39)

11۔ شیخ محمود بن یوسف کرّانی ہندیؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں شیخ، عالم، محدث، نصیرالدین، محمود بن یوسف بن علی کرّانی، ہندی، حنفیؒ بھی ہیں۔ آپؒ کے بارے میں مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ لکھتے ہیں:

''شیخ، عالم، محدث، نصیرالدین، محمود بن یوسف بن علی کرّانی، ہندی، حنفیؒ: آپؒ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں شیخ رضی طبریؒ سے ''صحیح ابنِ حبّان'' پڑھی اور اس کی اجازت حاصل کی۔ شیخ زین طبریؒ، جمال مطریؒ، شیخ خلیل مالکیؒ سے احادیث کا سماع کیا۔ آپؒ سے احادیث پڑھنے والوں میں شیخ ابن سکّر ہیں، جنھوں نے آپؒ سے ''صحیح ابن حبان'' پڑھ کر رجب 752ھ (1351ء) میں اجازت حاصل کی۔ آپؒ مکہ مکرمہ سے ہندوستان تشریف لائے اور یہیں آپؒ کا انتقال ہوا۔ آپؒ کا تذکرہ علامہ فاسیؒ نے ''العِقد الثمین'' میں کیا ہے۔ جیسا کہ ''طرب الأماثل'' (40) میں لکھا ہے۔'' (41)

www.rahimia.org

12۔ شیخ، عالم، محدث محمد بن محمد بن سعید صغانیؒ

پانچویں دور کے مشائخ میں شیخ، عالم، محدث محمد بن محمد بن سعید صغانیؒ بھی ہیں۔ ان کے بارے میں مولانا سید عبدالحئیؒ حسنیؒ لکھتے ہیں کہ:

''شیخ، علامہ، عالم، محدث، ضیاء الدین، محمد بن محمد بن سعید بن عمر بن علی صغانی، ہندی، حنفیؒ: ان کا سلسلۂ نسب اسی طرح ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر موجود ہے۔ اس میں اس بات کا بھی تذکرہ ہے کہ انھوں نے شیخ جمال الدین مطریؒ سے ''صحیح بخاری'' پڑھی، اور انھوں نے شیخ ابوالیمین ابن عساکرؒ سے "صحیح بخاری"، "صحیح مسلم" اور "جامع ترمذی" وغیرہ پڑھی تھیں۔ شیخ قطب ابن مکرمؒ سے ''موطا'' پڑھی اور اُن سے خرقہ خلافت بھی حاصل کی۔ انھوں نے یہ علوم 740ھ (1339ء) کے عشرے میں پڑھے۔ آپؒ نے قاہرہ وغیرہ میں بھی مشائخ سے احادیث کا سماع کیا۔ آپؒ مدینہ منورہ میں بھی دو سال درس و تدریس اور افتا کا کام کرتے رہے۔ پھر امیر مدینہ اور ان کے درمیان کچھ اختلاف ہوگیا۔ تو پھر آپؒ مکہ مکرمہ تشریف لے آئے اور وہاں امیر مکہ نے فقہ حنفی کی تعلیم و تدریس کی ذمہ داری آپؒ کے سپرد کی۔ شوال 763ھ (1362ء) میں آپؒ نے یہ ذمہ داریاں سنبھالیں۔ آپؒ کا انتقال 80 سال سے زائد عمر کے بعد جمعہ کے دن 05/ذی الحج 780ھ (1379ء) میں ہوا۔ جیسا کہ "طرب الأماثل" (42) میں ہے۔'' (43)

چھٹے دور (709ھ/ 1388ء تا 855ھ/ 1451ء) کے محدثین

چھٹے دور کے علما و محدثین میں درج حضرات ہیں:

1۔ شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلویؒ

چھٹے دور کے علما و محدثین میں شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلویؒ بھی ہیں۔ ''نُزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، امام، عالم کبیر، علامہ، فقیہ، زاہد، بلند مقامات کے حامل، محمد بن یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن حسین بن محمد بن علی بن حمزہ بن داؤد بن ابوالحسن زید جندی، امام ابوالفتوح، صدر الدین محمد دہلویؒ، ثم گلبر گویؒ۔ آپؒ کا سلسلۂ نسب حضرت امام یحییٰ بن حسین بن امام زید شہیدؒ تک پہنچتا ہے۔ آپؒ کی پیدائش 04/رجب 721ھ (یکم اگست 1321ء) میں دارالحکومت دہلی میں ہوئی۔ آپؒ چار سال کی عمر کے تھے کہ اپنے والدین کے ہمراہ دولت آباد کا سفر کیا اور وہاں اپنے والد اور دادا سے ایک مدت تک علوم حاصل کرتے رہے۔ پھر اپنی والدہ اور اپنے بھائی حسین بن یوسف کے ہمراہ سولہ سال کی عمر میں 736ھ (1336ء) میں دہلی واپس تشریف لائے۔ آپؒ کے والد چار سال پہلے وفات پا چکے تھے۔

www.rahimia.org

دہلی میں آپؒ نے شیخ نصیرالدین محمودؒ کی صحبت اختیار کی۔ شیخ نے آپؒ کو علوم کی تکمیل کا حکم دیا۔ چناں چہ آپؒ نے یہاں شیخ سید شرف الدین کیتھلیؒ، مولانا تاج الدین مقدمؒ اور قاضی عبدالمقتدر بن رُکن الدین شریحی کندی سے علوم حاصل کیے۔ حتیٰ کہ آپؒ منصب ِتدریس اور فتویٰ پر فائز ہوئے۔ آپؒ علم وعمل، زہد و تقویٰ اور عمدہ سیرت کے حامل متواضع شخص تھے۔ پھر آپؒ نے اپنے شیخ، شیخ نصیرالدین محمود کی صحبت اختیار کی اور تھوڑی ہی مدت میں مرتبہ کمال تک پہنچے۔ شیخ نے آپؒ کو اپنا خلیفہ بنایا اور اجازتِ عامہ تامہ عطا فرمائی۔ آپؒ اپنے شیخ کے بعد تقریباً 57 سال تک اپنے شیخ کی مسند پر فائز رہے۔ ربیع الآخر 801ھ (1358ء) میں آپؒ دہلی سے گجرات تشریف لے گئے اور وہاں سے دولت آباد پہنچے۔ وہاں آپؒ کا استقبال سلطان فیروز شاہ بہمنی نے کیا۔ 825ھ (1422ء) تک آپؒ نے وہیں سکونت اختیار کی اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔

آپؒ بڑے عالم، عارف، بلند ہمت اور رعب اور وقار میں بلند مرتبت اور شریعت وطریقت کے جامع، متقی، پرہیز گار اور حقائق ومعارف کے سمندر میں غوطہ زن رہنے والے فرد تھے۔ آپؒ کی بہت سی تصنیفات ہیں، ان میں "**تفسیر القرآن الحکیم علٰی لسان المعرفة**"، "**شرح مشارق الأنوار علٰی لسان المعرفة**" ہیں۔ آپؒ نے "**مشارق الأنوار**" کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ آپؒ نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی کتاب "**العوارف**" کی ایک شرح "**معارف**" کے نام سے عربی زبان میں لکھی۔ آپؒ کی حدیث پر ایک کتاب "**کتاب الأربعین**" بھی ہے، جس میں آپؒ نے ہر حدیث کے نیچے صحابہ اور تابعین کے آثار اور مشائخ قدما کے اقوال نقل کیے ہیں۔ آپؒ کی وفات پیر کے دن چاشت کے وقت 16/ ذی القعدہ 825ھ (1422ء) میں ہوئی۔ آپ کی قبر گلبرگہ شریف میں مشہور ہے۔ لوگ اس کی زیارت اور تبرک کے لیے وہاں حاضر ہوتے ہیں۔'' (44)

2۔ شیخ محمد بن ابوبکر دمامینیؒ

چھٹے دور کے علما میں شیخ محمد بن ابوبکر دمامینیؒ بھی ہیں۔ "**نزهة الخواطر**" میں ہے:

''شیخ، امام، علامہ بدرالدین محمد بن ابوبکر بن عمر بن ابوبکر بن محمد بن سلیمان بن جعفر بن یحیٰی بن حسین بن محمد بن احمد بن ابوبکر بن یوسف بن علی بن صالح بن ابراہیم بدری، قرشی، مخزومی، اسکندری، ثم الہندی، گجراتی، جو کہ ''گلبرگہ'' شہر میں دفن ہیں اور ''ابن دمامینی مالکی نحوی ادیب'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ 763ھ (1362ء) میں اسکندریہ (مصر) میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے وہاں شیخ بہا ابن دمامینی اور شیخ عبدالوہاب قرویؒ سے علوم حاصل کیے۔ اسی طرح قاہرہ میں شیخ سراج بن ابن الملقنؒ وغیرہ سے علوم حاصل کیے۔ نیز مکہ مکرمہ میں قاضی ابوالفضل شوبریؒ سے بھی پڑھا۔ آپؒ نے اپنے شہر میں اپنے

وقت کے فضلا سے علوم حاصل کیے اور فقہ وغیرہ پر عبور حاصل کیا۔ اور وہاں بہت سے مدارس میں پڑھایا۔ پھر قاہرہ آئے۔ یہاں بھی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جامعہ ازہر میں بھی پڑھاتے رہے۔ پھر اسکندریہ تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہے۔ پھر قاہرہ میں قاضی مقرر ہوگئے، لیکن زیادہ دیر وہاں نہیں ٹھہرے۔ پھر اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ 800ھ (1398ء) میں شام، دمشق میں داخل ہوئے۔ وہاں سے حرمین شریفین تشریف لائے اور حج ادا کیا۔ پھر واپس اپنے شہر تشریف لے گئے۔ پھر نو سال کے بعد دوبارہ حجاز آئے۔ حج سے فراغت کے بعد یمن میں ''جامع زبید'' میں ایک سال درس و تدریس میں مشغول رہے۔

پھر ہندوستان تشریف لائے اور سلطان احمد بن محمد مظفر گجراتی کے زمانۂ حکومت میں شعبان 820ھ (1417ء) میں گجرات میں داخل ہوئے۔ یہاں آپؒ کا بہت زیادہ استقبال ہوا۔ لوگوں سے آپؒ سے علومِ حدیث حاصل کیے اور بڑی تعظیم دی۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''**شرح التحصیل لإبن مالک طائی**'' اور ''**صحیح بخاری**'' کی ایک شرح ''**مصابیح الجامع**''، ''**عین الحیات**'' اور ''**مختصر حیات الحیوان الکبریٰ للدمیری**'' وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات ''گلبرگہ'' شہر (گجرات) میں شعبان 827ھ (1424ء) میں ہوئی۔'' (45)

3۔ شیخ حسین بن معزالدین بلخیؒ

چھٹے دور کے علما میں شیخ حسین بن معز بلخیؒ بھی ہیں۔ ''**نزهة الخواطر**'' میں ہے:

''شیخ، امام، عالم کبیر، حسین بن معز الدین بلخی بہاریؒ۔ آپؒ طریقۂ فردوسیہ کے بڑے مشائخ میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیریؒ کی گود میں پرورش پائی اور انھیں سے بیعت ہوئے۔ پھر اپنے چچا شیخ مظفر بن شمس الدین بلخیؒ سے علوم حاصل کیے۔ اور ان کے ساتھ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ وہاں حج اور زیارات سے مشرف ہوئے۔ آپؒ نے مکہ مکرمہ میں چار سال قیام کیا۔ وہاں شیخ شمس الدین خوارزمیؒ سے قرآنِ حکیم پڑھا اور تجوید کی کتاب ''**شاطبی**'' پڑھی اور شیخ شمس الدین حلویؒ سے قرأتِ سبعہ پڑھی۔ شیخ حسین بن معز نے ''**صحیح مسلم**'' اور ''**صحیح بخاری**'' اپنے چچا شیخ مظفر بن شمس الدین بلخیؒ سے پڑھی۔ اسی طرح آپؒ نے شیخ خطیب عدنیؒ سے عدن میں سندِ حدیث حاصل کی۔ پھر آپؒ ہندوستان آئے اور یہاں علومِ حدیث اور سلسلۂ طریقت کے شیخ بنے۔ آپؒ سے علوم حاصل کرنے والوں میں آپؒ کے بیٹے حسنؒ اور بہت سے مشائخ ہیں۔ حقائق و معارف پر آپؒ کی کئی تصنیفات ہیں، جن میں ایک کتاب ''**حضرات الخمس**'' ہے۔ آپؒ کا انتقال 24/ذی الحج 844ھ (1441ء) میں ہوا۔'' (46)

www.rahimia.org

یہاں تک فصل (2) کا ذیل مکمل ہوا۔ مترجم}

فصل (3): ساتویں دور (855ھ/ نومبر 1451ء تا 987ھ/ 1579ء) کے علما و محدثین

ساتویں دور کی جن شخصیات کا تذکرہ کرنا مناسب ہے، ان میں درج ذیل حضرات ہیں:

1۔ سید ابراہیم بن معین الدین (عبدالقادر حسنی) ایرجی دہلویؒ

(ساتویں دور کے محدثین میں) سید ابراہیم بن معین الدین (عبدالقادر حسنی)، ایرجی، دہلویؒ ہیں۔ ان سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ عبدالعزیز بن حسن دہلویؒ (متوفی 975ھ/ 1567ء)، شیخ نظام الدین کاکورویؒ (متوفی 981ھ/ 1553ء)، شیخ رکن الدین (محمد) بن عبدالقدوس گنگوہیؒ (متوفی 983ھ/ 1575ء) ہیں۔ آپؒ کا انتقال 953ھ (1546ء) میں ہوا۔

{مترجم عرض کرتا ہے کہ مولانا عبدالحئی حسنیؒ "نزهة الخواطر" میں ان کے بارے لکھتے ہیں:

''شیخ، فاضل، علامہ، سید ابراہیم بن معین الدین بن عبدالقادر حسینی ایرجی ثم دہلویؒ: آپؒ اپنے زمانے کے مشہور علما میں سے ہیں۔ آپؒ نے ظاہری علم شیخ علیم الدین محدثؒ سے حاصل کیا اور سلسلۂ طریقت شیخ بہاؤالدین عطاجیندیؒ سے حاصل کیا۔ آپؒ کے لیے شیخ بہاؤالدینؒ نے ایک رسالہ "اذکار و اشغال" لکھا تھا۔ آپؒ دہلی میں تقریباً 920ھ (1514ء) میں داخل ہوئے۔ آپؒ نے بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا، جس میں ہر علم و فن کی کتابیں جمع کیں اور کتابوں کی تصحیح اور ان کے مشکل مقامات کے حل کے سلسلے میں بہت زیادہ محنت اور کوشش کی۔ آپؒ کے حل شدہ مقامات کو دیکھ کر مطالعہ کرنے والا دقیق مشکل مقامات کی آسانی سے تحقیق کر سکتا ہے۔ آپؒ قوالی وغیرہ کے سماع سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ آپؒ سے فیض حاصل کرنے والوں میں شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ، شیخ عبدالعزیز بن حسن دہلویؒ، شیخ نظام الدین بن سیف الدین کاکورویؒ اور بہت سے علما شامل ہیں۔ آپؒ کا انتقال 953ھ (1546ء) میں دہلی میں ہوا۔ آپؒ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے مقبرے میں امیر خسرو کی قبر کے قریب دفن کیا گیا۔'' (47)}

2۔ سید عبدالاول بن (علی بن) علاؤالدین حسنی دہلویؒ

(ساتویں دور کے محدثین میں) سید عبدالاول بن (علی بن) علاء (الدین) حسنی دہلویؒ ہیں۔ انھوں نے "صحیح بخاری شریف" کی شرح لکھی، جس کا نام "فیض الباری" ہے۔ آپؒ کا انتقال 968ھ (1560ء) میں ہوا۔

آپؒ کا تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "أخبار الأخيار" میں کیا ہے۔

www.rahimia.org

{مترجم عرض کرتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "أخبار الأخیار" میں لکھتے ہیں:

''سید عبدالاولؒ کے آباؤاجداد جون پور کے قریب ایک قصبہ ''زید پور'' کے رہنے والے تھے۔ پھر دکن کے علاقے میں چلے آئے۔ وہیں پر سید عبدالاول کی پیدائش ہوئی اور دکن میں ہی آپؒ نے تعلیم حاصل کی۔ آخر زمانے میں گجرات آگئے تھے۔ وہاں سے حرمین شریفین چلے گئے۔ حج و زیارات کے بعد احمد آباد لوٹ آئے۔ آخر زمانے میں خانِ خاناں محمد بیرم خاں شہید، جو کہ مخلوقِ خدا پر انتہائی شفیق تھے اور درویشوں سے محبت اور علما و فضلا کی خدمت کرنے والے تھے، کی درخواست پر دہلی تشریف لائے۔ اس کے بعد دو سال دہلی میں آپؒ کا قیام رہا۔ یہیں انتقال ہوا اور قلعہ دہلی میں مدفون ہیں۔'' (48)

سید عبدالاول کے بارے میں مولانا عبدالحئ حسنیؒ "نزھة الخواطر" میں لکھتے ہیں:

''شیخ، عالم، محدث سید عبدالاول بن علی بن علاؤالدین حسنی، جون پوریؒ۔ آپؒ بڑے فقہائے حنفیہ میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے اپنے دادا علاؤالدین سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر سلسلۂ طریقت شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلویؒ کی اولاد سے حاصل کیا۔ آپؒ سے علم حدیث حاصل کرنے والوں میں شیخ طاہر بن یوسف سندھیؒ اور بہت سے علما ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں "فیض الباری شرح صحیح بخاری"، "منظومة فی المواریث" اور اس کی ایک شرح "رسالة فی تحقیق النفس" اور "فتوحاتِ مکّیه" پر حواشی اور تعلیقات ہیں۔ آپؒ کا انتقال 968ھ (1561ء) میں ہوا۔ (49)}

3۔ شیخ علی (بن حسام الدین) متقی (برہان پوریؒ)

(ساتویں دور کے محدثین میں) شیخ علی (بن حسام الدین) متقی (برہان پوریؒ) بھی ہیں۔ ان کے بارے میں (علامہ غلام علی) آزاد بلگرامیؒ "سُبحة المَرجان" میں لکھتے ہیں کہ:

''آپؒ نے شیخ حسام الدین ملتانی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ پھر 953ھ (1546ء) میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور شیخ ابوالحسن بکریؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے علوم حاصل کیے۔ پھر مکہ مکرمہ میں ہی تدریس و تالیف میں مشغول ہوئے۔ آپؒ نے (علامہ) سیوطیؒ کی کتاب "جمع الجوامع" کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا۔ شیخ ابن حجر (ہیثمی) مکیؒ شیخ (علی) متقی کے استاد ہیں، لیکن آخری زمانے میں انھوں نے بھی شیخ علی متقی کی صحبت اختیار کی تھی اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپؒ کا انتقال 975ھ (1567ء) میں ہوا۔'' (50)

{مترجم عرض کرتا ہے کہ مولانا عبدالحئ حسنیؒ "نزھة الخواطر" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ، امام، عالم، کبیر، محدث، علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان متقی، شاذلی، مدینی، چشتی، برہان پوری، مہاجر مکیؒ۔ آپؒ کی پیدائش 885ھ (1480ء) میں شہر برہان پور میں ہوئی۔ آپؒ

کی پرورش پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ آپؒ کے والد نے آپؒ کو بچپن میں ہی شیخ بہاؤالدین صوفی برہان پوریؒ کا مرید کرا دیا تھا۔ جب آپؒ بالغ ہوئے تو آپؒ نے اسے قبول کرلیا اور اس بات سے ہمیشہ بڑے خوش رہتے تھے۔ جب شیخ کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے شیخ عبدالحکم بن بہاؤالدین برہان پوریؒ نے آپؒ کو سلسلۂ طریقت کی اجازت دی۔ پھر آپؒ نے ہندوستان کے شہروں کا سفر کیا۔ اور دو سال تک شیخ حسام الدین متقی ملتانیؒ کی صحبت اختیار کی۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا اور شیخ ابوالحسن شافعی بکریؒ سے حدیث حاصل کی۔ نیز ان سے سلسلۂ قادریہ، شاذلیہ اور مدینیہ حاصل کیا۔ نیز یہ تمام سلسلہ ہائے طریقت، شیخ (علامہ) محمد بن محمد سخاوی مصریؒ سے بھی حاصل کیے۔ آپؒ نے علم حدیث شیخ شہاب الدین احمد بن حجر (ہیثمی) مکیؒ سے حاصل کیا اور بیت الحرام کے پڑوس میں مکہ مکرمہ میں قیام فرما رہے۔ (برہان پور کے حکمران) محمود شاہ صغیر کے زمانۂ حکومت میں دو مرتبہ آپؒ ہندوستان آئے۔ محمود شاہ آپؒ کے مریدین میں سے تھا۔ آپؒ کی تصنیفات سو سے زائد ہیں۔ آپؒ کا انتقال منگل کی رات صبح کے وقت 12/ جمادی الاولیٰ 975ھ (1567ء) میں مکہ مکرمہ میں ہوا اور صبح کو آپؒ کو جنت المعلیٰ میں دفن کیا گیا۔'' (51)}

5،4۔ شیخ عبداللہ ہندیؒ و شیخ رحمت اللہ ہندی، سندھی، مدنیؒ

(ساتویں دور کے محدثین میں) شیخ عبداللہ ہندیؒ اور شیخ رحمت اللہ ہندیؒ ہیں۔ ان کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''(شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ سندھی مدنیؒ دونوں فقہائے صوفیا میں سے تھے اور عزیز تھے۔) مدینہ منورہ سے ہندوستان کے ان علاقوں میں تشریف لائے اور علم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فائدہ پہنچایا۔ (اس علاقے کے طلبا ان دونوں حضرات کو ''شیخین'' کہتے تھے۔)... یہ دونوں حضرات شیخ علی متقی کے خاص اصحاب اور خلفا میں سے تھے۔ پھر دونوں حضرات 977ھ (1570ء) کے قریب (ہندوستان) واپس تشریف لے گئے اور (کچھ عرصہ یہاں قیام کے بعد واپس مکہ مکرمہ چلے گئے) مکہ پہنچنے کے کچھ عرصے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔'' اِنتہیٰ (52)

{مترجم عرض کرتا ہے کہ مولانا عبدالحئی حسنیؒ ''نزهة الخواطر'' میں شیخ عبداللہ متقی سندھیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ، عالم، محدث، عبداللہ بن سعداللہ متقی، سندھی، مہاجر مدنیؒ۔ آپؒ کے زمانے میں علم حدیث اور علم تفسیر میں آپؒ سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش سرزمین سندھ میں بڑے اچھے ماحول میں ہوئی۔ پھر آپؒ نے گجرات کی طرف 947ھ (1540ء) میں سفر کیا اور قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھیؒ کی صحبت اختیار کی۔ پھر ان کے ساتھ حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں اپنے زمانے کے ائمہ

www.rahnuma.org

سے علم حدیث حاصل کیا۔ خاص طور پر شیخ علی بن حسام الدین متقی، برہان پوریؒ سے اخذِ حدیث کیا۔ پھر مدینہ منورہ میں ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے۔ پھر شیخ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھیؒ کے ساتھ 977ھ (1570ء) واپس ہندوستان تشریف لے آئے اور گجرات میں ایک زمانے تک قیام پذیر رہے۔ آپؒ نے درس و استفادے کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپؒ نے بہت سے علما سے علوم حاصل کیے۔ پھر واپس مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''جمع المناسک ونفع الناسک'' ہے۔ اس کتاب کو آپؒ نے 950ھ (1543ء) میں تصنیف کیا۔ آپؒ کی تصنیفات میں امام شہاب الدین سہروردی کی کتاب ''عوارف المعارف'' پر ایک حاشیہ بھی ہیں۔ آپؒ کا انتقال ماہِ ذی الحج 984ھ (1577ء) میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔'' (53)

اسی طرح شیخ رحمت اللہ سندھیؒ کے بارے میں مولانا عبدالحئی حسنیؒ ''نزهة الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ، عالم، کبیر، محدث رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم عمری سندھی مہاجر مدنی۔ آپؒ کی پیدائش سندھ کے ایک شہر ''دربیلہ'' میں ہوئی۔ وہیں بڑے اچھے ماحول میں آپؒ کی پرورش ہوئی۔ آپؒ اپنے والد کے ساتھ گجرات تشریف لے گئے تھے۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا، جہاں شیخ علی بن محمد غریق خطیب مدنی وغیرہ ائمہ حدیث سے علم حدیث پڑھا۔ پھر ہندوستان واپس لوٹے۔ ان کے ساتھ شیخ عبداللہ بن سعداللہ سندھیؒ بھی تھے۔ آپؒ نے گجرات میں قیام فرمایا اور وہ گویا آپؒ کا وطن بن گیا۔ وہاں آپؒ نے بہت سال درس و تدریس میں مشغولیت رکھی۔ لاتعداد علما نے آپؒ سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ بڑے متقی اور صاحبِ عزیمت لوگوں میں سے تھے۔ آپؒ حجاز میں قیام کے دوران شبہے کی وجہ سے اس نذرانے کو قبول نہیں کرتے تھے، جو سلطان عثمانی نے شیخ علی بن حسام الدین متقی کے پاس علما اور حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''كتاب المناسک''، ''تلخيص و تنزيه الشريعه عن أحاديث الموضوعه'' وغیرہ ہیں۔ آخر عمر میں آپؒ مکہ واپس آگئے تھے۔ آپؒ کا انتقال 08/محرم 994ھ (1585ء) میں ہوا۔'' (54)}

6۔ شیخ عبدالعزیز بن حسن (بن طاہر) دہلویؒ

(ساتویں دور کے محدثین میں) شیخ عبدالعزیز بن حسن (بن طاہر) دہلویؒ ہیں۔ انھوں نے سید عبدالوہاب اور سید ابراہیم ایرجی دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں آپؒ کے صاحبزادے شیخ قطب العالم دہلویؒ اور سید حسین بن ابراہیم بلگرامیؒ ہیں۔ آپؒ کا انتقال 975ھ (1567ء) میں ہوا۔

میں (عبیداللہ سندھی) کہتا ہوں کہ: یہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والد کے نانا ہیں۔

{مترجم عرض کرتا ہے کہ مولانا عبدالحئی حسنیؒ ''نزهة الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ کبیر امام عبدالعزیز بن حسن بن طاہر عباسی، دہلوی، شکر بارؒ: آپؒ چشتی مشائخ میں سے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ اور ''شکر بار'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپؒ کی ولادت شہر جونپور میں 898ھ (1493ء) میں ہوئی۔ آپؒ کے بچپن میں ہی والدِ گرامی کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپؒ کی والدہ نے آپؒ کی تربیت کی۔ آپؒ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب حسینیؒ اور شیخ ابراہیم بن معین حسین ایرجیؒ سے علوم حاصل کیے۔ طریقۂ سہروردیہ آپؒ نے شیخ عبدالوہابؒ اور طریقۂ قادریہ شیخ ابراہیمؒ سے حاصل کیا۔ پھر آپؒ نے ظفرآباد کا سفر کیا۔ اور شیخ قاضی خان بن یوسف ناصحیؒ کی تین سال صحبت اختیار کی۔ اور ان سے طریقۂ چشتیہ حاصل کیا۔ شیخ تاج محمود جونپوریؒ نے بھی آپؒ کو طریقۂ چشتیہ میں اجازت دی تھی۔ یہ تمام فضائل و مراتب حاصل کر کے آپؒ دہلی تشریف لائے۔ اور رُشد و ہدایت کا سلسلہ قائم فرمایا۔ وہاں آپؒ نے درس و تدریس اور تفسیر و تصوف کی تعلیم شروع کی۔ آپؒ کی بائیس سے زیادہ تصنیفات ہیں۔ جن میں فقہ اور تصوف پر کئی کتابیں ہیں۔ آپؒ کا انتقال دہلی میں پیر کے دن 07/ جمادی الاخریٰ 975ھ (1567ء) میں ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ عام طور پر آپؒ اپنے مکتوبات میں اپنے نام سے پہلے ''ذرّۂ ناچیز'' لکھا کرتے تھے۔ آپؒ کی موت کے بعد جب اس کے عدد شمار کیے گئے، تو ''ذرّۂ ناچیز'' (975) آپؒ کی تاریخ وفات تھی۔'' (55)

7۔ شیخ نظام الدین کاکورویؒ

(ساتویں دور کے محدثین میں) شیخ نظام الدین کاکورویؒ بھی ہیں۔ انھوں نے سید ابراہیم ایرجی دہلویؒ، شیخ ضیاء الدین مدنیؒ اور شیخ ابراہیم بن احمد بن حسن بغدادیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ امامِ ربانی (شیخ مجدد الف ثانی) نے شیخ عبدالرشید ملتانیؒ سے، اور انھوں نے شیخ نظام الدین کاکورویؒ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ آپؒ کا انتقال 981ھ (1573ء) میں ہوا۔

{مترجم عرض کرتا ہے کہ مولانا عبدالحئ حسنیؒ ''نزهة الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

شیخ، عالم، کبیر نظام الدین بن سیف الدین بن نظام الدین علوی، کاکورویؒ: آپؒ ''شیخ بھیک'' کے نام سے مشہور تھے۔ آپؒ محمد بن حنفیہ کی نسل میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 890ھ (1485ء) میں لکھنؤ کے قریب ''کاکوری'' گاؤں میں ہوئی۔ آپؒ نے علوم اپنے والد اور شیخ عبداللطیف ہرویؒ سے حاصل کیے۔ آپؒ نے ''صحیح بخاری'' اور ''جامع الاصول'' مولانا ضیاء الدین محدث سے بڑے تدبر اور مہارت کے ساتھ پڑھیں۔ پھر دہلی کا سفر کیا اور شیخ ابراہیم بن معین حسینی ایرجیؒ سے سلسلۂ طریقت حاصل کیا اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر واپس (اپنے گاؤں) کاکوری آئے اور وہاں درس و تدریس میں مشغول رہے اور ایک زمانے تک لوگوں کو مستفید فرمایا۔ پھر ''کالپی'' تشریف

www.rahimia.org

لے گئے اور شیخ ابراہیم بن احمد بن حسن شریف حسینی گیلانیؒ سے علوم حاصل کیے۔ اور کاکوری واپس آئے اور درس و تدریس اور ذکر و اذکار کی تلقین میں مشغول ہو گئے۔

آپؒ عام لوگوں کے سامنے طریقت و سلوک کے حقائق افشا نہیں کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے: ''جس نے انھیں افشا کیا، وہ اپنے برے خاتمے سے ڈرے۔'' آپؒ کی تصنیفات میں سے اصولِ حدیث میں ''المنهج'' اور حقائق و معرفت میں ''المعارف'' اور شرح ''الملهمات القادريه'' ہیں۔ آپؒ کی وفات 981ھ (1573ء) میں ہوئی، جیسا کہ ''كشف المتواری'' میں ہے۔'' (56)

8۔ شیخ رکن الدین (محمد) بن عبدالقدوس گنگوہیؒ

(ساتویں دور کے محدثین میں) شیخ رکن الدین (محمد) بن عبدالقدوس گنگوہیؒ بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے والد امام عبدالقدوس گنگوہیؒ اور سید ابراہیم ایرجی دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور امامِ ربانی (شیخ مجدد الف ثانیؒ) نے اپنے والد شیخ عبدالاحد (سرہندیؒ) سے اور انھوں نے شیخ رکن الدین (محمدؒ) سے روایت کی ہے۔ آپؒ کا انتقال 983ھ (1575ء) میں ہوا۔

{مترجم عرض کرتا ہے کہ مولانا عبدالحیؒ حسنیؒ ''نزهة الخواطر'' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ عالم، کبیر محمد بن عبدالقدوس بن اسماعیل بن صفی بن نصیر حنیف ردولویؒ شیخ رکن الدین گنگوہیؒ۔ آپؒ طریقۂ چشتیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ آپؒ نے شیخ فتح اللہ بن نصیرالدین دہلویؒ، سید احمد حسینی ملتانی ایرجی سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ نے اپنے والد کی صحبت اختیار کی اور ان سے سلسلۂ چشتیہ اور دیگر مشہور سلسلے حاصل کیے۔ آپؒ نے طریقۂ قادریہ شیخ ابراہیم ایرجی سے حاصل کیا۔ اپنے والد کے بعد شہر گنگوہ میں آپؒ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپؒ سے علوم حاصل کرنے والوں میں شیخ عبدالاحد بن زین العابدین عمری سرہندی (والد حضرت مجدد الف ثانی) اور بہت سے علما ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''مرج البحرين''، ''لطائف قدسيه'' اور مکتوبات وغیرہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال شہر گنگوہ میں 972 (1565ء) میں ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپؒ کا انتقال 983ھ (1575ء) میں ہوا۔ آپؒ کی قبر مشہور ہے۔'' (57)}

9۔ شیخ سعید بن محمود بلخی اکبر آبادیؒ

اس (ساتویں) دور کے محدثین میں شیخ سعید بن محمود بلخی اکبر آبادیؒ ہیں۔

(علامہ غلام علی) آزاد بلگرامیؒ (''سبحة المرجان'' میں) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا میر کلاں، محدث، سلطان (جہاں گیرؒ) کے استاذ ہیں۔ آپؒ نے درسی فنون بڑے علما سے

حاصل کیے۔ اور حدیث کی تعلیم (شیخ نسیم الدین) میرک شاہ شیرازیؒ سے حاصل کی۔ اور سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت سے مشائخ کی صحبت اٹھائی۔ آپؒ نے حرمین مکرمین کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ پھر ہندوستان تشریف لائے۔ سلطان اکبر نے بڑے احترام کے ساتھ آپؒ سے ملاقات کی اور انھیں اپنے بیٹے سلطان جہانگیر کی تعلیم کے لیے مقرر کیا۔ آپؒ سے حدیث کی تعلیم حاصل کرنے والوں میں اہل علم کی ایک بڑی جماعت شامل ہے۔ آپؒ کا انتقال محرم / 983ھ (1575ء) میں ہوا۔ آپؒ کی عمر ایک سو سال ہوئی۔ اور اکبر آباد (آگرہ) میں دفن ہوئے۔'' اِنتہیٰ (58)

میں (عبیداللہ سندھی) کہتا ہوں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شیخ علی قاریؒ سے تعلیم حاصل کی اور انھوں نے شیخ سعید بن محمود بلخیؒ سے علوم حاصل کیے۔ (59) اسی طرح امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے شیخ ابوطاہر کردی مدنی سے انھوں نے (اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے اور انھوں نے) شیخ احمد نخلی (صحیح یہ ہے شیخ احمد بن محمد قشاشیؒ سے اور انھوں نے شیخ احمد بن علی شناویؒ سے اور انھوں نے شیخ سید غضنفر بن جعفر نہروالی سے) اور انھوں نے شیخ سعید سے (مشکوۃ المصابیح) پڑھی۔ (60)

{مترجم عرض کرتا ہے کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''إتحاف النّبیہ'' میں ان کا نام ''محمد سعید'' لکھا ہے۔ چناں چہ اسی نام کے عنوان کے تحت مولانا عبدالحیٔ حسنیؒ نے ملا عبدالقادر بدایونیؒ کے حوالے سے ''نزھۃ الخواطر'' میں ان کی عمر 80 سال اور ان کے حالات کا تذکرہ اس طرح لکھا ہے:

''شیخ، عالم، محدث، محمد سعید بن مولانا خواجہ حنفی خراسانیؒ المشہور ''میر کلاں''۔ آپؒ بڑے علما میں سے ہیں۔ آپؒ نے علوم علامہ حسام الدین ابراہیم بن عرب شاہ اسفرائنیؒ وغیرہ سے حاصل کیے۔ پھر علم حدیث شیخ سید نسیم الدین میرک شاہ بن جمال الدین حسینی ہرویؒ سے حاصل کیا اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج وزیارات سے مشرف ہوئے اور مکہ مکرمہ میں ایک مدت تک قیام پذیر رہے۔ آپؒ سے علم حدیث حاصل کرنے والوں میں شیخ (ملا) علی بن سلطان قاری ہرویؒ مصنف ''مرقات'' اور سید غضنفر بن جعفر حسینی نہروالیؒ اور بہت سے علما ہیں۔ آپؒ بہت بڑے عالم اور محقق محدث تھے۔ آپؒ سے بہت سے علمی فوائد منقول ہیں۔ تمام علوم پر آپؒ کو انتہائی مہارت حاصل تھی، خاص طور پر آپؒ علم حدیث میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ آپؒ کا انتقال شہر آگرہ میں 981ھ (1573ء) میں ہوا، جب کہ آپؒ کی عمر 80 سال تھی۔'' (61)

10۔ شیخ محمد طاہر پٹنیؒ

اس دور کے محدثین میں شیخ محمد طاہر پٹنی بھی ہیں۔ (علامہ غلام علی آزاد) بلگرامیؒ (''سبحۃ المرجان'' میں) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

www.rahimia.org

''آپؒ احادیثِ مقدسہ کے خادم اور سنن مؤسسہ کے ناصر و مددگار ہیں۔ آپؒ نے بعض علمائے گجرات سے تعلیم حاصل کی۔ پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں کے علما اور مشائخ سے علوم حاصل کیے۔ خاص طور پر شیخ علی متقی کی صحبت اختیار کی۔ آپؒ نے بہت عمدہ تصانیف لکھی ہیں۔ جیسے غریب الحدیث میں ''مَجمعُ البِحار'' اور علم اسماء الرجال میں ''المغنی (فی ضبط الأسماء لرواة الأنباء)'' اور ''تذکرة الموضوعات'' ہیں۔ آپؒ کو 986ھ (1578ء) میں شہید کر دیا گیا۔''

إنتھٰی (62)

{مترجم عرض کرتا ہے کہ: ان کے بارے میں مولانا عبدالحیٔ حسنیؒ ''نزهة الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ، امام، عالم کبیر، محدث لغوی، علامہ، مجد الدین، محمد بن (63) طاہر بن علی حنفی، پٹنی، گجراتی آپؒ ''مجمع بحار الأنوار فی غریب الحدیث'' کے مصنف ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 913ھ (1507ء) میں گجرات کے شہر ''پٹن'' میں ہوئی۔ آپؒ نے بچپن میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اپنے زمانے کے علما سے آپؒ نے علوم حاصل کیے، حتیٰ کہ پندرہ سال کی عمر میں بہت سے علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔ پھر 944ھ (1537ء) میں حرمین شرفین کا سفر کیا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور ایک مدت تک وہاں قیام پذیر رہے۔ آپؒ نے وہاں شیخ ابوالحسن بکریؒ، شیخ احمد بن حجر (ہیثمی) مکیؒ، شیخ علی بن عراقؒ، شیخ جار اللہ بن فہدؒ، شیخ عبیداللہ سرہندیؒ، سید عبداللہ عیدروسؒ اور شیخ برخوردار سندھیؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔ خاص طور پر شیخ علی متقیؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر ہندوستان تشریف لائے۔

آپؒ کی بڑی اہم ترین تصنیفات ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ مشہور اور بہترین کتاب ''مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل و لطائف الأخبار'' دو بڑی ضخیم جلدوں میں ہیں۔ اس میں آپؒ نے تمام غریب احادیث جمع کی ہیں۔ گویا کہ یہ صحاح ستہ کی شرح ہے۔ اہل علم کے درمیان اس کتاب کو قبول کرنے پر اتفاق ہے۔ آپؒ کی ایک کتاب ''تذکرة الموضوعات'' ہے اور فن اسماء الرجال میں ''المغنی (فی ضبط الأسماء لرواة الأنباء)'' بھی ہیں۔ آپؒ کو 986ھ (1578ء) میں شہر ''اُجین'' میں شہید کر دیا گیا۔ پھر آپؒ کا جسم مبارک اُجین سے پٹن منتقل کیا گیا اور اپنے اسلاف کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔ (64)}

{ذیل فصل (3) اضافہ از مترجم}

مترجم عرض کرتا ہے کہ ساتویں دور کے علمائے حدیث میں درجِ ذیل حضرات بھی ہیں:

11۔ شیخ احمد بن عبداللہ شیرازیؒ

ساتویں دور کے علمائے محدثین میں حضرت شیخ احمد بن عبداللہ شیرازیؒ بھی ہیں۔

ان کے بارے میں مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ ''نزھۃ الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ، عالم، محدث، صوفی، رحالہ، ابوالفتوح، نور الدین، احمد بن عبداللہ بن ابوالفتوح بن ابوالخیر بن عبدالقادر حکیم طاؤسی، شیرازیؒ علم و معرفت کے اولوالعزم افراد میں سے ہیں۔ آپؒ نے سید شریف زین الدین علی جرجانیؒ اور دیگر علما سے علوم حاصل کیے۔ پھر شیخ شمس الدین محمد ابن الجزریؒ کی صحبت اختیار کی اور اُن سے علوم اَخذ کیے۔ نیز شیخ مجد الدین فیروز آبادیؒ صاحب ''القاموس'' سے بھی علوم اخذ کیے۔ آپؒ نے ''صحیح بخاری'' شیخ معمر بابا یوسف ہرویؒ المشہور ''سہ صد سالہ'' (یعنی ''تین سو سالہ معمر'') سے پڑھی۔ اور انھوں نے شیخ محمد بن شاذ بخت فرغانیؒ سے پڑھی۔ آپؒ اپنے احادیث کے مشائخ کے حوالے سے سلسلۂ مشائخ معمرین (لمبی عمر والے مشائخ) رکھتے ہیں۔ انھوں نے شیخ احمد ابدالؒ سے سمرقند میں، انھوں نے شیخ ابولقمان یحییٰ بن عمار بن مقبل بن شاہان ختلانیؒ ''ایک سو تینتالیس سالہ معمر'' اور انھوں نے شیخ یوسف بن محمد فربریؒ سے ''بخاری'' کا سماع کیا اور انھوں نے ''صحیح بخاری'' کے جامع اور مصنف شیخ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے روایت کیا ہے۔

آپؒ نے صرف دو واسطوں سے کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' کو اس کے مصنف امام حافظ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ابن الخطیب تبریزیؒ سے روایت کی ہے۔

آپؒ کو مشائخ طریقت کے مختلف سلسلوں سے خرقۂ خلافت بھی حاصل ہے۔ آپؒ کو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ''طریقۂ سہروردیہ'' پانچ واسطوں سے حاصل ہے۔ ایسے ہی چند واسطوں سے آپؒ کو شیخ نجم الدین کبریٰ سے ''طریقۂ کبرویہ'' بھی حاصل ہے۔ آپؒ کو چند واسطوں سے حضرت شیخ جنید بغدادیؒ سے ''طریقۂ طاؤسیہ'' حاصل ہے۔ اسی طرح سلسلۂ نقشبندیہ کا خرقۂ خلافت بھی آپؒ کو دو واسطوں سے حاصل ہے۔ ان تمام سلسلوں میں آپؒ کے خلفا میں شیخ عبداللہ بن محمود حسینی، بخاری، گجراتیؒ اور آپؒ کے پوتے سید ہبۃ اللہ بن عطاء اللہ حسینی شیرازیؒ اور ہندوستان کے بہت سے مشائخ ہیں۔

آپؒ سے علم حدیث حاصل کرنے والوں میں علامہ تاج الدین عبدالرحمٰن بن مسعود بن محمد مرشدی گازرونیؒ اور علامہ علاؤالدین ابوالعباس احمد بن محمد نہروالیؒ، جو کہ شیخ قطب الدین محمد نہروالی مفتیٔ مکہ کے والد ہیں۔ آپؒ سے علم حدیث روایت کرنے والوں میں آپؒ کے پوتے سید ہبۃ اللہ بن عطاء اللہ حسینی شیرازیؒ اور بہت سے علما ہیں۔ آپؒ کی بڑی اچھی چند تصانیف بھی ہیں، جن میں ایک رسالہ ''جمع الفرق لرفع الخرق'' بھی ہے۔'' (65)

12۔ شیخ غوث الدین قادری گجراتیؒ

ساتویں دور کے مشائخ حدیث میں شیخ غوث الدین قادری گجراتیؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، فقیہ، غوث الدین قادری، بغدادی، ثم گجراتی۔ آپؒ معزز مشائخ میں سے ایک ہیں۔ ہندوستان تشریف لائے اور سلطان محمود کبیر کے عہدِ حکومت میں احمد آباد میں سکونت پذیر ہوئے اور وہاں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا۔ اور ایک زمانے تک درس و تدریس دیتے رہے۔ پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر ہندوستان آئے۔ آپؒ بڑے عالم، محدث، فقیہ اور زاہد تھے۔ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپؒ سے علوم حاصل کرنے والوں میں شیخ یعقوب بن خوندمیر گجراتیؒ اور بہت سے علما ہیں۔ آپؒ کا انتقال 22/صفر 895ھ (1490ء) میں ہوا۔'' (66)

13۔ شیخ قطب الدین بن خضر بلخیؒ

ساتویں دور کے علما و محدثین میں شیخ فاضل قطب الدین بن خضر بلخیؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ فاضل قطب الدین بن خضر بن حسن بن مبارک اَدہمی بلخیؒ۔ علم حدیث کے مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ انھوں نے اپنے والد سے علوم حاصل کیے اور ان کے بعد درس و تدریس کے لیے اُن کی مسند پر بیٹھے۔ آپؒ سے علوم حاصل کرنے والوں میں آپؒ کے بیٹے شیخ عبدالقادر بھی ہیں۔'' (67)

14۔ شیخ ابوالقاسم بن احمد مکیؒ

ساتویں دور کے علما و محدثین میں شیخ ابوالقاسم بن احمد مکیؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث، ابوالقاسم بن احمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن فہد الشرف محمد بن محبّ ابوبکر بن تقی ہاشمی، شافعی، مکیؒ۔ اپنے اسلاف کے طرح آپؒ بھی ''ابن فہد'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ کی پیدائش ہفتے کی رات عشا کے وقت 12/ربیع الاول 846ھ (1442ء) میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپؒ نے قاہرہ اور دمشق کا سفر کیا۔ وہاں علوم پڑھ کر اجازت حاصل کی۔

پھر ہندوستان تشریف لائے اور گجرات میں ایک طویل مدت تک رہائش پذیر رہے۔ آپؒ کے پاس ''فتح الباری'' کا ایک نسخہ آپؒ کے اپنے والد اور چچا کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود تھا۔ سلطان محمود شاہ بیگرہ (والیِ ریاست گجرات) کے انتقال کے بعد آپؒ گجرات سے ''مندو'' تشریف لے گئے اور وہیں آپؒ کا اَسّی سال کی عمر میں 925ھ (1519ء) میں انتقال ہوا۔'' (68)

15۔ شیخ احمد بن بدرالدین مصری گجراتیؒ

ساتویں دور کے علما و محدثین میں شیخ احمد بن بدرالدین مصریؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث، شہاب الدین احمد بن بدرالدین عباسی، شافعی، مصری، ثم الہندی، گجراتیؒ۔ آپؒ مشہور علما میں سے ہیں۔ آپؒ کی ولادت 903ھ (1498ء) میں مصر میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے زمانے کے مشائخ سے علوم حاصل کیے، جن میں شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاریؒ وغیرہ ہیں۔ پھر آپؒ نے زبید (یمن) میں شیخ الاسلام ابوالعباس طنبداوی، بکریؒ سے 936ھ (1529ء) میں علوم حاصل کیے۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''المنهاج في الفقه للنّووی''، ''عمده للحديث للمقدّسی'' اور ''اربعين النّوويه'' ہیں۔ آپؒ کو علم الحرف، فلکیات اور میقات پر بڑا عبور حاصل تھا۔ بڑے متقی آدمی تھے۔ کتاب و سنت اور سلفِ صالح کے طریقے کو مضبوطی سے کاربند رہنے والے تھے۔ آپؒ کی وفات جمعہ کی رات 04 رمضان 992ھ (1584ء) میں احمد آباد میں ہوئی اور وہیں آپؒ دفن ہیں۔ (69)

16۔ شیخ احمد بن خلیل بیجا پوریؒ

ساتویں دور کے علما و محدثین میں شیخ احمد بن خلیل بیجا پوریؒ بھی ہیں۔ ''نزهة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ الفاضل، احمد بن خلیل بیجا پوریؒ عالم اور محدث ہیں۔ آپؒ نے علوم ہندوستان کے اساتذہ سے پڑھے۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا۔ حج و زیارت سے مستفید ہوئے اور وہاں اپنے زمانے کے آئمہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر ہندوستان تشریف لائے اور سلطان عادل شاہ بیجاپوری کے پاس قیام فرما رہے۔ آپؒ کا انتقال عیدالفطر کی رات 980ھ (1573ء) میں بلگام کے قریب ایک بستی ''کندرکی'' میں ہوا۔ آپؒ کے شاگردوں نے آپؒ کی تاریخ وفات لفظ ''فرشتہ'' (980) سے نکالی ہے۔ (70)

17۔ شیخ ابراہیم بن احمد بغدادیؒ

ساتویں دور کے علما و محدثین میں شیخ ابراہیم بن احمد بغدادیؒ بھی ہیں۔ ''نزهة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم کبیر، ابراہیم بن احمد بن حسن شریف حسنی بغدادی۔ اپنے زمانے کے مشہور مشائخ میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے اپنے دادا سے علوم حاصل کیے اور اپنے والد کی زندگی میں ہی ہندوستان تشریف لے آئے۔ اور اس پورے علاقے کی سیاحت کی۔ پھر شہر کالپی میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں درس و افادے کا سلسلہ شروع کیا۔ آپؒ زیادہ تر علم تفسیر میں ''تفسیر معالم التّنزيل'' اور علم حدیث میں ''جامع الاُصول''، ''صحيح بخاری'' اور ''سنن ابو داؤد'' کی درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ایسے ہی علم تصوف میں ''العوالم الجنيدی'' اور ''الملهمات القادريه'' پڑھاتے تھے۔ آپؒ سے علوم حاصل کرنے والوں میں شیخ نظام الدین بن سیف الدین علوی کاکورویؒ اور بہت سے علما اور مشائخ ہیں۔'' (71)

www.rahimia.org

18۔ شیخ احمد بن عبدالملک لاہوریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ احمد بن عبدالملک لاہوریؒ بھی ہیں۔ ''نزهة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، فاضل احمد بن عبدالملک حنفی، لاہوریؒ۔ آپؒ علم حدیث اور علم فقہ کے مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے بعض درسی کتابیں شیخ منصور لاہوریؒ سے پڑھیں اور زیادہ تر کتابیں شیخ عبداللہ بن شمس الدین سلطان پوریؒ سے پڑھیں اور ان کے ساتھ لاہور تشریف لائے اور وہیں پر سکونت اختیار کی۔ آپؒ فقر و فنا، زہد و تقویٰ اور شریعت پر استقامت رکھنے والے عالم ربانی تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ لاہور میں جاری رہا۔ آپؒ کا انتقال جمعہ کے دن 10/محرم 966ھ (1558ء) میں ہوا۔'' (72)

19۔ شیخ علاؤالدین احمد بن محمد نہروالیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ احمد بن محمد نہروالیؒ بھی ہیں۔ ''نزهة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث احمد بن محمد بن قاضی خان بن بہاؤالدین بن یعقوب بن اسماعیل بن علی بن قاسم بن محمد بن ابراہیم بن اسماعیل عدنی خرقانی ابوالعباس علاؤالدین احمد نہروالی گجراتی۔ آپؒ مفتی قطب الدین محمد نہروالی مفتیٔ مکہؒ کے والد ہیں۔ آپؒ کے اجداد میں قاضی خان ''فتاویٰ قاضی خان'' کے مصنف نہیں ہیں، بلکہ یہ ''علمائے نہروالا'' میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 870ھ (1466ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے علاقے میں ہی علومِ فاضلہ مشائخ کی ایک جماعت سے حاصل کیے۔ پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں علومِ حدیث شیخ عزالدین عبدالعزیز بن نجم الدین اور ائمہ حدیث کی ایک جماعت سے حاصل کیے۔ آپؒ کو ''صحیح بخاری'' کی ایک سندِ عالی بھی حاصل ہے، جو انھوں نے حافظ نورالدین ابوالفتوح احمد بن عبداللہ طاؤسیؒ سے حاصل کی تھی، (جو کہ معمرین کا سلسلۂ مشائخ رکھتے ہیں)۔

شیخ علاؤالدین صالح، متقی اور پرہیزگار علما میں سے تھے۔ آپؒ نے مکہ مکرمہ کے مدرسہ احمد شاہ گجراتی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپؒ کی وفات 949ھ (1542ء) میں مکۃ المکرّمہ میں ہوئی۔ (73)

20۔ مولانا اسماعیل نقشبندی لاہوریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں مولانا اسماعیل نقشبندیؒ بھی ہیں۔ ''نزهة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ علامہ اسماعیل نقشبندی لاہوریؒ۔ آپؒ علم حدیث اور علم فقہ کے مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے شیخ سیف الدین احمد شہید ہرویؒ اور شیخ جمال الدین عطاء اللہ حسینی محدث سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ کا انتقال 980ھ (1572ء) میں لاہور میں ہوا۔'' (74)

www.rahnima.org

21۔ قاضی برہان الدین گجراتیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں قاضی برہان الدین گجراتیؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ عالم، محدث، فقیہ قاضی برہان الدین نہروالی، گجراتیؒ۔ مشہور اساتذہ میں سے ایک ہیں۔ گجرات میں سب سے پہلے آپؒ ہی کے ذریعے سے علوم پھیلے۔ آپؒ امام شہاب الدین گجراتی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ نے ایک طویل مدت تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ بے شمار علما نے آپؒ سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ کا انتقال 900ھ (1495ء) کے بعد کسی سن میں ہوا۔'' (75)

22۔ شیخ بلال محدث سندھیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ بلال محدث سندھیؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم کبیر، محدث، بلال تلہٹی، سندھیؒ۔ آپؒ علم تفسیر اور علم حدیث کے مشہور علما میں سے ایک تھے۔ ہمیشہ درس و تدریس اور افادہ میں مشغول رہے۔ آپؒ انتہا درجہ زاہد، متقی، شریعتِ مطہرہ اور کتاب و سنت پر استقامت سے عمل کرنے والے تھے۔ آپؒ کے بہت سے کشف و کرامات کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپؒ کا انتقال 909ھ (1503ء) میں ہوا۔'' (76)

23۔ شیخ بہاؤالدین عمری جونپوریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ بہاؤالدین عمری جونپوریؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، فقیہ، محدث، بہاؤالدین بن خلق اللہ بن مبارک، بن احمد، بن ابوالخیر بن نصر اللہ بن محمود بن محمد بن شیخ حمیدالدین عمری، ناگوری، ثم جونپوریؒ۔ آپؒ طریقۂ چشتیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ آپؒ شہر جونپور میں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ شیخ محمد بن عیسیٰ جونپوریؒ سے تعلیم حاصل کی۔ علومِ عالیہ پر آپؒ نے بہت زیادہ توجہ کی۔ شیخ حامد شاہ مانک پوریؒ سے سلسلۂ طریقت حاصل کیا۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا اور تیس سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ آپؒ کی عمر سو سال کے قریب ہوئی۔ آپؒ نے علم حدیث مکہ مکرمہ میں حاصل کیا۔ آپؒ کی سندِ حدیث بڑی عالی ہے۔ آپؒ نے نقشبندی سلسلہ بھی شیخ کمال الدین اسماعیل شیروانی سے حاصل کیا اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔ جب کہ شیخ کمال الدین اُن لوگوں میں سے ہیں، جنھوں نے حضرت خواجہ عبیداللہ اَحرار سے سلسلۂ نقشبندیہ حاصل کیا۔ آپؒ ہر وقت حدیث کی کتابوں کے مطالعے میں مشغول رہتے تھے۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''ارشاد السالکین''، تصوف کے علم میں بڑی مفید کتاب ہے۔ آپؒ کا انتقال 04/ رمضان 911ھ (1506ء) میں ہوا۔'' (77)

www.rahimia.org

24۔ شیخ رفیع الدین محدث شیرازیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ رفیع الدین محدث شیرازیؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث، رفیع الدین بن مرشدالدین حسینی، صفوی، شیرازی، ثم الہندی اکبرآبادیؒ۔ آپؒ ہندوستان کے مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوائیؒ سے علوم حاصل کیے۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپؒ نے علم حدیث شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی مصری، مصنف ''الضّوء اللامع'' سے پڑھا۔ اور ایک زمانے تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر ہندوستان تشریف لائے اور سلطان سکندر بن بہلول لودھی کے زمانے میں آگرہ میں داخل ہوئے۔ سلطان نے آپؒ کا بہت اعزاز و اکرام کیا۔ تو آپؒ نے آگرہ میں قیام فرمایا۔ سلطان آپؒ کو ''حضرت عالی'' کے لقب سے مخاطب کیا کرتا تھا۔ آپؒ کا انتقال آگرہ میں 954ھ (1547ء) میں ہوا۔'' (78)

25۔ شیخ جلال الدین حسینی بدایونیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ جلال الدین حسینی بدایونیؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''سید شریف جلال الدین بدایونی حسینی عالم، محدث۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش شہر ''بدایون'' میں ہوئی۔ پھر آپؒ نے دہلی کا سفر کیا اور شیخ عبداللہ بن الٰہ داد عثمانی تلمبی سے حکمت اور منطق کا علم پڑھا۔ پھر آگرہ تشریف لے گئے اور شیخ رفیع الدین محدث صفوی شیرازیؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر واپس بدایون تشریف لائے اور تمام عمر درسِ حدیث دیتے رہے۔ آپؒ سے علوم حاصل کرنے والوں میں شیخ عبداللہ بدایونی، میر عدل شیخ محمد امروہویؒ اور بہت سے علما ہیں۔'' (79)

26۔ شیخ جمال الدین برہان پوریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ جمال الدین برہان پوریؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، صالح، جمال الدین برہان پوری محدث، مدرس۔ آپؒ شہر برہان پور میں شیخ ابراہیم بھکریؒ کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ جب شیخ طیب بن یوسف سندھی محدث شہر برہان پور میں تشریف لائے اور سندھی پورہ میں قیام فرمایا، جو کہ مسجد شیخ ابراہیم سے ایک میل کے فاصلے پر ہے، تو شیخ جمال نے ان کے آنے کو غنیمت جانا اور اپنے آپ کو ان کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ آپؒ روزانہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، حال آں کہ لوگوں میں آپؒ بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ آپؒ نے ان سے ''صحیح بخاری'' اول سے آخر تک پڑھی۔ آپؒ کا انتقال شہر برہان پور میں ہوا اور شیخ ابراہیم کے قریب دفن

ہوئے۔'' (80)

27۔ شیخ جمال محمد گجراتی ثم برہان پوریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ جمال محمد گجراتیؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث جمال محمد بن ملک چاند گجراتی، المشہور ''جمّو جی''۔ آپؒ گجرات کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش وہیں پر ہوئی۔ آپؒ نے علوم پڑھے اور حرمین شریفین کا سفر کیا۔ آپؒ کے ساتھ اس سفر میں گجرات کے معززین میں سے محمود، عبداللہ، عبدالقادر اور محمد حسن وغیرہ تھے۔ آپؒ نے وہاں حج کیا اور زیارات سے مشرف ہوئے اور پھر ہندوستان واپس تشریف لائے۔ اور ایک زمانے تک گجرات میں قیام فرمایا۔ پھر برہان پور چلے گئے اور وہاں بھی درس و تدریس کی مسند آباد کی۔ آپؒ علم تفسیر اور علم حدیث میں بڑے ماہر عالم تھے۔ روزانہ صبح سے شام تک درس ارشاد فرماتے تھے۔ آپؒ کا انتقال شہر برہان پور میں 998ھ (1559ء) میں ہوا۔'' (81)

28۔ شیخ رُکن الدین سندھیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ رکن الدین سندھیؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، فاضل، رکن الدین، حنفی، ٹھٹھوی، سندھیؒ المشہور ''مٹھو''۔ آپؒ علم حدیث اور علم فقہ کے ماہر علما میں سے ایک تھے۔ آپؒ نے شیخ بلال محدث تلہٹیؒ سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ کی بہت سی تصنیفات ہیں، جن میں ''شرح الاربعین''، ''شرح علی خلاصۃ الکیدانی'' اور دیگر رسائل ہیں۔ آپؒ کا انتقال 944ھ (1537ء) میں شہر ٹھٹھہ میں ہوا اور قبرستان ''مکلی'' میں دفن ہوئے۔'' (82)

29۔ شیخ سعدالدین لاریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ سعدالدین لاریؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث، سعدالدین لاری ثم ہندی مندویؒ۔ آپؒ اپنے زمانے میں شیخ المحدثین اور شیخ المفسرین تھے۔ آپؒ کا انتقال 11/ جمادی الاولیٰ 902ھ (1497ء) میں مندو شہر میں ہوا۔ آپؒ کے انتقال سے لوگوں پر غم کے بادل چھا گئے۔ آپؒ کا تذکرہ محمد قاسم (فرشتہ) نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔'' (83)

30۔ شیخ قاضی شکراللہ سندھیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ قاضی شکراللہ سندھیؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، فقیہ، قاضی شکراللہ بن وجیہ الدین بن نعمت اللہ بن عرب شاہ بن میرک شاہ بن محدث

جمال الدین حسنی، دمشقی، شیرازی، ثم ٹھٹھوی، سندھیؒ۔ آپؒ علم فقہ، علم اصول اور عربی کے مشہور علما میں سے تھے۔ آپؒ ہرات سے 907ھ(1502ء) میں قندھار تشریف لائے اور 927ھ(1521ء) میں سندھ کے مشہور شہر ٹھٹھہ میں تشریف لائے۔ اور شاہی بیگ (کے حکمران خاندان) کے زمانے میں منصب ِ قضا پر فائز رہے۔ دو سال تک آپؒ اس منصب پر کام کرتے رہے۔ آپؒ فقیہ، محدث اور متقی آدمی تھے۔ منصبِ قضا میں عمدہ سیرت کے حامل تھے۔ لوگوں پر آپؒ کا بڑا رعب تھا۔ اس حوالے سے بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہیں رکھتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ سندھ کے حکمران شاہ حسن بن شاہی بیگ نے ایک تاجر سے کچھ گھوڑے خریدے اور ان کی قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا تو تاجر نے انھی قاضی صاحبؒ کی عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ قاضی نے حکم دیا کہ سلطان اس کے سامنے حاضر ہو اور جہاں تاجر کھڑا ہے، اس کے برابر میں آکر کھڑا ہو۔ دونوں کی بات سن کر قاضی نے تاجر کے حق میں فیصلہ کردیا۔ تو سلطان نے تاجر کی قیمت ادا کرکے اُسے راضی کرلیا۔ پھر قاضی صاحبؒ اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنی عادت کے مطابق سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان نے اپنے پاس بٹھایا اور قاضی صاحب کو اپنے پاس موجود خنجر دکھایا اور ان سے کہا کہ: ''میں آپ کی عدالت میں اس لیے حاضر ہوا کہ اگر میرے ڈر سے آپ نے حق کے خلاف فیصلہ کیا تو میں آپ کو قتل کردوں۔'' قاضی صاحبؒ نے بھی اپنی مسند کے نیچے سے تلوار نکالی اور سلطان سے کہا کہ: ''یہ تلوار میں نے اس لیے رکھی تھی کہ اگر تم اپنی حد سے تجاوز کرو تو میں تمھیں قتل کردوں۔'' اس پر سلطان بہت خوش ہوا۔ سلطان کی جانب سے قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لینا بھی قاضی صاحب کے امتحان کے لیے تھا۔ پھر ایک زمانے کے بعد قاضی صاحب نے منصبِ قضا سے استعفیٰ دے دیا اور لوگوں سے علاحدگی اختیار کرکے اپنے گھر میں تنہا رہنے لگے۔ میر قانع (ٹھٹھویؒ) نے اپنی کتاب ''تحفۃُ الکِرام'' میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔'' (84)

31۔ شیخ ملا شنگرف گنائی کشمیریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ ملا شنگرف گنائی کشمیریؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، فاضل، ملا شنگرف گنائی کشمیریؒ۔ آپؒ نے حضرت بابا عثمان گنائی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش کشمیر میں ہوئی۔ آپؒ نے علوم اپنے علاقے کے اساتذہ سے پڑھے۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپؒ نے علم حدیث شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی، شافعی، مکیؒ سے حاصل کیا۔ پھر کشمیر واپس لوٹے اور درس و افادہ کا سلسلہ شروع کیا۔ بعض کشمیریؒ مشائخ نے وہ نسخہ دیکھا ہے، جس میں کتاب ''اسماء الرجال'' کی پشت پر شیخ ابن حجر (مکیؒ) نے اپنے

خط سے آپؒ کو اجازت دی تھی۔ اس کا تذکرہ ''**تاریخِ اعظمی**'' میں موجود ہے۔ (85)

32۔ سید شیخ بن عبداللہ حضرمی احمد آبادیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں سید شیخ بن عبداللہ حضرمیؒ بھی ہیں۔ ''**نزھۃ الخواطر**'' میں ہے:

''شیخ کبیر، سید شیخ بن عبداللہ عیدروس، حسینی، حضرمی احمد آباد والے۔ تمام شہروں اور علاقوں میں آپؒ سے نفع اٹھانے والے بہت لوگ ہیں۔ شلیؒ نے ''**المشرع الروی**'' میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ''ان کی پیدائش ''تریم'' میں ہوئی اور انھوں نے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اور علوم حاصل کرنے میں مشغول ہوگئے۔ آپؒ نے اپنے والد اور امام شہاب الدین بن عبدالرحمٰنؒ اور شیخ عبداللہ بن محمد باقشیرؒ سے علوم حاصل کیے۔ پھر یمن کا سفر کیا اور بندرِ عدن میں داخل ہوئے۔ وہاں انھوں نے شیخ محمد بن عمر باقضام وغیرہ سے علوم حاصل کیے۔ پھر اپنے والد کے ساتھ حجاز تشریف لائے اور حج کیا۔ اور یہاں شیخ ابوالحسن بکریؒ سے علوم حاصل کیے۔ پھر اپنے والد کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے، پھر واپس اپنے شہر ''تریم'' لوٹے۔ پھر 941ھ (1535ء) میں دوسرا حج کیا اور مکہ مکرمہ میں تین سال تک علم کی طلب اور عبادت کے حصول کے لیے ٹھہرے رہے۔ اس دوران شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمیؒ، علامہ عبداللہ بن احمد فاکہیؒ، ان کے بھائی عبدالقادرؒ، علامہ عبدالرؤف اور علامہ محمد بن خطاب مالکی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان تمام مشائخ کی صحبت سے تفسیر، حدیث، فقہ، عربی ادب، تصوف وغیرہ علوم میں مہارت حاصل کی۔ پھر زبید تشریف لے گئے اور حافظ عبدالرحمٰن بن دیبعؒ سے اجازت حاصل کی۔ آپؒ کو بہت سے مشائخ سے علم حدیث کی اجازتِ عامہ حاصل ہے۔ آپؒ ہندوستان میں 958ھ (1551ء) میں تشریف لائے اور احمد آباد میں وزیر عمادالملک کے پاس ٹھہرے۔ یہاں انھوں نے اپنے آپؒ کو لوگوں کے نفع اور درس و تدریس کے لیے وقف کردیا۔ آپؒ سے علوم حاصل کرنے والوں میں آپؒ کے بیٹے عبدالقادرؒ، پوتے محمد بن عبداللہ سورتی وغیرہ ہیں۔ آپؒ کی علم حدیث اور علم تصوف میں کئی تصانیف ہیں۔ بتیس سال آپؒ احمد آباد میں قیام فرما رہے۔ آپؒ کا انتقال ہفتے کی رات 25/ رمضان 990ھ (1582ء) میں احمد آباد (گجرات) میں ہوا۔ (86)

33۔ مولانا شیخ ضیاء الدین مدنی کاکورویؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں مولانا شیخ ضیاء الدین مدنیؒ بھی ہیں۔ ''**نزھۃ الخواطر**'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث ضیاء الدین حسینی، مدنی، مدفون کاکوری۔ آپؒ علم حدیث، لغت اور نحو کے مشہور علما میں سے ایک تھے۔ آپؒ ہندوستان تشریف لائے اور دارالحکومت دہلی میں دو سال قیام فرما رہے۔ پھر

سرزمین اَوَدھ کی طرف سفر کیا اور لکھنؤ سے نو میل دور ''کاکوری'' میں داخل ہوئے اور وہاں پانچ سال چار مہینے قیام فرما رہے۔ اسی جگہ درس و افادہ کا سلسلہ جاری رہا۔ آپؒ سے علم حدیث حاصل کرنے والوں میں شیخ نظام الدین بن سیف الدین علوی کاکورویؒ ہیں۔ انھوں نے آپؒ سے ''صحیح بخاری'' اور ''جامع الاُصول'' پڑھی۔ آپؒ کا انتقال اور تدفین کاکوری میں ہوئی۔'' (87)

34۔ مولانا طیب ٹھٹھوی سندھیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں مولانا طیب ٹھٹھوی سندھیؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث، طیب بن ابوالطیب ٹھٹھوی، سندھیؒ۔ آپؒ مشہور علما میں سے ایک ہیں اور شیخ ہارون کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش سرزمین سندھ میں ہوئی۔ آپؒ نے شیخ مولانا یونس مفتی سندھیؒ سے علوم حاصل کیے اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر آپؒ سرزمین برار کی طرف ہجرت فرما گئے اور شہر ''ایلچ پور'' میں ایک زمانے تک ٹھہرے رہے۔ پھر شیخ طاہر بن یوسف سندھیؒ کے ہمراہ شہر برہان پور میں تشریف لائے۔ آپؒ نے درس و افادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپؒ سے بعض درسی کتابیں پڑھنے والوں میں (مسیح الاولیا) شیخ عیسیٰ (جندی) بن قاسم سندھیؒ (بھتیجے شیخ طاہر بن یوسف سندھی محدثؒ) بھی ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''مشکوۃ المصابیح'' پر تعلقاتِ مفیدہ اور ''رسالۂ غوثیہ'' کی ایک شرح بھی ہے۔ آپؒ کا انتقال 993ھ (1585ء) میں ہوا۔ (88)

35۔ مولانا عباس سندھیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں مولانا عباس سندھیؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، فاضل، عباس بن جلال پاتری، سندھیؒ۔ فضل و کمال کے حامل مشہور مشائخ میں سے ایک ہیں۔ آپ کی پیدائش اور پرورش سندھ کی ایک بستی ''پاتر'' میں ہوئی۔ اور وہاں سے 947ھ (1540ء) میں آپؒ بھکر کے قریب ایک بستی ''دھنکور'' میں منتقل ہوگئے۔ آپؒ نے وہاں ایک عرصہ قیام کیا اور درس و افادہ میں مشغول رہے۔ آپؒ بڑے عالم، قناعت پسند، پاک دامن اور فقہ، حدیث اور تفسیر کے بڑے ماہر تھے۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں قاضی عبدالسلام سندھیؒ اور بہت سے علما ہیں۔ آپ کا انتقال 998ھ (1589ء) میں ہوا۔ آپؒ کی عمر 96 سال تھی۔ جیسا کہ ''مآثر الکرام'' میں لکھا ہے۔'' (89)

36۔ شیخ ابوالقاسم عبدالعزیز گجراتی المعروف آصف خانؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ ابوالقاسم عبدالعزیز گجراتی المعروف ''آصف خانؒ'' بھی ہیں۔

مولانا عبدالحئ حسنیؒ ''نزھة الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

''الوزیر الکبیر، ابوالقاسم عبدالعزیز بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن شاہو بن تکودر بن جام نندہ (نظام الدین) سندھی، گجراتی، الشہید السعید، المسند العالی، آصف خانؒ۔ آپؒ مملکتِ گجرات کے وزیر اعظم تھے۔ آپؒ کی پیدائش 12/ ربیع الاول 907ھ (1401ء) میں ''جنانیر'' (محمد آباد) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے والد کی گود میں پرورش پائی اور مختلف علوم صرف، نحو، معانی اور علم بیان کے حصول میں مشغول ہوئے۔ پھر قاضی برہان الدین نہروالی سے علومِ شرعیہ پڑھے۔ ان علوم میں علوم الحدیث بھی شامل ہیں۔ پھر علومِ منطق، حکمت اور اصول وطب علامہ جلال الدین محقق دوانی کے شاگردوں سے پڑھے۔ پھر ہمیشہ فضل وکمال کے مراتب تک پہنچتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آپؒ پر اعزاز واکرام کی بہت سی بشارتیں ظاہر ہوئیں۔ حتیٰ کہ سلطان بہادر شاہ گجراتی نے آپؒ کو اپنے لیے منتخب کرلیا اور انھیں وزیر اعظم بنا دیا۔

شیخ عبدالعزیزؒ نے تقریباً دس سال کا عرصہ حرمین شریفین، خاص طور پر مکہ مکرمہ میں بسر کیے اور اس عرصے کے معمولات بیان کرتے ہوئے علامہ ابن حجر (ہیثمی) مکیؒ ان کے مناقب میں لکھے گئے اپنے ایک رسالے میں لکھتے ہیں:

''انھوں نے مکہ مکرمہ میں دس سال سے زیادہ عرصہ گزارا، اس عرصے میں ہمیں نہیں معلوم کہ انھوں نے بغیر کسی عذر کے مسجد حرام میں امام کے ساتھ نماز باجماعت چھوڑی ہو۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپؒ ہر وقت قرآنِ حکیم کی تلاوت، فقہ، تفسیر، حدیث اور علومِ الٰہیہ کی کتابوں کے مطالعے میں مصروف رہتے تھے۔ آپؒ کے پاس فقہا اور علما کا ایک مجمع رہتا تھا، جن سے آپؒ مشکل علمی مباحث پر بحث کرتے تھے۔ خاص طور پر کتبِ تفسیر، اصولِ فقہ اور فقہ، نیز علم حدیث میں ''بخاری''، ''مسلم'' اور صحاحِ ستہ اور ان کی شروحات اور حواشی پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا۔ یہاں تک کہ ان کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں خوب علم پھیلا۔ اس عرصے میں طلبا ان کے اردگرد جمع رہتے اور علمی دقائق کے حوالے سے بحث کرتے۔''

اس کے لیے انھوں نے (حرمِ مکہ میں) ''باب العمرۃ'' کے قریب ایک مدرسہ بنایا اور وہاں شیخ عزالدین عبدالعزیز زمزمی اور شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکیؒ وغیرہ علمائے مکہ کو تدریس کے لیے مقرر کیا۔ آپؒ کو ربیع الاول 961ھ (1554ء) کے شروع میں شہید کردیا گیا۔'' (90)

37۔ مولانا عبدالعزیز ابوہری سندھیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں مولانا عبدالعزیز ابوہریؒ بھی ہیں۔ ''نزهة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث، عبدالعزیز ابوہری، شیخ عمادالدین کاہانی سندھیؒ۔ علم حدیث اور علم فقہ کے مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے ایک طویل مدت تک مدرسہ شاہ رخ مرزا، مدرسہ سلطانیہ اور شہر ہرات میں خانقاہ اخلاصیہ میں درس دیا۔ آپؒ نے میر نظام الدین علی شیر کے لیے ''مشکوۃ المصابیح'' کی

ایک شرح لکھی۔ اور جب 928ھ (1522ء) میں ایران کے شہروں میں بڑا فتنہ برپا ہوا اور اسماعیل بن حیدر صفویؒ نے خروج کیا تو آپؒ نے ہرات سے منتقل ہوکر جام فیروز (بن جام نظام الدین المعروف جام نندہ) کے زمانے میں سندھ کی سرزمین میں داخل ہوئے اور سیوستان کے اطراف کی ایک بستی ''کاہان'' میں قیام کیا۔ آپؒ کے پاس بہت سے طلبا حاضر ہوئے اور آپؒ سے بہت زیادہ علما نے علم حاصل کیا۔ درسی کتب پر آپؒ کے بہت سے حواشی ہیں۔ مجھے آپؒ کا سن وفات معلوم نہیں ہوسکا۔'' (91)

38۔ شیخ عبدالمعطی باکثیر مکیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ عبدالمعطی باکثیر مکیؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، کبیر، محدث، عبدالمعطی بن حسن بن عبداللہ باکثیر مکی، ثم ہندی، احمد آبادیؒ۔ علمائے محدثین میں سے ایک ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 905ھ (1500ء) میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپؒ نے وہیں پرورش پائی۔ علما و فضلا کی ایک جماعت سے علم معقول و منقول حاصل کیا۔ بہت سے علوم پر آپؒ کو عبور حاصل تھا۔ آخر زمانے میں ہندوستان تشریف لائے اور یہاں قیام پذیر رہے۔ آپؒ کے مشائخ میں شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ ہیں، اس لیے کہ انھوں نے اِن سے ''صحیح بخاری'' اپنے والد کی قرأت کے ساتھ سماعت کی ہے۔ شیخ زکریا انصاریؒ ''صحیح بخاری'' بخاری کی روایت شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی سے کرتے ہیں۔ جب آپؒ کی یہ سندِ عالی اس زمانے میں مشہور ہوئی تو آپؒ کے اِردگرد لوگوں کا ہجوم جمع ہوگیا، جو یہ سندِ عالی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

آپؒ کی تصانیف میں ''کتاب اسماء رجال البخاری'' ہے، جس میں انھوں نے اس کتاب میں مذکور تمام وہ راوی، جو بخاری کے شیخ سے لے کر راویٔ حدیث صحابی تک ہیں، کا تذکرہ کیا ہے۔ آپؒ نے ایک ضخیم جلد لکھی، لیکن یہ کتاب مکمل نہیں ہوسکی۔ اگر یہ مکمل ہوجاتی تو کم از کم دو جلدوں میں ہوتی اور اس علم میں یہ ایک مفید کتاب ہے۔ آپؒ کا انتقال منگل کی رات 27/ ذی الحج 989ھ (22/ جنوری 1582ء) کو احمد آباد میں ہوا اور وہیں پر دفن ہوئے۔'' (92)

39۔ شیخ عبدالملک گجراتیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ عبدالملک گجراتیؒ بھی ہیں۔ ''نزھۃ الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث، عبدالملک بیانی، عباسی، احمد آبادیؒ۔ بڑے علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش احمد آباد میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے بھائی قطب الدین عباسی گجراتی سے علوم حاصل کیے۔ ان سے علم حدیث بھی حاصل کیا، جب کہ انھوں نے شیخ شمس الدین بن محمد سخاوی، مصری مصنف

www.rahimia.org

''الضوء اللامع'' سے علم حدیث پڑھا تھا۔

شیخ عبدالملک بڑے ذہین وفطین اور تیز طبیعت آدمی تھے۔ آپؒ کو علم فقہ، علم حدیث، تفسیر اور عربی ادب پر بڑا عبور حاصل تھا۔ آپؒ قرآنِ حکیم اور ''صحیح بخاری'' کے الفاظ اور معانی کے حافظ تھے۔ آپؒ کتاب دیکھے بغیر درس دیا کرتے تھے۔ اپنے زمانے میں توکل اور زہد وتقویٰ کے حوالے آپؒ جیسا کوئی آدمی نہیں تھا۔ آپؒ سے علوم حاصل کرنے والوں میں مولانا کمال الدین محمد عباسی مفتی اُجینؒ بھی ہیں۔ آپؒ کا انتقال 973ھ (1563ء) میں ہوا۔'' (93)

40۔ شیخ عبدالنبی بن احمد بن عبدالقدوس حنفی گنگوہیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ عبدالنبی بن احمد بن عبدالقدوس حنفی گنگوہیؒ بھی ہیں۔

مولانا عبدالحیٔ حسنیؒ ''نزھۃ الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ، عالم، محدث، عبدالنبی بن احمد بن عبدالقدوس حنفی گنگوہیؒ۔ آپؒ ہندوستان کی سرزمین میں مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ کی پیدائش گنگوہ میں ہوئی۔ قرآنِ حکیم، فقہ، عربی ادب اور باقی تمام علوم اپنے شہر میں حاصل کیے۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکیؒ وغیرہ محدثین سے حدیث پڑھی۔ آپؒ نے کئی دفعہ حجاز کا سفر کیا اور وہاں کے مشائخ کی صحبت میں ایک طویل مدت تک رہے۔ یہاں تک کہ محدثین کے مذہب میں رسوخ حاصل کرلیا۔ پھر آپؒ اپنے اہل وعیال کے پاس وطن میں واپس آئے اور یہاں سماع، وجد و رقص، وحدت الوجود اور عرس اور مشائخ صوفیا کی رسومات وغیرہ کی مخالفت شروع کردی۔ آپؒ خالص سنت اور سلف صالحین کے طریقے کی دعوت دیتے تھے اور اس کے لیے بڑے دلائل اور مقدمات پیش کیا کرتے تھے۔ اس پر آپؒ کے والد (شیخ احمد بن عبدالقدوس) اور چچاؤں (شیخ رکن الدین محمد بن عبدالقدوس وغیرہ) نے آپؒ کی مخالفت کی۔ چناں چہ انھیں اللہ کے لیے مخالفین کی جانب سے ایذائیں اور تکلیفیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے انھیں اپنے اہل وعیال اور وطن سے نکال باہر کیا۔

971ھ (1564ء) میں سلطان الہند اکبر بادشاہ نے آپؒ کو بلایا اور ہندوستان کی سرزمین کی صدارت آپؒ کے سپرد کی۔ ایک عرصے تک آپؒ اس منصب پر فائز رہے۔ اکبر بادشاہ آپؒ کے گھر حدیث شریف کی سماعت کے لیے جایا کرتا تھا اور آپؒ کے جوتے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھا کرتا تھا۔ تقریباً دو سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد ابوالفضل اور فیضی دونوں بھائیوں نے اکبر بادشاہ کو ان سے بدگمان کردیا۔ اس پر بادشاہ نے انھیں حرمین شریفین بھیجنے کا فیصلہ کردیا۔ آپؒ حجاز میں ایک عرصے تک قیام فرما رہے، پھر ہندوستان واپس آئے اور سلطان سے درگزر کرنے کی درخواست کی، لیکن راجہ ٹوڈرمل

www.rahinia.org

نے آپؒ کو اذیتیں دے کر شہید کر دیا۔ آپؒ کی تصنیفات میں "**وظائف النّبی فی الأدعیة المأثورہ**"، "**سنن الھدیٰ فی متابعة المصطفٰی**" اور اپنے والد کے رسالے کے ردّ میں "**حرمتِ سماع**" پر ایک رسالہ ہے۔ آپؒ کا انتقال 991ھ (1583ء) میں ہوا۔'' (94)

41۔ شیخ عبدالوہاب اکبر آبادیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ عبدالوہاب اکبر آبادیؒ بھی ہیں۔ "نزھة الخواطر" میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث، عبدالوہاب بن ابوالفتح مکی، اکبر آبادیؒ۔ آپؒ اپنے والد کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور ''شیخ بدا'' کے نام سے معروف تھے۔ آپؒ نے شیخ مبارک بن شہاب گوپاموئیؒ سے علم حاصل کیا، پھر درس و افادے کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپؒ بڑے معزز اور باوقار شیخ تھے۔ عمدہ اَخلاق اور خرچ کرنے والے لوگوں میں سے تھے۔ آپؒ کو قبولیتِ عامہ حاصل تھی۔ آپؒ کا انتقال یکم شعبان 936ھ (1530ء) میں آگرہ میں ہوا۔'' (95)

42۔ شیخ مولانا علی بن ابوعلی طارمیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ مولانا علی بن ابوعلی طارمیؒ بھی ہیں۔ "نزھة الخواطر" میں ہے:

''شیخ، عالم، محدث علی بن ابوعلی طارمیؒ۔ آپؒ نوجوانی کے زمانے میں ہندوستان آگئے تھے اور یہاں ایک زمانے تک قیام پذیر رہے۔ پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ نو سال وہاں قیام کیا اور وہاں اپنے زمانے کے اساتذہ سے علم حاصل کیا اور علم حدیث پڑھا۔ پھر ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔ آپؒ کا انتقال ہندوستان میں ہی 981ھ (1573ء) میں ہوا۔'' (96)

43۔ شیخ مولانا فیروز لاہوریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ مولانا فیروز لاہوریؒ بھی ہیں۔ "نزھة الخواطر" میں ہے:

''سید شریف فیروز بن ابوفیروز حسنی لاہوریؒ۔ آپؒ سلسلۂ علم و طریقت کے لوگوں میں سے ایک تھے۔ آپؒ نے اپنے دادا حضرت شاہ عالم سے علوم حاصل کیے۔ جو کہ دو واسطوں سے شیخ حامد بن عبدالرزاق اُچی کے شاگرد تھے۔ آپؒ علم حدیث، علم تفسیر اور علم فقہ کے ماہر علما میں سے تھے۔ رات دن درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ آپؒ کا انتقال لاہور میں 933ھ (1527ء) میں ہوا۔'' (97)

44۔ شیخ مبارک بنارسیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ مبارک بنارسیؒ بھی ہیں۔ "نزھة الخواطر" میں ہے:

www.rahimia.org

''شیخ، عالم، محدث، مبارک بن ارزانی عمری، بنارسیؒ۔ علم حدیث کے مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ شیر شاہ سوری اور اس کے بیٹے سلیم شاہ کے زمانے میں وزارت کے منصب پر فائز رہے۔ آپؒ نے علم حدیث میں ایک کتاب ''مدارج الأخبار'' لکھی، جسے آپؒ نے ماہِ رجب 952ھ (1545ء) میں تحریر کیا۔ اس کتاب میں امام صغانی کی کتاب ''مشارق الأنوار'' کی احادیث کو ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا۔ آپؒ اصل میں روہتک (ضلع حصار) شہر کے رہنے والے تھے۔ آپؒ کے آباؤاجداد وہاں سے بنارس چلے گئے اور وہاں بنارس شہر کے جنوب میں ''بک ہرہ'' بستی میں قیام فرما ہوئے۔ آپؒ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ کا انتقال 980ھ (1572ء) میں ہوا۔'' (98)

45۔ شیخ قطب الدین محمد بن احمد لاہوری، نہروالی، مکیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ قطب الدین محمد بن احمد نہروالی مکیؒ بھی ہیں۔ ''نزهة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، عالم، علامہ، محدث، مفتی قطب الدین محمد بن علاؤالدین احمد بن محمد بن محمود حنفی، نہروالی، مکی، مصنف ''الإعلام بأعلام بيت الله الحرام''۔ آپؒ علم حدیث اور علم فقہ کے ماہر علما میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش لاہور شہر میں 917ھ (1511ء) میں ہوئی۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا، پھر مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور وہاں خطیب معمر احمد محبّ الدین بن ابوالقاسم محمد عقیلی نویری مکیؒ سے علوم حاصل کیے۔ اور محدث یمن شیخ وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن علی دیبع شیبانی زبیدیؒ، شیخ شہاب الدین احمد بن موسیٰ بن عبدالغفار مغربی، شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن خطاب مالکیؒ اور ان کے والد سے علم حدیث حاصل کیا۔ آپؒ نے سلسلۂ طریقت 939ھ (1532ء) میں شیخ علاؤالدین کرمانی نقشبندیؒ سے حاصل کیا۔ پھر 943ھ (1536ء) میں مصر کا سفر کیا۔ ''صحیح بخاری'' کی آپؒ کی سند اتنی عالی ہے کہ مجھے دنیا میں اس سند سے زیادہ عالی کسی کی سند معلوم نہیں۔ اور وہ یہ کہ شیخ قطب الدین اپنے والد شیخ علاؤالدین نہروالیؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حافظ نورالدین ابوالفتوح احمد بن عبداللہ طاؤسی شیرازیؒ سے، اور وہ شیخ معمر بابا یوسف ہرویؒ سے اور وہ شیخ محمد بن شاد بخت فارسی فرغانی سے اور وہ شیخ ابولقمان یحییٰ بن عمار بن مقبل بن شاہان ختلانیؒ سے اور وہ پوری کتاب کی راویت کرتے ہیں شیخ محمد بن یوسف فربریؒ سے اور وہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں۔

آپؒ کی تصنیفات میں سب سے بہترین کتاب ''الإعلام لأعلام بيت الله الحرام'' ہے، جسے آپؒ نے 985ھ (1577ء) میں تصنیف کیا۔ دیگر تصنیفات میں ''البرق اليماني في فتح العثماني''، ''منتخب التاريخ في التراجم'' وغیرہ ہیں۔ آپؒ کی وفات مکہ مکرمہ میں 990ھ

(1582ء) میں ہوئی اور جنت المعلیٰ میں آپؒ کو دفن کیا گیا۔''(99)

46۔ شیخ علامہ جمال الدین محمد بن عمر بحرق حضرمی گجراتیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ علامہ جمال الدین محمد بن عمر بحرق حضرمیؒ بھی ہیں۔

مولانا عبدالحیؒ حسنیؒ ''نزھة الخواطر'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ، علامہ، محدث، جمال الدین محمد بن عمر بن مبارک بن عبداللہ بن علی حمیری، حضرمی، شافعی، المشہور بحرقؒ۔ آپ محققین علما اور مدققین فضلا میں سے ایک ہیں۔ آپؒ کی پیدائش شعبان 869ھ (1465ء) میں حضرموت شہر میں ہوئی۔ وہیں آپؒ نے پرورش پائی اور وہاں کے علما سے علوم حاصل کیے۔ پھر شہر زبید (یمن) کا سفر کیا اور وہاں کے علما سے علوم حاصل کیے۔ علم حدیث شیخ زین الدین محمد بن عبداللطیف شرجیؒ سے اور اصولِ فقہ فقیہ جمال الدین محمد بن ابوبکر صائغ سے اور سلسلۂ طریقت سید حسین اہدل سے حاصل کیا۔ نیز آپؒ نے شیخ ابوبکر بن عفیف عیدروس، جو اپنے وقت کے قطب تھے، کی صحبت اختیار کی۔ آپؒ نے 894ھ (1489ء) میں حج کیا اور حافظ شمس الدین سخاویؒ سے احادیث کا سماع کیا۔ اس کے بعد (غالباً 918ھ/1512ء میں) آپؒ نے ہندوستان کا ارادہ کیا اور یہاں سلطان مظفر بن محمود بیگرہ (والیٔ گجرات) کے پاس آئے۔ اس نے ان کی بڑی تعظیم کی۔ یہاں آپؒ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ آپؒ کی کافی تصنیفات ہیں۔ آپؒ کا انتقال گجرات میں 20/شعبان 930ھ (1524ء) میں ہوا۔''(100)

47۔ شیخ محمد بن محمد ایجی گجراتیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ محمد بن محمد ایجیؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

''شیخ، علامہ، محدث، مجدالدین، محمد بن محمد گجراتی، المسند العالی خداوند خانؒ۔ آپؒ علم حدیث پر عبور رکھنے والے مشہور علما میں سے ہیں۔ آپؒ محمود شاہ کبیر کے زمانۂ حکومت میں گجرات تشریف لائے۔ اُس نے آپؒ کو بڑی تعظیم دی اور بڑا قریب رکھا۔ آپؒ کو اس نے 917ھ (1511ء) اپنا وزیر بنایا اور ''خداوند خان'' کا لقب دیا۔ چودہ سال آپؒ وزارت کے منصب پر فائز رہے۔ آپؒ ایسے کبار علما میں سے تھے، جنھیں علم حدیث اور علم رجال پر بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپؒ کا انتقال احمد آباد میں محمود شاہ صغیر (سلطان مظفر شاہ بن محمود شاہ) کے زمانے میں ہوا۔''(101)

48۔ شیخ محمد بن محمد مالکی مصری گجراتیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ محمد بن محمد مالکی مصریؒ بھی ہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ہے:

www.rahimia.org

''شیخ، علامہ، جلال الدین محمد بن وجیہ الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن حسن مالکی، مصری، (گجراتی) آپؒ اپنے آباؤ اجداد کی طرح ''ابن سوید'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 06/شعبان 856ھ (1452ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے قرآن حکیم حفظ کیا اور ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں حافظ شمس الدین سخاویؒ سے **''مؤطا''، ''مسند شافعی''، ''سنن ترمذی''** اور **''ابن ماجہ''** وغیرہ پڑھیں۔

پھر آپؒ ہندوستان آئے۔ یہاں آپؒ کی بڑی تعظیم ہوئی۔ سلطان محمود شاہ بیگرہ سے آپؒ کو تقرب حاصل ہوا اور اس نے آپؒ کو **''ملک المحدثین''** کا لقب دیا۔ اس لیے کہ آپؒ کو علم حدیث اور فصاحت و بلاغت کی معرفت حاصل تھی۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے لیے چالیس حدیثیں بیس مشائخ سے جمع کیں اور اس کا نام **''الفتح المبین الھانی لعلوّ سند ملک المحدثین قاضی جلال الدین کنانی''** رکھا۔ مشائخ کی ایک جماعت نے اس پر تقریظ لکھی۔ ان کا انتقال 929ھ (1523ء) میں احمد آباد میں ہوا اور وہیں پر دفن ہوئے۔'' (102)

49۔ شیخ مولانا مفتی محمد لاہوریؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ مولانا مفتی محمد لاہوریؒ بھی ہیں۔ **''نزھۃ الخواطر''** میں ہے:

''شیخ، عالم، کبیر، محدث، مولانا مفتی محمد لاہوریؒ۔ آپؒ کی مہارت اور فضیلت پر علما کا اجماع ہے۔ آپؒ لاہور کے مفتی تھے۔ بہت زیادہ درس وافادہ میں مشغول رہے۔

آپؒ کا طریقہ یہ تھا کہ جب بھی **''صحیح بخاری''** اور **''مشکوٰۃ المصابیح''** ختم فرماتے تو اس موقع پر علما و مشائخ کے لیے دعوت کا اہتمام کرتے اور بہت عمدہ اور لذیذ کھانے، حلوہ جات وغیرہ تیار کراتے تھے۔ جب آپؒ کی عمر 90 سال کی ہوئی تو بڑھاپے کی وجہ سے درس و تدریس کا سلسلہ چھوڑ دیا۔ (ملا عبدالقادر) بدایونی نے اپنی تاریخ میں آپؒ کا تذکرہ کیا ہے۔'' (103)

50۔ شیخ، سلطان، مظفر حلیم بن محمود شاہ بیگرہ گجراتیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ، سلطان، مظفر حلیم گجراتیؒ بھی ہیں۔ **''نزھۃ الخواطر''** میں ہے:

''سلطان، فاضل، عادل، محدث، فقیہ، ابوالنصر، شمس الدین، مظفر شاہ حلیم بن محمود بن محمد بن احمد بن محمد بن مظفر گجراتیؒ۔ آپؒ کو دین و دنیا کی ریاست حاصل تھی اور آپؒ اس کے سربراہ تھے۔ آپؒ کی پیدائش جمعرات کے دن 20/شوال 875ھ (1471ء) میں سرزمین گجرات میں ہوئی۔ آپؒ نے سلطنت کے ماحول میں پرورش پائی۔ اپنے والد کی حکمرانی کے زمانے میں علوم سے سیراب ہوئے۔ آپؒ نے علامہ شیخ

www.rahimia.org

مجدالدین محمد بن محمد ایجی وغیرہ سے علوم پڑھے اور ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ اسی طرح شیخ محدث جمال الدین محمد حضرمی مشہور بحرق سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر جنگی علوم وفنون سیکھے۔ اس طرح اپنے آباؤ اجداد کی طرح علم و ادب اور سیاسی اور عسکری امور میں لیاقت کے حامل ہوئے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد منگل کے دن 03/ رمضان 917ھ (1511ء) میں (گجرات کے) حکمران بنے۔ حکمران بنتے ہی آپؒ نے عدل وسخاوت، جہاد کے غلبے اور سرحدوں کی حفاظت اور علما کے اعزاز واکرام کے لیے کام شروع کیا۔ آپؒ انتہائی متقی، صاحبِ عزیمت اور لوگوں سے درگزر کرنے والے حکمران تھے۔ اسی لیے لوگوں نے آپؒ کا لقب ''حلیم سلطان'' رکھا تھا۔ آپؒ اپنے ہاتھ سے قرآن حکیم لکھتے اور حرمین شریفین بھیج دیتے تھے۔ قرآنِ حکیم کے حافظ تھے۔ اپنے ہر قول اور فعل میں احادیث پر عمل کرتے تھے۔ لوگوں کے حالات کی تحقیق وتفتیش کے لیے لباس بدل کر اپنے محل سے باہر نکلتے اور براہِ راست لوگوں کی مشکلات معلوم کرتے اور انھیں حل کرتے۔

ایک دفعہ انھوں نے فرمایا کہ: ''میں نے اپنے استاذ، مسند العالی، شیخ مجدالدین سے ان کے مشائخ کے تسلسل سے کوئی حدیث ایسی روایت نہیں کی کہ جسے میں نے زبانی یاد نہ کرلیا ہو۔ میں اُس حدیث کی سند اور اس کے راویوں کی نسبت اور ثقاہت کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور کوئی آیت قرآنِ حکیم کی ایسی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احسان سے میں نے اسے حفظ کرلیا۔ اور اس کے معنی اور مفہوم اور اس کے اسبابِ نزول اور علم قرأت وغیرہ کا فہم وشعور حاصل کیا۔ جہاں تک فقہ کی بات ہے تو وہ میرے سامنے ایسے مستحضر ہے کہ مجھے امید ہے کہ میں اس حدیث کا مصداق ہوں: ''**من یرد اللّٰہ بہ خیرا یُفقّھه فی الدین.**'' (اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے، اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔)(104)

اپنی موت سے پہلے انھوں نے فرمایا کہ: ''میں نے تفسیر "**معالم التنزیل**" پڑھنی شروع کی اور اب وہ مکمل ہونے کے قریب ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اس کتاب کو ان شاء اللہ تعالیٰ جنت میں جا کر ختم کروں گا۔'' آپؒ کا انتقال 12/ جمادی الاولیٰ 932ھ (1526ء) میں ہوا۔ آپؒ کا تابوت سرکھیج لے جایا گیا اور وہاں اپنے والد (سلطان محمود شاہ بیگرہ) کے قریب آپؒ کو دفن کیا گیا۔''(105)

51۔ شیخ ہبۃ اللہ بن عطاء اللہ شیرازی گجراتیؒ

ساتویں دور کے علما محدثین میں شیخ ہبۃ اللہ بن عطاء اللہ شیرازیؒ بھی ہیں۔ "**نزھة الخواطر**" میں ہے:

''شیخ، فاضل، علامہ، ہبۃ اللہ بن عطاء اللہ بن لطف اللہ بن سلام اللہ بن روح اللہ حسینی شیرازی المشہور ''شاہ میر''۔ آپؒ بڑے علما میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش شیراز میں ہوئی۔ آپؒ نے

شیخ صدرالدین شیرازیؒ کے اساتذہ سے اُن کے ساتھ شریک ہوکر علوم حاصل کیے۔ اور علم حدیث اپنے نانا حافظ نورالدین ابوالفتوح طاوٗسیؒ سے حاصل کیا اور انھی سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ پھر آپؒ نے بڑے ولی شیخ ددہ عمر روشنی، خلوتی، آئیدھنی، ثم تبریزیؒ متوفی تبریز کی صحبت اختیار کی۔ آپؒ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ترکی زبان میں آپؒ کے بڑے اشعار ہیں۔ پھر 898ھ (1493ء) میں شیخ ہبۃ اللہ سلطان محمود شاہ کبیر کے زمانۂ حکومت میں گجرات تشریف لائے اور ''جنانیر'' میں قیام فرمایا۔ علم حاصل کرنے والے آپؒ پر ٹوٹ پڑے اور دور دراز سے آ کر انھوں نے آپؒ سے علم حاصل کیا۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''لوامع البرھان فی قِدمِ القرآن''، ''رسالۃ فی اصول الحدیث'' اور ''رسالۃ فی المسلسلات'' وغیرہ ہیں۔'' (106)

مترجم عرض کرتا ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے فصل (3) میں ساتویں دور (855ھ / نومبر 1451ء تا 987ھ / 1579ء) کے علما و محدثین کا مختصر تذکرہ فرمایا ہے۔ دستیاب کتابوں کی مدد سے اس دور کے دیگر علما و محدثین کے تذکرے کا ہم نے اضافہ کیا ہے۔ مزید تحقیق کے بعد اس دور کے علما و محدثین کی فہرست میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ہندوستان میں علم حدیث کا فروغ زیادہ تر اسی دور میں ہی ہوا ہے۔ جیسا کہ مولانا سندھیؒ نے بھی مقالے کی ابتدا میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مترجم}

☆☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

حواشی و حوالہ جات

1۔ قریش کے بارہ خلفا کے بارے میں ایک حدیث آتی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''**لایزال الإسلام عزیزا إلی إثنی عشر خلیفةً ... کلهم من قریش**'' ۔ (رواہ مسلم، حدیث نمبر 4708، طبع بیروت) کہ ''اسلام اس وقت تک ہمیشہ غالب رہے گا، جب تک کہ بارہ خلیفہ رہیں گے۔ اور وہ تمام کے تمام قریش سے ہوں گے۔'' اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''**لایزال هٰذا الدین عزیزاً منیعًا إلی إثنی عشر خلیفة... کلهم من قریش**'' (رواہ مسلم حدیث نمبر 4710، طبع بیروت) ''ہمیشہ یہ دین زبردست اور غالب رہے گا۔ جب تک بارہ خلفا ہوں گے۔ اور وہ تمام قریش سے ہوں گے۔''
مولانا سندھیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ''التمهید'' میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: ''ان بارہ خلفا سے مراد درجِ ذیل خلفا ہیں: (1) حضرت ابوبکر صدیقؓ، (2) حضرت عمر فاروقؓ، (3) حضرت عثمان ابن عفانؓ، (4) حضرت علی کرم اللہ وجہہ، (5) حضرت امیر معاویہؓ (حضرت حسنؓ سے صلح کے بعد) (6) عبدالملک ابن مروان اُموی (حضرت عبداللہ ابن زبیر کے بعد)، (7) ولید ابن عبدالملک اُموی، (8) سلیمان ابن عبدالملک اُموی، (9) عمر بن عبدالعزیز اُموی، (10) منصور عباسی، (11) مہدی عباسی، (12) ہارون الرشید عباسی (متوفی 193ھ)۔ ان بارہ خلفا کے زمانے میں اسلام مضبوط اور مستحکم رہا۔ ان کے درمیان کے باقی حکمرانوں اور بعد کے حکمرانوں کے زمانے میں انتشار اور کمزوری رہی۔ ان بارہ خلفا کا زمانہ تقریباً دوسو سال کا بنتا ہے۔ (دیکھئے **التمهید لتعریف ائمة التجدید. سبیل الرشاد** ۔ص19-318۔ طبع: **لجنة احیاء الأدب السندهی بجامشورو**)

2۔ ایضاً۔ ص:106 تا 108۔

3۔ **سُبحة المرجان. الفصل الثانی فی ذکر العلماء انار الله براهینهم.** از علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ۔ ص:26۔
نیز دیکھئے! **کتاب المغنی فی ضبط الأسماء لرواة الأنباء، حرف الصاد المهمله**۔ تالیف: شیخ محمد طاہر پٹنی۔ ص:174۔ طبع: الرحیم اکیڈمی، کراچی۔

4۔ **تهذیب التهذیب**۔ تالیف: حافظ ابن حجر عسقلانی۔ ج:01۔ ص:279۔ طبع: **دار الحدیث، القاهره**۔ 1401ھ۔

5۔ **نزهة الخواطر**۔ ج:01۔ ص:64-63۔ طبع: مکتبہ دار العرفات، دائرہ شیخ علم اللہ رائے بریلی، ہندوستان۔

6۔ **تذکرة الحُفّاظ**. تالیف: امام شمس الدین ذہبیؒ۔ ج:01۔ ص:172۔ طبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

7۔ **تهذیب التهذیب**۔ تالیف: حافظ ابن حجر عسقلانی۔ ج:07۔ ص:297 تا 299۔ طبع: دار الحدیث القاہرہ۔ 1401ھ۔

8۔ نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا عبدالحئی حسنیؒ۔ ج:01۔ ص:81۔ طبع: مکتبہ دار العرفات، دائرہ شیخ علم اللہ رائے بریلی، ہندوستان۔

9۔ ایضاً۔ ج:01۔ ص:104۔

10۔ **تهذیب التهذیب**. ج:06۔ ص:20-519۔ طبع: دار الحدیث، القاہرہ۔

11۔ **تاریخ بغداد**۔ از خطیب بغدادی۔ ج:08۔ ص:91-90۔ طبع: **دار الکتب العلمیه، بیروت**۔

12۔ ایضاً۔ ج:08۔ ص:372۔

13۔ **نزهة الخواطر**. تالیف: مولانا عبدالحئی حسنیؒ۔ ج:01۔ ص:102۔

14۔ ایضاً۔

www.rahimia.org

15۔ تاریخ بغداد۔ از خطیب بغدادی۔ ج 08۔ ص: 29-328۔ طبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

16۔ رجال السندہ و الھند۔ از قاضی اطہر مبارک پوریؒ۔ ص: 177۔ طبع: مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ، کراچی۔

17۔ نزھۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج: 01۔ ص: 97۔ طبع: مکتبہ دار العرفات، رائے بریلی، ہندوستان۔

18۔ ایضاً۔ ج: 01۔ ص: 101۔

19۔ تذکرہ علمائے ہند۔ ص: 23۔ طبع: مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ۔ 1914ء۔

20۔ نزھۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج: 01۔ ص: 96۔ طبع: مکتبہ دار العرفات، رائے بریلی، ہندوستان۔

21۔ سُبحۃ المرجان. الفصل الثانی فی ذکر العلماء انار اللہ براھینھم. از علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ۔ ص: 28۔

22۔ الجواھر المضیہ۔ از حافظ عبدالقادر قرشیؒ۔ ج: 01۔ ص: 102 اور 202۔ طبع: دائرۃ المعارف، ہند۔

23۔ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ، حضرت مولانا علامہ حسن بن محمد صغانی لاہوریؒ کے شاگرد ہیں۔ اسی طرح خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے استاذ شیخ محمد بن احمد ماریکلی دہلویؒ ہیں۔ انھوں نے اِن سے علامہ صغانیؒ کی کتاب ''مشارق الأنوار'' پڑھی ہے، جب کہ شیخ محمد ماریکلیؒ علامہ صغانیؒ کے براہِ راست شاگرد ہیں۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ (1238ء تا 1325ء) کے ملفوظات ''فوائد الفواد'' میں لکھا ہے: ''حضرت خواجہ نے فرمایا کہ: جو حدیث صحیحین یعنی ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں ہے، وہ صحیح ہے۔... بعد ازاں احادیث کی مناسبت سے مولانا رضی الدین صغانیؒ مصنف کتاب ''مشارق الأنوار'' کی فضیلت کا ذکر آیا اور اس بات کا بھی ذکر فرمایا کہ انھوں نے لکھا ہے کہ: ''یہ کتاب میرے اور اللہ کے درمیان حجت کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ کہ کسی حدیث کے متعلق فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا تھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے اور آپؐ سے اس حدیث کی تصحیح کرالیتے تھے۔'' یہ ذکر کرنے کے بعد آپؒ نے فرمایا: ''مولانا رضی الدین صغانی بدایون کے تھے، بعد میں وہ کول (موجودہ علی گڑھ) گئے اور وہاں نائب مشرف ہوگئے۔ ان کا افسر اعلیٰ مشرف تھا۔'' اس کے بعد تفصیل سے حضرت خواجہ صاحبؒ نے ان کے مزید کچھ حالات بیان کیے ہیں۔ (دیکھئے! فوائد الفواد۔ نوویں مجلس، بروز اتوار 29/ جمادی الآخر 713ھ۔ اردو ترجمہ از پروفیسر محمد سرور۔ ص: 187 تا 190۔ مطبوعہ: علما اکیڈمی، محکمہ اوقاف، پنجاب، لاہور)

یہاں پر مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ کو اشتباہ ہوا ہے اور انھوں نے ''نزھۃ الخواطر'' میں ساتویں صدی ہجری کے علما میں شیخ حسن بن محمد صغانیؒ کا تذکرہ الگ سے کیا ہے۔ (دیکھئے! نزھۃ الخواطر۔ ج: 01۔ ص: 156 تا 159) اور پھر چند صفحات کے بعد ''فوائد الفواد'' کے حوالے سے مولانا رضی الدین صغانیؒ کا تذکرہ الگ سے کیا ہے۔ (دیکھئے! نزھۃ الخواطر۔ ج: 01۔ ص: 171) حال آں کہ ''فوائد الفواد'' میں مولانا رضی الدین صغانیؒ کی جس کتاب ''مشارق الأنوار'' کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ انھی امام حسن بن محمد صغانیؒ کی کتاب ہے، جو رضی الدین کے لقب سے ملقب ہیں۔ غالبًا مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ کو اس بنا پر اشتباہ ہوا کہ حضرت خواجہ نظام الدین نے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ''مولانا رضی الدین صغانی بدایوں کے تھے۔'' یہ بہت ممکن ہے کہ مولانا رضی الدین حسن صغانیؒ ہندوستان میں قیام کے دوران کچھ عرصہ بدایون اور علی گڑھ وغیرہ میں بھی قیام پذیر رہے ہوں۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی مذکورہ بالا عبارت اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ یہ دونوں شخصیتیں ایک ہی ہیں۔

واللہ اعلم آزاد

24۔ نزھۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج: 01۔ ص: 156 تا 161۔

25۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ للذھبی۔ از حافظ ابوالمحاسن شمس الدین محمد بن علی حسینی دمشقی۔ ج: 03۔ ص: 42۔ طبع: دار الکتب العلمیہ

بیروت۔
26۔ ذیل الطبقات الحفاظ للذهبی۔ از علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔ ج:03۔ ص:236۔ طبع: دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
27۔ الدرر الکامنہ۔ از حافظ ابن حجرؒ۔ ج:2۔ ص:81۔
28۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ للذهبی ۔ از حافظ ابوالمحاسن شمس الدین محمد بن علی بن حسن حسینی دمشقی۔ ج:03۔ ص:42-41۔ طبع: دارالکتب العلمیہ بیروت۔
29۔ ایضاً۔
30۔ ایضاً۔ نیز دیکھئے! شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ۔ تالیف: امام شہاب الدین ابن عماد حنبلیؒ۔ ج:07۔ ص:31-30۔ طبع: دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
31۔ نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:01۔ ص:132۔ طبع: دارِ عرفات، بریلی۔
32۔ ایضاً۔
33۔ ایضاً۔
34۔ سیر الاولیاء۔
35۔ نزهة الخواطر. تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:01۔ ص:210۔
36۔ فوائد الفواد۔ تالیف: امیر حسن علا سنجری، معروف خواجہ حسن دہلویؒ۔ سولہویں مجلس، بروز جمعرات، 18/شوال 720ھ (1320ء)۔ اردو ترجمہ پروفیسر محمد سرور۔ ص:359۔ طبع: علما اکیڈمی، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور۔
37۔ خزینة الاصفیاء۔
38۔ نزهة الخواطر. تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:01۔ ص:32-231۔
39۔ رِحلہ ابن بطوطہ. الفصل الحادی عشر، السلطان ابوالمجاهد محمد شاه۔ تالیف: شیخ محمد بن بطوطہ مغربی۔ ص:475۔ طبع: دارالکتب العلمیہ، بیروت 2007ء۔ نیز نزهة الخواطر۔ از مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:02۔ ص:71۔
40۔ طرب الأماثل بتراجم الأفاضل۔ از مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ۔ ص:299۔ طبع: نور محمد کارخانہ تجارت، کراچی۔
41۔ نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:02۔ ص:165۔
42۔ طرب الأماثل بتراجم الأفاضل۔ از مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ۔ ص:298۔ طبع: نور محمد کارخانہ تجارت، کراچی۔
43۔ نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:02۔ ص:46-145۔
44۔ تلخیص نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:03۔ ص:118 تا 121۔
45۔ ایضاً۔ ج:03۔ ص:97 تا 102۔
46۔ نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:03۔ ص:46-45۔
47۔ دیکھئے! نزهة الخواطر۔ ج:04۔ ص:7-6۔ طبع: ملتان۔
48۔ أخبار الأخیار (فارسی)، از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ ص:253۔ طبع: فاروق آباد، گمبٹ، ضلع خیرپور، پاکستان۔
49۔ نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:50-149۔
50۔ سُبحة المرجان۔ از علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ۔ ص:43۔
51۔ نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:209 تا 217۔

www.rahmia.org

52۔ أخبار الأخيار۔ از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ ص:280۔ طبع: فاروق آباد، گمبٹ، ضلع خیر پور، پاکستان۔
53۔ نزھۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:184۔
54۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:101۔
55۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:163-64۔
56۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:336۔
57۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:270۔
58۔ سُبحۃ المرجان۔ از علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ۔ ص:47۔
59۔ ملاعلی قاریؒ نے ''مشکوٰۃ'' کی شرح ''مرقات'' کے مقدمے میں لکھا ہے: ''ثم إني قرأت أيضاً بعض أحاديث المشكوٰة علٰى منبع بحر العرفان مولانا الشهير ب''مير كلان''، وهو قرأ علٰى زبدة المحققين و عمدة المدققين ميرك شاه، وهو علٰى والدهٖ السيّد السند مولانا جمال الدّين محدّث صاحب ''روضة الأحباب''، وهو علٰى عمّه السيّد اصيل الدين الشيرازيؒ.'' (دیکھئے! مرقات شرح مشكوٰة۔ ج:01۔ ص:3-2۔ از ملاعلی قاریؒ۔ طبع: مکتبہ امدادیہ، ملتان) (میں نے ''مشکوٰۃ'' کی بعض احادیث بحر عرفان کے منبع مشہور مولانا میر کلاں (سے بھی پڑھی ہیں)، جب کہ انھوں نے زبدۃ المحققین وعمدۃ المدققین (علامہ) میرک شاہ (کشمیریؒ) سے پڑھا، اور انھوں نے اپنے والد سید السند مولانا جمال الدین محدث مصنف ''روضة الأحباب'' سے پڑھا۔ اور انھوں نے اپنے چچا سید اصیل الدین شیرازیؒ سے پڑھا۔)
60۔ ''التمهيد'' کے مطبوعہ اور قلمی دونوں نسخوں میں یہاں عبارت اسی طرح ہے، جب کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی ''مشکوٰۃ'' کی سند بیان کرتے ہوئے ''إتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث و الفقيه'' میں لکھتے ہیں: ''قرأت بعض احاديثهٖ (المشكوٰة) علٰى أبي طاهر (محمد بن ابراهيم كرديؒ) بروايتهٖ عن أبيهٖ (شيخ إبراهيم كرديؒ) عن القشاشي (احمد بن محمد بن يونسؒ) عن الشنّاوي (احمد بن علي عباسيؒ) عن شيخهٖ السيد غضنفر بن جعفر النهروانيؒ و عبدالرحمان ابن عبدالقادر بن فهد مكيؒ. اما النهروالي فعن شيخ الحرم المكيؒ في وقتهٖ محمد سعيد المشهور ب''مير كلان'' سماعا من لفظهٖ عن نسيم الدين ميرك شاهؒ قرأتاً عليه عن والدهٖ المحدّث السيّد جمال الدين عطاء الله بن السيّد غياث الدين فضل الله بن عبدالرحمان قرأتاً عليه عن عمّهٖ السيد اصيل الدين عبدالله بن عبدالرحمن بن عبداللطيف بن جلال الدين يحيٰى الشيرازي الحسيني قرأتاً عليه.''
(دیکھئے! إتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث و الفقيه۔ ص:78۔ طبع: مکتبہ سلفیہ، لاہور)
اس سند کے اعتبار سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور شیخ میر کلاں کے درمیان پانچ واسطے ہیں۔ نیز اس میں شیخ احمد نخلیؒ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ غالباً ''التمهيد'' میں عبارت نقل کرتے ہوئے سہو ہو گیا ہے۔
دوسرا فرق یہ ہے کہ شیخ میر کلاں محدث کا نام امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''محمد سعید'' بیان کیا ہے، جب کہ حضرت سندھیؒ نے ان کا نام ''شیخ سعید بن محمود بلخیؒ'' تحریر کیا ہے۔ حضرت سندھیؒ نے یہ تفصیل کہاں سے حاصل کی ہے، ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی۔
61۔ نزھۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:295۔
62۔ سُبحۃ المرجان۔ از علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ۔ ص:44۔
63۔ شیخ محمد طاہر پٹنیؒ کے نام کے سلسلے میں قدیم تذکرہ نگاروں نے ان کا نام ''محمد طاہر'' لکھا ہے۔ چناں چہ مشہور مؤرخ عبدالقادر عیدروسیؒ، جو کہ مصنف کے سب سے زیادہ قریب دور کے ہیں اور ان کے حالات سے زیادہ باخبر ہیں، نے ''النور السافر''

www.rahmia.org

میں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''أخبار الأخيار'' میں، علامہ شہاب الدین ابن عماد حنبلیؒ نے ''شذرات الذهب في أخبار من ذهب'' میں، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے ''عُجالہ نافعه'' میں اور مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ نے ''التعليقات السّنيّه'' میں یہی نام لکھا ہے۔ جب کہ ان کے نام کے سلسلے میں سب سے پہلے نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ نے اپنی کتاب ''تقصار جيود الأحرار من تذكرة جنود الأبرار'' میں ''محمد بن طاہر'' لکھا۔ اور انھی کی اتباع میں مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ نے ''نزهة الخواطر'' میں بھی یہی لکھ دیا۔ حال آں کہ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی لکھنویؒ نے اپنی کتاب ''ظفر الأماني بشرح مختصر الجرجاني'' میں وضو سے متعلق مشہور حدیث کے ضمن میں نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ کے اس سہو کی نشان دہی کی ہے۔ (دیکھیے! تنبیه ارباب الخبره علٰی مسامحات مؤلف ''الحطه'' ضمن مجموعه رسائل للكهنوى ۔ ج:06۔ ص:446۔ طبع: ایران۔ تفصیل کے لیے دیکھیے! مولانا عبدالحیؒ چشتی نعمانیؒ کا مضمون، مطبوعہ مجلّہ فکر ونظر، اسلام آباد۔ ج:43-42۔ ربیع الاول، شعبان 1426ھ) اس لیے قدیم تذکرہ نگاروں کے مطابق ان کا اصل نام ''محمد طاہر'' ہے۔

64۔ تلخیص نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ۔ ج:02۔ 265 تا 268۔
65۔ ایضاً۔ ج:03۔ ص:17 تا 20۔
66۔ نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ۔ ج:03۔ ص:86۔
67۔ ایضاً۔ ج:03۔ ص:93۔
68۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:15-14۔
69۔ تلخیص نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:19-18۔
70۔ نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:21۔
71۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:03۔
72۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:23-22۔
73۔ تلخیص نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:23 تا 25۔
74۔ نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:35۔
75۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:51۔
76۔ تلخیص نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:52۔
77۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:55۔
78۔ نزهة الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیؒ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:104۔
79۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:68۔
80۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:71۔
81۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:72۔
82۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:105۔
83۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:110۔
84۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:25-124۔
85۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:29-128۔

www.rahmia.org

86۔ تلخیص نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:130 تا 132۔

87۔ نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:145۔

88۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:48-147۔

نیز دیکھئے! برہان پور کے سندھی اولیا۔ تالیف: سید مطیع اللہ راشدی برہان پوریؒ۔ ص:189 تا 190۔ طبع: سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، سندھ۔

89۔ نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:149۔

90۔ تلخیص نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:165 تا 173۔

91۔ نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:173۔

92۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:92-191۔

93۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:95-194۔

94۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:98-197۔

95۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:198۔

96۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:20-219۔

97۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:233۔

98۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:247۔

99۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:254 تا 258۔

100۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:272 تا 275۔

101۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:278۔

102۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:269۔

103۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:291۔

104۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے حضرت امیر معاویہؓ سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے! صحیح بخاری. کتاب العلم. باب من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقّھہ فی الدین۔ حدیث نمبر 71۔ طبع: بیروت۔

105۔ نزہۃ الخواطر۔ تالیف: مولانا سید عبدالحیٔ حسنیؒ۔ ج:04۔ ص:316 تا 325۔

106۔ ایضاً۔ ج:04۔ ص:346۔

☆☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

معارف و حقائق

''ربُّ العَالَمین'' کی ربوبیت اور نظامِ خلافت

(ربوبیت کی حقیقت، اقسام اور خلافت کی ماہیت اور اثرات)

تحریر: حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد

(حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ نے اپنی کتابوں میں علوم و افکار کے حوالے سے حقائق و معارف بیان فرمائے ہیں۔ اور علمی حقائق کے رموز و اسرار کو نہایت خوب صورتی سے واضح کیا ہے۔ آپؒ کا بیان کردہ فکر و فلسفہ قرآنی مفاہیم کی حقیقت پسندانہ تعبیر کرتا ہے۔ اس حوالے سے آپؒ قرآنی آیات کے جامع مفہوم اور ان کے حقائق و معارف کو فکر و فلسفے کے مربوط انداز میں بیان کرتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ نے ''التفھیمات الإلٰھیہ'' کی ایک نہایت جامع تفہیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ربوبیت کی حقیقت و ماہیت بیان کی ہے اور اس کی دو اقسام کی نشان دہی کی ہے۔ کائنات کے عالم گیر نظام کے حوالے سے ''ربوبیتِ تکوینیہ'' کا تذکرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں نوعِ انسان کے تکوینی تقاضوں کی بہت عمدگی کے ساتھ وضاحت کی ہے۔ اسی کے ساتھ ''ربوبیتِ تشریعیہ'' کا تذکرہ کرتے ہوئے نوعِ انسانیت کی کامیابی کے لیے تشریعی نظام کی اہمیت واضح کی ہے۔ اس تشریعی نظام میں احکاماتِ خداوندی کی اہمیت کے ساتھ ساتھ ان احکامات کے رنگ میں رنگے انبیا علیہم السلام اور ان نفوسِ قدسیہ کے ساتھ مشابہت رکھنے والے خلفا کی مختلف اقسام اور ان کے کاموں کی نوعیت واضح کی ہے۔

اس ''تفھیم'' میں خاص طور پر نبی الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ قدسی صفات کے اہم خصائص کی نشان دہی کی ہے۔ اور پھر ان خصائص میں آپؐ کی ذات سے مشابہت رکھنے والے اولوالعزم افراد کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ اس حوالے سے آپؐ کی نیابت اور خلافت کے فرائض سرانجام دینے والے حضرات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امتیازی خصوصیات کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی ضمن میں ''خلافتِ نبوت'' اور ''مرتبۂ ولایت'' میں موجود فرق کی عمدگی کے ساتھ نشان دہی کی ہے۔ اس طرح خلافت کی حقیقت و ماہیت، اس کا دائرۂ کار اور اس کے اثرات و نتائج کی وضاحت کردی ہے۔

اس طرح شاہ صاحبؒ نے ''تـکـویـن'' و''تشـریـع'' پر مشتمل کائنات میں موجود تمام مخلوقات کی ضروریات و احتیاجات کی تسکین پر مبنی اللہ تعالیٰ کی ''ربوبیت'' کے ایک بہترین نظام کی حقیقت واضح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ''نظامِ ربوبیت'' کے تحت ہر دور میں ایسے جامع افراد اور ان کی زیرِنگرانی تربیت یافتہ جماعتیں پیدا کرتا رہتا ہے، جو اپنے دور کے مطابق اپنے نبی کی تعلیمات کی تشریح و تفصیل کر کے علومِ نبوت کی تجدید کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح وہ ''ربّ العـالـمیـن'' کرۂ ارض پر بسنے والی اقوام کی ضروریات و احتیاجات پورا کر کے انھیں نقص سے نکال کر کمال تک پہنچانے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ یوں تربیت اور ربوبیت کا عالم گیر نظام درجہ بدرجہ اقوامِ عالم کے بین الاقوامی نظام کی تشکیل کے مواقع پیدا کرتا رہتا ہے۔

''ربّ العـالـمین'' کے ضمن میں بیان کردہ ربوبیتِ الٰہی کی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تکوینی طور پر کائنات میں بہت سے تغیرات و تبدلات ہوتے ہیں اور کرۂ ارض پر نئی سائنسی ایجادات اور علوم و فنون کی دریافت اسی تکوینی نظام کے تحت سامنے آ رہی ہیں۔ اس طرح کی مادی ترقیات اور تغیرات و تبدلات کو ربوبیتِ الٰہی کے تکوینی نظام کے تحت قبول کیا جانا چاہیے۔ اِن کا انکار کرنا یا انھیں خلافِ دین و مذہب قرار دینا درست نہیں ہے۔ زمانوں کے تغیر و تبدل سے جو عصری تقاضے پیدا ہوتے ہیں، عام طور پر رجعت پسند طبقات میں انھیں خلافِ مذہب و دین قرار دینے کی سوچ پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ''ربوبیتِ تکوینیه'' کے تحت ایسی سوچ اور تصور غلط ہے۔

اسی طرح ''ربـوبیـتِ تشـریعیـه'' اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ربوبیتِ تکوینیہ کے تحت جو مادی ترقیات یا سائنسی ایجادات دریافت ہوں، انھیں تشریعی نظام کے مطابق انسانیت کے فائدے کے لیے استعمال کرنے کی سوچ ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ عدل و انصاف پر مبنی تشریعی نظام کا انکار کر دیا جائے۔ مادیت پرست طبقوں کا عدل کے تشریعی نظام کے خلاف بغاوت کرنا، ربوبیتِ الٰہی کے تشریعی تقاضوں کے منافی ہے۔ چناں چہ ایک مسلمان کی جانب سے اللہ تعالیٰ کو ''ربّ العالمین'' مان لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے غلط تصورات کو ردّ کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے تکوینی و تشریعی نظامِ ربوبیت پر پختہ یقین و اعتماد رکھا جائے اور اس کے تمام دائروں کو پوری ذمہ داری کے ساتھ قبول کیا جائے۔

یہ تفہیم حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب ''التفهیمات الإلٰهیه'' کی جلد اول میں 77 ویں نمبر پر ہے۔ ''شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد'' کی جانب سے اس کتاب کے مطبوعہ نسخے کے ص:311 سے شروع ہو کر ص:324 تک پر مشتمل ہے۔ یہ تفہیم فارسی زبان میں ہے۔ اہمیت کے پیشِ نظر اس تفہیم کا اردو ترجمہ تحقیق، حوالہ جات کی تخریج اور مفید عنوانات کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ درمیان میں وضاحتی جملوں کو قوسین کے ذریعے سے نمایاں کر دیا گیا ہے۔ مترجم)

تفہیم (77)

از

''التفهيمات الإلٰهيه'' (جلد اوّل)

تصنیفِ لطیف: حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

الحمد لِلّٰه و سلام علٰى عباده الّذين اصطفٰى، أمّا بعد !

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور درود وسلام ہو اللہ کے ان بندوں پر، جنھیں اس نے منتخب کیا ہے۔

یہ چند کلمات ہیں، جو درجِ ذیل امور کی تحقیق اور بیان میں ہیں:

[1] تقدیر، یعنی کائنات کے تکوینی نظام سے احکاماتِ شریعت کے ظہور کی تحقیق

[2] انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے خصائل اور ان کی خصوصیات کا بیان

[3] انبیا علیہم السلام سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے ان کی نیابت اور خلافت کا استحقاق رکھنے والے انسانی نفوس کی اقسام کا بیان

[4] خلافت کا معنی و مفہوم اور حضراتِ شیخین (حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ) اور (حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان پائے جانے والے فرق و امتیاز کا بیان

(''ربّ العالمین'' کی ربوبیت کی حقیقت)

جاننا چاہیے کہ نوعِ انسانیت کی نسبت سے ''ربّ العالمین'' کی ربوبیت کے دو شعبے ہیں:

1۔ ایک نوعِ انسانیت کا تکوینی نظام

2۔ دوسرے انسانیت کے لیے تشریعی نظام

www.rahimia.org

(کرۂ ارض پر انواع واقسام کی امتیازی خصوصیات)

اس ربوبیت کو ہم ایک نکتے سے واضح کرتے ہیں۔ جب ہم گٹھلی کو زمین میں بوتے ہیں اور وہ گٹھلی اپنی طبعی مناسبت کے مطابق زمین، پانی اور ہوا کے اجزا کو اپنے اندر جذب کرتی اور ان اجزا کو اپنے مادے کی مناسبت سے ایک درخت کا لباس پہنا دیتی ہے تو ایسی صورت میں وہ اپنی نوع کے احکامات کے مطابق درجہ بدرجہ اس مادے میں لازمی طور پر تغیرات اور تصرف کرتی ہے۔ سب سے پہلے اس پر سبزہ اُگتا ہے، پھر پتے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان سبز ٹہنیوں کو قوت ملتی ہے اور درخت کا تنا بننے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ مزید ٹہنیاں اور پتے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پھول اور پھل ظاہر ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (1)

(مثال اس کھیتی کی کہ جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کر دیا، پھر اسے موٹا کر دیا، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔)

پس جب ہم اپنی عقل کے ساتھ اس درخت کے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کی نوعی شکل وصورت اور اس میں پوشیدہ پیغامات اور احکامات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ گٹھلی کے اندر خصوصیات اور درخت بننے کے حوالے سے احکامات موجود تھے، وہ بتدریج اس درخت کی شکل وصورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ گویا کہ اب یہ درخت اس گٹھلی میں موجود اجمالی احکامات کے اظہار کا آئینہ دار ہے اور اس درخت کی نوعی شکل و صورت گویا اس آئینے میں دکھائی دے رہی ہے۔

پس جاننا چاہیے کہ ان پتوں، پھلوں اور پھولوں کا سائز اور ان کی شکلیں، رنگ، ذائقہ اور ان کے نقش و نگار اور ایسے خواص کہ جن سے فن طب میں بحث کی جاتی ہے، جیسے (نباتات میں) گرمی اور سردی کی تاثیرات وغیرہ۔ اور ایسے دیگر خواص کہ جنھیں فرنیچر تیار کرنے والے اپنے پیش نظر رکھتے ہیں۔ مثلاً نرم اور سخت لکڑی وغیرہ۔ اسی طرح دیگر وہ تمام خواص، جو باقی تمام شعبوں سے متعلق ہیں اور جن کی وجہ سے درخت کی یہ قسم دیگر باقی اقسام سے اپنی الگ شناخت رکھتی ہے۔ یہ سب چیزیں اس کی صورتِ نوعیہ کے احکامات ہیں، جو دراصل گٹھلی کے اندر پہلے سے موجود تھے اور پوشیدہ طور پر چھپے ہوئے تھے۔ اب اس درخت کے مادے کی صوت میں واضح اور ظاہر ہوگئے۔

گر تأمل قفص ، بیضۂ طاؤس شود
در شبستانِ عدم نیز چراغانی ہست

(اگر کائنات کے پنجرے اور ڈھانچے پر غور کریں تو مور کے پنکھ پر مختلف رنگوں کے چمکتے ہوئے چاند کی طرح ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) عدم کے شبستان میں بھی روشنی ہے۔)

اس گٹھلی اور درخت کی طرح ہی (حیوانوں کی) منی کے قطرے اور حیض کے خون کو قیاس کرلو، جو جانوروں

میں سے مادہ کے رِحم میں جمع ہوتا ہے اور پرورش پانے والے بچے کی شکل وصورت اختیار کرلیتا ہے۔ اس مقام پر نوعِ حیوان کے احکام کا دائرہ مزید کشادہ اور وسعت اختیار کر جاتا ہے۔ یہاں جان دار کی سانس کی حرکات لحہ بہ لحہ قوت سے فعل کی طرف ارتقا پذیر ہوتی ہیں۔ اور اسی کے نتیجے میں اس حیوان میں عقل و اِدراک اور عملی قوتوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

انسان بھی اس حیوان ہی کی مانند ہے، بلکہ اس میں نوعِ انسانیت کے لیے رکھے گئے مخصوص ارتفاقات، انسانی اعمال کی سزا و جزا کا نظام، نیک بختی اور بدبختی وغیرہ کے حوالے سے مزید ترقیات کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ پس نوعِ انسانیت کے یہ تمام احکامات ہیں کہ جو افرادِ انسانیت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

(ربّ العالمین مؤثرِ حقیقی کے طور پر تمام انواع کی تشکیل کرتا ہے)

جب تمھاری فہم و بصیرت اس جگہ تک پہنچ گئی تو اپنی نظر کو مزید بلند کرو اور یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ ''نوع'' ایک قالب ہے اور موجدِ حقیقی کی تاثیرات کو قبول کرنے کی ایک خصوصیت رکھتا ہے، نہ کہ بذاتِ خود مؤثر ہے۔

کارِ زُلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہو چنیں بستہ اند

(تیری زلفوں کا کام مشک کی خوشبو پھیلانا ہے، لیکن عشق کرنے والے مصلحت کی وجہ سے ہرن پر اس کی تہمت لگاتے ہیں۔)

پس جیسا کہ ایک ماہر تصویر ساز پتھر یا لکڑی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لیتا ہے، اور نہایت عمدہ خوب صورت تصویر اس پر منقش کردیتا ہے، جس کے اعضا میں باہم بڑا تناسب پایا جاتا ہے۔ اس صنم کی تصویر کا حسن دراصل نمونہ ہے اس تصویر کا، جو مصور کے ذہن میں تصویر بنانے سے پہلے موجود تھا۔ بلکہ یہ اس کی مکمل مہارت کا ایسا ثبوت ہے، جس کی استعداد اس کی نفس اور روح میں قوتِ عملی کے طور پر موجود تھی۔ اسی لیے ہم اس تصویر کو دیکھ کر تصویر بنانے والے کی اعلیٰ مہارت کا فیصلہ سنا دیتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ واجب الوجود جل مجدہٗ کے علم میں ہر نوع کے تمام احکامات اجمالی طور پر موجود ہیں، بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ ان کا تقاضا کرتی ہے۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ واجب باری تعالیٰ میں یہ احکام مؤثرِ حقیقی اور غلبے کی صفت کے ساتھ چھپے ہوئے موجود ہیں۔ اور مخلوق میں ان کا اظہار تاثر قبول کرنے اور مغلوبیت کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔

(ربوبیت کی حقیقت)

جب اس باریک بات کو بھی تم نے اچھی طرح سمجھ لیا تو اب اپنی نظر و فکر کو مزید کشادہ کرو۔ اور یہ سمجھو کہ ہر نوع

اور اس کے تمام تفصیلی احکامات، بڑے مربوط انداز میں واجب باری تعالیٰ جل مجدہٗ کے علم میں ایک ترتیب کے ساتھ لپٹے ہوئے ہیں۔ اس طرح پر کہ:

(الف) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفتِ اقتضا یعنی اس کے ارادے کا اظہار

(ب) دوسرے درجے میں یہ انواع و احکامات اللہ تعالیٰ کے اُس علم میں ظاہر ہوتے ہیں، جسے (قرآن کی اصطلاح میں) ''لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ'' (2) اور ''اِمَامٍ مُّبِيْنٍ'' (3) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور جو اس کی صفت ِاقتضا کے سبب سے اس کے اپنے علم کے ضمن میں محفوظ ہیں۔

(ج) تیسرے درجے میں ''عرشِ تکوین'' (4) کے حامل ''ملاءِ اعلیٰ'' (5) کے ذہنوں میں خیالات کے منقش ہونے سے ان کا اظہار ہوتا ہے۔

(د) چوتھے درجے میں جب ارضی اور سماوی اسباب اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ قضائے خداوندی جاری ہو اور ''نوعِ انسان'' قوت سے فعل کی طرف ظاہر ہو تو پردۂ غیب میں موجود انسان، اس کرۂ ارض پر موجود انسان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کے تمام احکامات نمایاں ہونے لگتے ہیں۔

اس طرح ''ربّ العالمین'' کی ربوبیت، نوعِ انسانیت اور اس کے مخصوص احکامات کے حوالے سے عملی طور پر بروئے کار آتی ہے۔

(ربوبیتِ خداوندی کے دو شعبے؛ تکوینیہ اور تشریعیہ)

اِن حالات میں ربوبیتِ خداوندی کا یہ مرتبہ دو شعبوں میں تقسیم ہو جاتا ہے:

(الف) ربوبیتِ خداوندی کا پہلا شعبہ (ربوبیتِ تکوینیہ) وہ ہے کہ جس میں نوعِ انسانیت کے احکامات میں زمانوں کے تغیر وتبدل سے کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا اور اس کے حالات، افعال اور اَخلاق میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ جیسے: بولنا، ہنسنا، جرأت و ہمت، بزدلی، عقل مندی، اس کے ضروری ارتفاقات اور برّ (اچھائی) اور اِثم (برائی) کے اصول وغیرہ، کہ یہ تمام نوعِ انسانیت کے ایسے احکامات ہیں، جو شہد کی مکھی اور چڑیا کے طبعی الہامات کی طرح تمام نوعِ انسانیت پر طبعی طور پر خود بخود الہام ہوتے رہتے ہیں۔

(ب) ربوبیت کا دوسرا شعبہ (ربوبیتِ تشریعیہ) نوعِ انسانیت کے ایسے احکامات کے حوالے سے ہے کہ جس میں زمانوں کے بدلنے سے تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔ ان تبدیل شدہ احکامات کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نوعِ انسانیت کے ایسے احکامات کی عملی صورت، اپنے زمانے کے رنگ میں رنگی ہوئی ہونی چاہیے۔ اور برّ (اچھائی) اور اِثم (برائی) کے اصول اپنے زمانے کی مناسبت کے مطابق ظاہری شکل وصورت اختیار کیے ہوئے ہوں۔

ربوبیتِ تشریعیہ کا بنیادی سبب؛ کائناتی تغیرات سے کرۂ ارض پر ہونے والی تبدیلی

اس نکتے کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ درختوں کو اپنی صورتِ نوعیہ کے بنیادی احکامات کی وجہ سے ایک خاص قسم کا نوعی اعتدال حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی ان درختوں کے لیے گرمی اور سردی کے موسم میں کچھ احکامات مختلف بھی ہوجاتے ہیں۔ جو زمانے کے بدلتے اوقات اور موسموں کی وجہ سے ان کی صورتِ نوعیہ کو بدلتے رہتے ہیں۔

اسی طرح کائنات کے فلکی نظام میں ''قِرانات کلیه'' (6) (یعنی بڑے بڑے سیارات کے باہمی ملاپ کی کلی حالت) کی صورت میں زمانے کے ادوار میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے کرۂ ارض کے احوال و اوضاع تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض حالات ''تجلّیٔ اعظم'' (7) کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ جب کہ بعض حالات اس مشابہت کی ضد ہوتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں طرح کی حالتوں کے نتائج کو (لوحِ محفوظ میں) لکھ لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس طرف اشارہ ہوا ہے۔ (8)

(ہر امت کی الگ شریعت کا اصل سبب)

نوعِ انسانیت کے احکامات کائنات کی ان فلکی حالتوں کے ساتھ وابستہ کردیے جاتے ہیں۔ انھی حالات کی بنیاد پر ہر ایک دور کے لیے الگ الگ شریعت وجود میں آتی ہے۔ (ایک دور میں جو حالت ''تجلّیٔ اعظم'' کے حالات کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے، اس دور کی شریعت اس کو فرض، واجب اور مباح قرار دیتی ہے، اور اس دور میں جو حالت تجلیٔ اعظم سے مشابہت کی ضد ہوتی ہے، شریعت اس کو حرام اور مکروہ قرار دے دیتی ہے۔ مترجم)

ہر دور کی نوعِ انسانیت کو اس دور کے قوانین شریعت کا مکلّف بنانے کے عالَم کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔ ہر دور کا تشریعی نظام جب ''عروق ما ساریقا'' (یعنی کائنات کے خفیہ نیٹ ورکنگ سسٹم) کے ذریعے سے ملاءِ اعلیٰ میں پہنچتا ہے اور وہاں نیکی اور بدی کی شکلیں ظاہر ہوتی ہیں تو اُس زمانے کی خاص شریعت وجود میں لائی جاتی ہے۔ اور وہ نہر، جو ملاءِ اعلیٰ میں موجود مقرب لوگوں کے ''حجر بحت'' (9) اور ''تجلیٔ اعظم'' کے درمیان واقع ہے، شریعتوں کی شکلیں اور صورتیں اس میں متمثّل ہوجاتی ہیں۔ اس طرح شریعت کی ان صورتوں کے ساتھ اللہ کی رضا وابستہ ہوجاتی ہے اور ان کی مخالف صورتوں کے ساتھ اللہ کا غضب متعلق ہوجاتا ہے۔

(ربوبیتِ تشریعیه کا تقاضا؛ کامل خصلتوں کے جامع پیغمبر کی ضرورت)

اس کے بعد یہی ''ربوبیتِ تشریعیه'' تقاضا کرتی ہے کہ ایسی چند کامل خصلتوں کے جامع شخص (پیغمبر) کو اپنا آلۂ کار بنائے اور عالَم انسانیت میں اُسے اپنا نمونہ قرار دے۔ اُن خصلتوں میں سے:

(i) ایک یہ ہے کہ اُس کا ''حجر بحت''، ''تجلیٔ اعظم'' کے ساتھ مشابہت رکھے۔

(ii) دوسرے یہ کہ اُس کی ''قوتِ خیالیہ''، ''ملاءِ اعلیٰ'' کے ساتھ مشابہت رکھے۔ اس خصلت کی وجہ

سے ملاءِ اعلیٰ کے علوم کا اِلقا اور اُن کا فیضان ہوتا ہے۔

(iii) تیسرے یہ کہ اُس کی "قوتِ عملیہ"، "ملاءِ اعلیٰ" کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اس خصلت کی وجہ سے اس میں گناہوں اور اُن کے اثرات سے محفوظ رہتے ہوئے "عصمت" (سماحت) کا خُلق ظاہر ہوتا ہے۔ اور نیکی اور بھلائی کے تمام اقسام کے رنگ کی وجہ سے "طھارت" کا خلق پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کے اعمال میں اعتدال وتوازن پیدا ہونے کی وجہ سے "عدالت" کا خُلق اور ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

(iv) چوتھے یہ کہ اُس کا نفس انسانوں کے لیے "مدنی الطّبع" (اجتماعیت پسند) ہوتا ہے۔ یعنی اُس کا "نفسِ ناطقہ" (10) ایسی خاصیت رکھتا ہے کہ جب اُس کا سایہ عالمِ انسانیت پر پڑتا ہے تو اُس کی وجہ سے افرادِ انسان میں انتظامی حوالے سے ایک خاص ترتیب اور نظم وضبط پیدا ہو جاتا ہے۔

(v) پانچویں یہ کہ اُس کی ہر ہمت اور ارادے کو ملاءِ اعلیٰ کی تائید شامل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ سوچتے ہیں، مناسب واسطوں کے ذریعے سے وہی خیالات اس کے اندر بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی خصلت ''خرقِ عادت'' (خلافِ عادت) امور کے ظاہر ہونے کا سبب بنتی ہے۔

(vi) چھٹے یہ کہ اس کی تینوں قوتیں اعتدال کی حالت پر ہوں، یعنی اُس کی ''قوتِ شہویہ'' درجۂ کمال اور وافر مقدار میں ہونے کے باوجود اس کے ''نفسِ حیوانی'' سے مغلوب ومقہور ہو اور اس کا ''نفسِ حیوانی'' اعلیٰ درجے کے کمال اور جوش و جذبے کے باوجود ''قوتِ عقلیہ'' سے مغلوب ومقہور ہو۔ اور اس کی ''قوتِ عقلیہ'' اپنی تمام تر طاقت اور متانت کے باوجود ''ملاءِ اعلیٰ'' سے مغلوب ہو۔

(vii) ساتویں یہ کہ دشمنوں پر فتح حاصل کرنے، دوستوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرنے اور ملت وحکومت کو ایک لمبے عرصے تک کے لیے باقی رکھنے میں اس کی نیک بختی کا ستارا روشن تر ہو۔

جب کسی شخص میں یہ سات خصلتیں پورے کمال کے ساتھ پائی جائیں اور ''ربوبیتِ تشریعیہ'' اُس کو اپنا آلۂ کار بنا لے اور عالم انسانیت میں اُسے اپنا نمونہ قرار دے لے اور اپنا کلمہ اس کی زبان میں ظاہر کر دے تو اس کو اس موطن (ملاءِ اعلیٰ) کی خبر دینے والا (پیغمبر) قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے سپرد تمام کاموں کو مکمل طور پر سرانجام دیتا ہے۔ خواہ لوگ عزت سے اُسے قبول کریں یا ذلت کی رُسوائی کے ساتھ اُسے تسلیم کریں۔

(عالم انسانیت کے لیے پیغمبرِ کامل کے بنیادی کام)

یہ معزز اور پاکیزہ انسان (پیغمبر) عالم انسانیت میں درجِ ذیل کام سرانجام دیتے ہیں:

1۔ ایک یہ کہ وہ "ارتفاقات" (11) اور "اصولِ برّ و اِثم" (12) کے کلی احکامات پر مشتمل اجمالی علوم کی تفصیل وتشریح بیان کرتے ہیں، اس لیے کہ (فطری حوالے سے) عام افرادِ انسانیت اگرچہ (فطرت کے) کسی درجے میں اجمالی علوم قبول کر سکتے ہیں، لیکن وہ اُن کی ایسی تشریح نہیں کر سکتے کہ جس سے اِن

www.rahimia.org

فطری اجمالی علوم کے خلاف پیدا ہونے والے باطل نظاموں اور رسومات کا ردّ ہو سکے۔
جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''كلّ مولود يولد على الفطرة الإسلام ثمّ أبواه يُهوّدانه أو يُنصّرانه أو يُمجّسانه.'' (13)

(ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں) اس طرح پیغمبر علیہ السلام (اجمالی علوم کی تشریح وتفسیر کرکے) ان غلط رسومات اور باطل نظاموں کو مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔

2۔ دوسرے یہ کہ جن علوم اور قوانین شریعت کا انسانوں کو پابند بنایا جاتا ہے، اُن میں زمانے کے تغیر وتبدل کی وجہ سے تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ پیغمبر اپنے زمانے کی روحِ عصر کے مطابق اُن علوم وقوانین کی عملی شکل وصورت کو اختیار فرماتے ہیں۔

3۔ تیسرے یہ کہ پیغمبر کی ذات کے سبب سے بعض مجمل باتوں کی تفصیل سامنے آتی ہے۔ جس طرح صحیح طور پر کشتی کا ملاح وہی ہوتا ہے، کہ جو ہوا کے دباؤ کے رُخ پر کشتی کو لے کر چلے، اُس کی مخالفت نہ کرے۔ اسی طرح یہ انسان جو متانت اور رزانت کا حامل (یعنی معاملات کا صحیح اندازا لگا کر مستحکم رائے قائم کرنے والا) ہوتا ہے، ''روح القدس'' کی تائید (14) اور ملاءِ اعلیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کی ہواؤں کو اپنی گرہ کے ساتھ باندھ لیتا ہے اور اس کی مخالفت کبھی نہیں کرتا۔

(انبیاؑ اپنے امور کی انجام دہی کے لیے جماعت تشکیل دیتے ہیں)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ معزز اور پاکیزہ انسان (پیغمبر) جو کہ عملاً کامل ہوتے ہیں، جب انھیں اِن مراحل سے گزرنے کی نوبت آتی ہے تو اپنے نفس سے مشابہت رکھنے والے لوگوں کو تلاش کر کے ان سے کام لیتے ہیں۔ اس طرح انبیا علیہم السلام سے مشابہت رکھنے والے لوگوں کی بہت سی اقسام پیدا ہوجاتی ہیں۔ بعض لوگ مذکورہ بالا خصائل اور امور کے حوالے سے (اپنے نبی کے ساتھ) جزوی مشابہت رکھتے ہیں اور بعض اکثر خصائل کلیہ کے اعتبار سے (اپنے نبی سے) مشابہت رکھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک ولی، عالم، صالح اور عدل وانصاف کرنے والے حکمران کو اپنے دور کے نبی سے (اپنے شعبے کے حوالے سے) ضرور مشابہت حاصل ہوتی ہے، لیکن یہاں ہماری بحث نبی کے تمام خصائل کے ساتھ مشابہت رکھنے والے افراد کے حوالے سے ہے۔

(اور ایسے حضرات کی درجِ ذیل اقسام ہیں:)

(1۔ تمام خصائل اور امور میں نبی سے مشابہت رکھنے والا جامع فرد)

یہ بہت ممکن ہے کہ ایک ایسا جامع فرد ہو، جو ان تمام خصائل اور اعمال کے اعتبار سے اپنے پیغمبر کے ساتھ

www.rahimia.org

مشابہت رکھتا ہو۔ لیکن اس قدر فرق ان دونوں کے درمیان ضرور پایا جاتا ہے کہ پیغمبر کا نفس بغیر کسی جسمانی اور روحانی ریاضت اور بغیر کسی بشری واسطے کے اس منصب پر فائز ہوتا ہے۔ جب کہ اس شخص کا نفس اپنی ریاضت اور پیغمبر کے نفس سے فیض حاصل کر کے اس دولت کو حاصل کرتا ہے۔

یہ اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی متبحر عالم کسی ذہین فرد کی تربیت کرے اور اس عالم کی تربیت کی وجہ سے اس ذہین ترین فرد کا نفس باشعور اور ہوشیار ہوجائے اور متبحر عالم بن جائے، اور تمام اصول وفروع پر تقلیدی علم کے بجائے فہم و بصیرت کی بنیاد پر پوری گرفت حاصل کرلے۔ یا جیسا کہ صوفی مرشد اپنے بعض مستعد مریدین کی خود تربیت کرتا ہے اور یوں وہ فرد، عام آدمی ہونے کے باوجود ''فنا و بقا کے مقام'' سے مشرّف ہوجاتا ہے۔ یا جیسا کہ کسی گھر میں سورج کی جانب سے ہم ایک روشن دان کھول لیں اور اُس کے بالمقابل ایک آئینہ رکھ دیں۔ اُس آئینے کی روشنی زمین پر پڑے، اس طرح سورج کی روشنی اس آئینے کے واسطے سے پورے گھر میں پھیل جاتی ہے۔

اب ایسے تربیت یافتہ شخص کو اگرچہ کسی کام پر ہم مقرر نہ بھی کریں اور امت کی تربیت کے حوالے سے کوئی چیز اس سے ظاہر بھی نہ ہو (تب بھی وہ اپنی صلاحیت اور صحبت کی وجہ سے تربیت کے اثرات لیے ہوئے ہوتا ہے۔)

(2۔ اپنی اصل فطرت میں نبی سے مشابہت رکھنے والا فرد)

یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص ان خصائل میں اپنی اصل فطرت کے اعتبار سے انبیا کی حالت کے قریب تر ہو۔ اور وہ امور کہ جو اصل میں پیغمبر کی بعثت کے حوالے سے مقصودِ الٰہی ہوتے ہیں، پیغمبر (اپنی زندگی میں) ان کی بنیاد اور جڑ قائم کردیتے ہیں، لیکن ابھی ان امور کی پوری تکمیل نہیں ہوپاتی کہ پیغمبر کی عمر پوری ہوجاتی ہے اور وہ ملاءِ اعلیٰ کی جانب انتقال فرما جاتے ہیں۔ یہ شخص (جو اپنی اصل فطرت میں انبیا کی حالت کے قریب ہوتا ہے) اُن کاموں کو مکمل کرتا ہے۔ اور عنایتِ الٰہی کی ہوا اس کے نفس کے بادبان پر عمل کے نتائج پیدا کرتی ہے۔ چناں چہ اُس شخص کے ہاتھ پر ان تمام کاموں کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ وہ کام علمی ہوں یا عملی یا (دنیا پر) فتوحات اور غلبے کے حوالے سے ہوں۔ اگرچہ ایسے شخص نے پیغمبر کی صحبت نہ بھی اٹھائی ہو اور براہِ راست اس سے علوم بھی اخذ نہ کیے ہوں۔

اس نکتے کی طرف اِن آیات اور احادیث میں اشارہ موجود ہے:

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ (15)

(اور اگر ہم دکھائیں گے تجھ کو کوئی چیز ان وعدوں میں سے، جو کیے ہیں ہم نے ان سے یا وفات دیں تجھ کو۔)

{مترجم عرض کرتا ہے کہ اس آیت کے حاشیے میں حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ لکھتے ہیں:

''غلبہ اسلام کچھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو ہوا اور باقی آپؐ کی وفات کے بعد خلفا کے ہاتھوں سے ہوا۔(16)}

www.rahimia.org

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعدهٗ و هلك قيصر فلا قيصر بعدهٗ." (17)

(کسریٰ ہلاک ہوگا، اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور قیصر ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"و لتفتحنّ كنوز كسرىٰ و لتقسمنّها." (18)

(تم کسریٰ کے خزانے ضرور فتح کرو گے اور انھیں انسانیت پر ضرور تقسیم کرو گے۔)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ" (19)

(وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس (قرآن) کو جمع کر دینا تیرے سینے میں۔)

(3۔ علم و عمل میں پیغمبر کا خلیفہ اور نائب)

یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص علوم اخذ کرنے کے حوالے سے اپنی اصل فطرت میں پیغمبر سے انتہائی قریب ہو اور وہ علوم و افکار پیغمبر سے حاصل کرے۔ نیز امت کی سیاست کا ملکہ اور مہارت بھی اُن سے حاصل کرے۔ جیسا کہ اللہ کی حدود و قوانین کا نفاذ، مقدمات کا فیصلہ کرنا، علوم کی تعلیم دینا، نیکی کا نظام قائم کرنا اور منکرات کا خاتمہ کرنا وغیرہ۔ پھر پیغمبر کے بعد ان کی امت میں ان کا خلیفہ بن جائے، اگرچہ ان کے شروع کیے ہوئے کاموں میں سے کوئی کام بھی باقی نہ رہا ہو۔

(4۔ پیغمبر کے رنگ میں رنگے ہوئے اشخاص)

یہ بھی ممکن ہے کہ جب پیغمبر ان تمام خصائل کا احاطہ کرنے کے بعد مخلوق کو دعوت دینے کی طرف متوجہ ہوں اور اُن کا رنگ مخلوق کی طرف منتقل ہونا شروع ہو تو آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والا ایک دوسرا شخص ایسا ہو جو آئینے کی طرح آپؐ کے قلبِ مبارک کے سورج سے نورانیت حاصل کرلے۔ اور پیغمبر کی قائم کردہ اجتماعیت میں اس شخص کے شامل ہوجانے سے، انسانیت کے لیے نبی کی نورانیت میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ چند آئینوں کو سورج کی روشنی کے سامنے رکھیں اور ان کے واسطے سے زمین پر سورج کی روشنیاں منعکس ہو رہی ہوں تو اس وقت ان تمام روشنیوں کے اجتماع سے عجیب روشن تر حالت پیدا ہوجاتی ہے۔ یا جیسا کہ کسی ایسے اندھیرے گھر میں ایک مشعل رکھ دیں، جس کی دیواروں پر بہت سے آئینے لگے ہوئے ہوں۔ اس حالت میں مشعل کی روشنی ان آئینوں سے بھی منعکس ہو رہی ہو تو اس طرح بہت سی روشنیوں کے ایک دوسرے کے ساتھ

www.rahimia.org

ملنے کی وجہ سے عجیب وغریب قسم کی نیرنگی ظاہر ہوتی ہے۔

اسی فضیلت کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں:

''الحمد للّٰہ الّذی أیّدنی بکما (أی بأبی بکر و عمر)'' (20)

(سب تعریفیں اُسی اللہ ہی کی ہیں، جس نے آپ دونوں حضرات (یعنی ابوبکر و عمر) کے ذریعے میری تائید فرمائی۔)

اور ایسے ہی ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

ابوبکر و عمر کالسمع و البصر.'' (21)

(ابوبکرؓ و عمرؓ میرے لیے کان اور آنکھوں کی طرح ہیں۔)

خلاصہ یہ ہے کہ امت کے افراد میں کلی فضیلت انھی خصائل کی وجہ سے ہے۔ اور افضلیت بھی انھی خصائل کے سبب سے ہے، دوسرے تمام فضائل کو نفی یا اثبات کے طور پر اس جگہ کوئی دخل نہیں۔

(خلافت کی حقیقت و ماہیت)

جاننا چاہیے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کا خلیفہ درحقیقت اُس ''بین'' کی طرح ہوتا ہے، جو بین بجانے والے کے منہ میں ہوتی ہے۔

او بجز ''نائی'' و ما جز ''نے'' نیم

او دمِ بے ما و ما بے وی نیم

(وہ سوائے بین بجانے والے اور ہم سوائے ''بین'' کے اور کچھ نہیں ہیں۔ اس کا سانس ہمارے بغیر اور ہم اس کے بغیر کچھ نہیں ہیں۔)

(ارادۂ الٰہی کی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی)

جب اللہ تعالیٰ افرادِ انسانیت میں علم و رُشد کو غالب کرنے اور مخلوق پر ہونے والے ظلم و ستم کو دور کرنے کا ارادہ پختہ کرلیں تو ارادۂ الٰہی کے سامنے یہ تمام عالم جھک جاتا ہے۔ یہاں اللہ کے ارادے کی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی۔

جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (22)

(اور پہلے ہوچکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو کہ رسول ہیں۔ بے شک انھی کو مدد دی جاتی ہے۔ اور ہمارا لشکر جو ہے، بے شک وہی غالب ہے۔)

یہ بات اس طرح پر ہے کہ جیسے بین بجانے والے کے دل میں پختہ عزم پیدا ہوجائے کہ وہ سچے مقامات یا عشاق (کے حالات) کو مثلاً فلاں غزل کے ضمن میں گائے گا۔ (اب گانے والے کے دل میں جس سُر میں گانے کا پختہ عزم ہوجائے، بین اس کے تابع ہوکر ویسا ہی سر نکالتی ہے۔)

(پیغمبر کے قلب اور عقل میں ارادۂ الٰہی کے اثرات)

اس کے بعد اُس ارادۂ الٰہیہ کا ایک رنگ پیغمبر کی قوتِ عقلیہ اور اس کی قوتِ قلبیہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اُس کی ان قوتوں میں اُس مقصد کے مناسب اعمال و افعال کے حوالے سے ہیجان اور اُبھار پیدا ہوتا ہے۔ پیغمبر اس ارادۂ الٰہی کے تابع ہوکر اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اس طرح ارادۂ الٰہی کے مقصد کو پیدا کرنے والے اسباب، ہر ممکن طریقے سے اپنی دخل اندازی شروع کردیتے ہیں۔

یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ گانے والا جب اپنے گلے سے آواز نکالتا ہے تو وہ اس کے دل کے اُس ارادے اور عزم کے مطابق ہوتی ہے، جو وہ گانا چاہتا ہے۔ البتہ وہ اپنی آواز کو مزید بلند کرنے اور اُس کو خوب صورت بنانے کے لیے اپنے ہاتھ میں بین پکڑتا ہے اور اسے اپنے منہ پر رکھ کر بجاتا ہے۔

(ارادۂ الٰہی کو پورا کرنے میں پیغمبر کے نائب اور خلیفہ کا کام)

اس کے بعد وہ ارادۂ الٰہی پیغمبر کی ہمت، اس کی عزیمت، اس کی مداخلت اور اس کے سبب سے ایک دوسرے ایسے شخص کے نفس میں بروئے کار آتا ہے، جو اس کام کی استعداد رکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ سے وہ افعال پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

یہ اسی طرح ہے جیسا کہ غمگین آدمی کی آواز جب بین سے پھوٹتی ہے تو بین (اس غم کو ظاہر کرنے میں) ایک سفیر سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ (یعنی غم واندوہ کا تعلق غمگین سُر میں گانے والے سے ہے، بین اس معاملے میں صرف اس کی سفیر ہے۔)

(خلافتِ نبوت کا معنی اور مفہوم)

یہی ''خلافتِ نبوت'' کا معنی اور مفہوم ہے۔ قابلیت اور استعداد سے قطع نظر، یہ ایک فضیلت ہے۔ اگر اس فضیلت میں ایک پوری جماعت مشترک ہو، اور اللہ کا ارادہ اُس جماعت میں سے کسی ایک آدمی کو ایسی مصلحتوں کی بنیاد پر خصوصیت عطا کرنے کا ہو، جو اللہ تعالیٰ کے اپنے علم میں ہیں، تو ایسا شخص اُمت میں سب سے افضل ہوتا ہے اور وہ پیغمبر کا نائبِ مطلق ہوتا ہے۔ اس جگہ اس آدمی کا وجود بالفعل یعنی عملی طور پر مطلوب ہوتا ہے، نہ کہ بالقوۃ۔

اسی پہلو کی وجہ سے انبیا علیہم السلام میں سے ایک نبی کو دوسرے پر زیادہ فضیلت افرادِ امت کی کثرت کے سبب حاصل ہوئی ہے۔ جیسا کہ معراج والی حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آں حضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی امت کی کثرت دیکھی تو اُن پر رقت طاری ہوگئی اور انھوں نے فرمایا کہ:

''بعث بعدی غلام یدخل الجنّة من امّته اکثر ممن یدخل من امتی.'' (23)

(میرے بعد ایک لڑکے کی بعثت ہوئی، اس کی امت میں سے جنت میں داخل ہونے والے لوگ، میری امت میں سے (جنت میں) داخل ہونے والوں سے زیادہ ہیں)

اور (جب ایک صحابیؓ نے ایک حسین وجمیل اور مال دار، لیکن بانجھ عورت سے شادی کرنے کی اجازت طلب کی تو) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تزوجوا فإني مکاثر بکم الأمم.'' (24)

(شادی کرو کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر اُمتوں پر فخر کروں گا۔)

اگر بالفعل امت کی کثرت میں کوئی فضیلت نہ ہوتی تو کثرتِ امت کیوں طلب کی گئی۔ حال آں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی فضیلت جیسا کہ پیچھے گزرا ہے، ثابت شدہ ہے۔ پس اس دنیا میں اُمت کا کثرت سے موجود ہونا ارادۂ الٰہی کی شرح کرتا ہے۔ اور جس قدر امت کی کثرت کے فوائد ظاہر ہوں گے، اسی قدر خلافتِ نبوت محکم تر اور مضبوط ہوتی چلی جائے گی۔

(یہ فضیلت سمجھنے کے لیے صلاحیت شرط ہے)

یہ فضیلت ایک ایسا امر ہے کہ جب تک ایک عارف تخلیقی اور تحقیقی طور پر اس کے رنگ میں رنگا ہوا نہ ہو، اس کی اصل حقیقت نہیں سمجھ سکتا اور باقی تمام فضائل پر اس فضیلت کی ترجیح کا پورا فہم حاصل نہیں کر سکتا۔

یہ فقیر بھی جب تک اس باغ کی خوشبو میں نہیں بیٹھا، اس فضیلت سے پورے طرح آشنا نہیں ہوا۔ یہ فضیلت اپنی حقیقت کے اعتبار سے کسی استعداد کے ساتھ مشروط نہیں ہوتی۔ ؎

تو چوں ساقی شوی در وے تنگ ظرفے نے ماند
بقدر بحر باشد وسعت آغوشِ ساحلہا

(تو جب ساقی ہوگیا ہے تو اس میں تنگ ظرفی کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے۔ سمندر کی وسعت کے بقدر ہی اس کے ساحلوں کا کنارہ ہوتا ہے۔)

لیکن اللہ کی سنت یہ جاری ہے کہ یہ فضیلت صرف اُس آدمی کو دیتے ہیں، جو فطری اعتبار سے بہت سے فضائل کا جامع ہو۔ اور پیغمبر کے ساتھ رہ کر اپنی محنت اور جدوجہد سے ایک مدت تک رحمتِ الٰہی کی طرف متوجہ رہا ہو۔ اس ضمن میں وہ پیغمبر اس شخص کو اپنے کام کے لیے منتخب کرلے۔ نیز وہ اَخلاقِ کاملہ رکھتا ہو اور پیغمبر کے علوم، اُس نے کامل طریقے سے اَخذ کیے ہوں اور اس سلسلے کی تمام شرائط اس نے پوری کی ہوں۔

(حضراتِ شیخینؓ کے فضائل کی حقیقت)

جاننا چاہیے کہ جب ہم ''حظیرۃ القدس'' (25) __ کہ جہاں افضل انسانوں کی ہمتوں کا مجمع ہوتا ہے __ میں غوطہ زن ہوتے ہیں تو حضراتِ شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق) اور (حضرت) علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم کی ارواح کو پاتے ہیں تو ان (تمام حضرات) کے کمالات کو الگ الگ سمجھ لیتے ہیں۔

حضراتِ شیخین کی ارواحِ مبارکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق رکھتی ہیں، جیسا کہ ہم ایک انتہائی روشن مشعل پائیں کہ جس کے چاروں طرف بہت سے آئینے رکھے ہوں، اُن آئینوں میں پڑنے والی روشنیوں کی باہمی عکس بندی سے رنگ ونور کی روشنی دوبالا ہوجائے۔ ایسا نور کہ جب وہ زمین پر پھیلے تو اُن تمام آئینوں کی روشنیاں مل کر ایک واحد شئے (چمکتے ہوئے ستارے) کی صورت میں نظر آئے، اس طرح پر کہ مشعل کی روشنی اور اُن آئینوں کی روشنیوں کے درمیان کوئی فرق کرنا مشکل ہو۔

اسی طرح حضراتِ شیخین کی ارواحِ مبارکہ کی روشنیاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارکہ کی روشنیوں کے ساتھ مل کر ایک ہوگئیں اور آپس میں ایک دوسرے کے اندر پیوست ہوگئیں، اس طرح پر کہ حضرات شیخین کی ارواح کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے الگ کر کے شناخت نہیں کیا جاسکتا۔

رقّ الزّجاج ، و رقّت الخمر
فتشابها و تشاكل الأمر
فكأنّها خمر ، و لا قدح
و كأنّها قدح ، و لا خمر

(انتہائی نفیس اور صاف شفاف شیشے کا پیالہ ہے اور صاف شفاف شراب ہے۔ پس دونوں ایک دوسرے کے بالکل مشابہ ہوگئے ہیں اور ان دونوں کی اصل حقیقت سمجھنا مشکل ہوگیا۔ پس گویا کہ وہ شراب ہے اور پیالہ نہیں ہے۔ گویا کہ وہ پیالہ ہے اور شراب نہیں ہے۔)

(حضرت علی المرتضٰیؓ کے فضائل کی حقیقت)

حضرت علی المرتضٰیؓ کی روح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی نسبت رکھتی ہے جیسا کہ چاند کی چاندنی کو ہم اس وقت دیکھتے ہیں، جب چاند سورج کے بالکل سامنے ہوتا ہے۔ چاند کی چاندنی، سورج کی نورانیت سے فیض حاصل کر کے اس طرح ایک نئی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ جس سے اُس کا اپنا جمال اور خوب صورتی بہت واضح شکل میں سامنے آتی ہے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہٗ کی روح نے اُس ولایت کے آغاز کو __ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح میں داخل اور چھپی ہوئی تھی __ اتنی وسعت دے دی کہ وہ از خود قائم ہوگئی۔

آں بادۂ شعلہ گوں کہ دارد خورشید
در کاسۂ ماہ چوں رسد شیر شود

(وہ شعلہ فشاں شراب جو سورج کی شکل رکھتی تھی، چاند کے پیالے میں پہنچی تو دودھ ہوگئی۔)

اس کلمے کی تشریح یہ ہے کہ تجلیٔ اعظم کے ظہور میں سے ایک ظہور ایسا ہے، جو ملاءِ اعلیٰ کی ہمتوں کے رنگ سے رنگین ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے اُس کا اختتام ہوا ہے۔ اور عالم مثال کے رنگ میں رنگا ہوا تجلی اعظم کا ایک نیا اور دوسرا ظہور ہوا ہے۔ پہلا راستہ نبوت کا راستہ تھا، اور یہ دوسرا راستہ وِلایت کا راستہ ہے۔ پس حضراتِ شیخین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی خلافت کا زمانہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت (کی تکمیل) کا زمانہ ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کا زمانہ ''دورۂ ولایت'' کا زمانہ ہے۔

(حضرت صدیق اکبرؓ کی خصوصیت)

ہم حضرت صدیق اکبرؓ کو (حضورؐ کی ذات میں) فنا اور نورِ نبوت کی روشنیوں کے انعکاس کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ پاتے ہیں۔ اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

''لو كنتُ متخذًا خليلاً غير ربّي لا تّخذتُ أبابكر خليلاً.'' (26)

(اگر میں اپنے ربّ کے علاوہ کسی کو اپنا گہرا دوست اور خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا دوست بناتا۔)

اس حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کا (حضورؐ کی ذات میں) فنا ہونا اور (ان میں حضورؐ کے) انوارات کے انعکاس کی طرف اشارہ ہے۔

(حضرت عمر فاروقؓ کی خصوصیت)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں حضور سے اس حوالے سے مشابہت پائی جاتی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے آپؐ کے شروع کیے ہوئے کاموں کی تکمیل ہوئی ہے اور وہ ''حظيرة القدس'' کی تائید کے حوالے سے آپؐ کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں فرمایا:

''لو كان بعدي نبيّ لكان عمر.'' (27)

(اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔)

(حضرت علی المرتضیٰؓ کی خصوصیت)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ تینوں قوتوں میں اعتدال کے اعتبار سے اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ مربوط طور پر منظّم بنانے کے حوالے سے حضورؐ سے مشابہت رکھتے ہیں۔

www.rahimia.org

اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"هو (عليّ) منّي و أنا منه." (28)

(علی مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔)

(حضورؐ کے ساتھ مشابہت کے اثرات)

جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ جب کوئی خاص فیض، کسی خاص مقام پر نازل فرماتے ہیں تو حکمت اور فلسفے کے قانون کی رو سے ضروری ہے کہ کرۂ ارض کے عناصر کی شکل وصورت اور کرۂ افلاک کے ہیئات واشکال، اُس فیض کو اس مقام پر خاص طور پر نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ تاکہ حکمت پر مبنی کائنات کا مجموعی نظام نہ ٹوٹے۔ پس جس زمانے میں کہ خدا تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا فیض نازل فرمایا، تو یہ بات واضح تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے وقت عنصری پہلو اور فلکیاتی پہلو کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدنِ مبارک اس خاص فیض کو قبول کرنے کے لیے پوری طرح مستعد تھا۔

پس اگر کسی اور شخص میں بھی ایسی عنصری استعداد پائی جائے تو یقیناً اس حوالے سے اُسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض فیوضِ باطنی میں شرکت حاصل ہوجاتی ہے۔اسی طرح بعض حضرات میں اگر ایسی ہی فلکیاتی حوالے سے استعداد پائی جائے تو اُسے اس جہت سے آپؐ کے بعض فیوضِ ظاہرہ میں شرکت حاصل ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ:

> ''سلطان محمود غزنوی کی وِلادت کا زائچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے زائچے سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ اس حوالے سے کہ تمام ستاروں کے ''مقامات'' اور ان کی ایک دوسرے پر ''نظر'' اور بڑے سیاروں کا باہمی ملاپ اور شمس و مریخ کی نیک بختی وغیرہ کے حوالے سے سلطان محمود کو حضورؐ کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ اسی لیے سلطان محمود غزنوی سے بڑی فتوحات اور عظیم جدوجہد ظاہر ہوئیں۔'' (29)

اسی پر قیاس کرتے ہوئے (ہمیں) بطریق وِجدان معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی استعدادِ عنصری آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعدادِ عنصری کے ساتھ مشابہت رکھتی تھی۔ اور اس جہت سے انھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نوعیت کا قرب حاصل تھا۔ ایسی مشابہت، قریبی قرابت داری کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، لیکن یہ ایک جزوی فضیلت ہے۔ کیوں کہ اس کا تعلق مقاماتِ وِلایت سے ہے، نہ کہ نبوت کی حیثیت سے انبیا کی مشابہت کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

www.rahimia.org

(حضرات شیخینؓ کی فضیلت کا راز)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر یہ سوال کیا تھا کہ: حضراتِ شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کی حضرت علی المرتضیٰؓ پر فضیلت میں کیا راز ہے؟ باوجود اس بات کے کہ حضرت علیؓ نسبی اعتبار سے اُن حضرات سے زیادہ اشرف ہیں اور فیصلہ کرنے میں زیادہ اچھے قاضی ہیں، قلبی طور پر زیادہ بہادر ہیں۔ اور تمام صوفیا اول سے آخر تک اُن سے اپنی ''نسبت'' رکھتے ہیں۔ (30)

میرے دل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ فیضان ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں دو پہلو ہیں: ایک ظاہری پہلو ہے، جب کہ دوسرا باطنی پہلو ہے۔ ظاہری پہلو تو انسانیت میں عدل و انصاف قائم کرنا، لوگوں کی اجتماعیت کو قائم رکھنا اور اُن کو ظاہر شریعت کی جانب رہنمائی دینا ہے۔ یہ دونوں حضرات (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) ان کاموں کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آلہ کار ہیں اور ان کے اعضا کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب کہ باطنی پہلو ''مرتبۂ فنا اور بقا'' تک پہنچنا ہے۔ آپؐ سے مروی جتنے بھی علوم ہیں، وہ صرف ظاہری پہلو سے ہی پھوٹے ہیں۔

عند هٰذا إنتهىٰ ما أردنا إيرادهٗ. و الحمد لله تعالىٰ اوّلاً و آخرًا و ظاهرًا و باطنًا.

(یہاں تک وہ مکمل ہوا، جو کچھ ہمارا لکھنے کا ارادہ تھا۔ اور اول و آخر، ظاہر و باطن تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔)

☆☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

حوالہ جات وحواشی

1۔ القرآن(29:48)۔

2۔ القرآن(85:22)۔

3۔ القرآن(12:36)۔

4۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ ''عرشِ تکوین'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بالجملہ ''حقیقتِ الٰہیہ'' از ''عالم مثال'' دور نیست، کہ شیخ اکبر از ''عرشِ تکوین'' ہماں مراد داشتہ باشد زیرا کہ ''تکوین'' بدوں مخاطبِ ''مثال'' نتواند شد۔'' (خلاصہ یہ کہ ''حقیقتِ الٰہیہ''، ''عالم مثال'' سے دور نہیں ہے۔ اور شیخ اکبر نے ''عرشِ تکوین'' سے یہی مراد لیا ہے۔ اس لیے کہ تکوین، عالمِ مثال کو مخاطب بنائے بغیر نہیں ہوسکتی)۔ (دیکھئے! تفهيماتِ الٰهيه. تفہیم نمبر232۔ ج:02۔ ص:249۔ طبع حیدرآباد، سندھ)

5۔ ''ملاءِ اعلیٰ'' کا لفظ قرآن حکیم میں سورتِ صافات میں الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ (7:37) استعمال ہوا ہے۔ اس کی تشریح میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''حجة اللّٰه البالغه'' میں ایک مستقل باب ''بابُ ذكر الملاءِ الأعلىٰ'' لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ شریعت میں یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص عبادت کرنے والے لوگ ہیں، جو افضل ترین ملائکہ اور باری تعالیٰ کے مقرب بندوں پر مشتمل ہیں۔ اور وہ ہمیشہ اُن لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں، جنھوں نے اپنے نفس کو مہذب بنالیا اور انسانیت کی بہتری کا نظام قائم کرنے کی کوشش کی۔ اور ان کی دعاؤں کے سبب سے اللہ کی برکات ایسے لوگوں پر نازل ہوتی ہیں۔ اسی طرح ملاءِ اعلیٰ میں موجود یہ حضرات ایسے لوگوں پر لعنت کرتے ہیں، جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ اور ان کی لعنت کی وجہ سے بُرے کام کرنے والوں پر ذلت ورُسوائی ہوتی ہے۔ اور اللہ جب چاہے اور جیسے چاہے ان لوگوں کے اجتماعات ہوتے ہیں، جن کو شریعت کی اصطلاح میں ''رفیقِ اعلیٰ''، ''ندیٔ اعلیٰ''، اور ''ملاءِ اعلیٰ'' کہا جاتا ہے۔ اور انسانوں میں سے بھی جو افضل ترین لوگوں کی روحیں ہیں، وہ بھی ان میں داخل ہوجاتی ہیں۔''

(دیکھئے! حجة اللّٰه البالغه۔ ج:01۔ ص:33-32۔ نیز دیکھئے! تفهيماتِ الٰهيه۔ تفہیم نمبر69۔ ج:01۔ ص:267)

6۔ قِرانات: ''قِرانة'' کی جمع ہے۔ اور ''قِراناتِ كليه'' کا مطلب فلکی سیاروں کا کسی ایک ڈگری اور ایک بُرج میں جمع ہوکر آمنے سامنے آجانا ہے۔ سیاروں کے ایسے اجتماع کو علم نجوم کی اصطلاح میں ''قِران'' اور سیاروں کے ''تناظرات'' کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل علم نجوم سے متعلق کتابوں میں موجود ہے۔

7۔ ''تجلّیِ اعظم'' کے بارے میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں: ''اس کائنات میں تجلیِ اعظم ایسے ہی ہے، جیسا کہ انسان میں دل ہوتا ہے۔ کائنات کی مصلحتِ کلیہ کے مطابق اس میں ایسے اجمالی اشارے ظاہر ہوتے ہیں، جو کہ عنایتِ الٰہی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان اشارات کا تعلق کائنات میں خیر کے نظام قائم کرنے سے ہوتا ہے۔'' (حوالہ بالا۔ ص:267)

8۔ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے حوالے سے ایک حدیث میں ''لوحِ محفوظ'' میں محفوظ کیے گئے حالات کے بارے میں ہے: ''طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ایک چمکتے ہوئے موتی سے لوحِ محفوظ کو پیدا کیا۔ اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم نور کا ہے۔ اس کی تحریر بھی نور ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین سو ساٹھ لحظے ہیں۔ جس میں پیدائش، رزق، موت وحیات، عزت وذلت اور جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر: تفسیر سورت البروج۔ از حافظ ابن کثیر۔ ص:1983۔ طبع: بیروت)

www.fahimia.org

9۔ ''حجرِ بحت'' کے حوالے سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے قول اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (35:24) میں اُس نور کا تذکرہ ہے، جس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ''یہ ایسے نور کی مثال ہے، جو مؤمن کے دل میں ہوتا ہے۔'' اس نور سے مراد ''حجرِ بحت'' ہے۔ یہ اللہ کی ایسی تجلی ہے، جو قدیم، دائم، غیر حادث اور یکتا ہے۔ اور اُس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ کے بندوں میں سے چند مخصوص افراد کو دیے گئے علوم میں سے یہ بات ہے کہ جب کسی خاص اور مقرب شخص کی روح، روح الکل سے دنیا میں آتی ہے اور اس پر کائنات کے خصوصی احکام کا تعین ہوتا ہے، تو جس دن اُس کی پیدائش ہوتی ہے، اُس دن کائنات کا پورا نقشہ اُس کی روح پر چسپاں کردیا جاتا ہے۔ ایسا انسان باقی تمام افراد سے مخصوص خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ بایں طور کہ اُس کی روح میں اُس سفید نور کا نقطہ ظاہر ہوتا ہے، جو پوری کائنات پر غالب ہے۔ اور وہ ''حجرِ بحت'' ہے۔ (اس طرح اُس کی روح میں موجود ایسا نقطہ، جو تجلیٔ اعظم کے بالمقابل ہوتا ہے، وہ بھی ''حجرِ بحت'' کہلاتا ہے۔) (دیکھئے! تفهيماتِ الٰهيه. تفہیم نمبر 69۔ ج:01۔ ص:274۔ طبع: حیدرآباد، سندھ)

10۔ ''نفسِ ناطقه'' کے بارے میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: ''جاننا چاہیے کہ نفسِ ناطقہ اُس صورتِ شخصیہ کا نام ہے، جس کی وجہ سے کوئی انسانی شخص ایک متعین فرد کی صورت اختیار کرتا ہے۔'' (دیکھئے! البدور البازغه. المقالة الأولىٰ. فصل دوم. ص:39-38۔ طبع: حیدرآباد، سندھ) یہ ''نفسِ ناطقه'' انسانی روح کا وہ نقطۂ اتصال ہے، جہاں ''روحِ ملکوتی'' اور ''روحِ حیوانی'' یا ''نسمه'' کا باہمی اتصال ہوتا ہے۔ اس مقام پر ''روحِ ملکوتی'' کے دو لطائفِ باطنہ، یعنی ''خفی'' اور ''نور القدس'' اور اسی طرح ''نسمه'' کے دو لطائفِ ظاہرہ، یعنی ''روح'' اور ''سِرّ'' باہم ملتے ہیں۔ چناں چہ شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''اس نفسِ ناطقہ کی چار نظریں ہیں: دو نظریں نیچے کی طرف، یعنی ''روح'' اور ''سِرّ'' کی طرف ہوتی ہیں۔ اور دو نظریں بلندی کی طرف یعنی ''خفی'' اور ''نور القدس'' ہوتی ہیں۔ چناں چہ ''نفس ناطقه'' (صوفیا کی اصطلاح کے مطابق) ''اخفٰی'' کے مقام پر ہوتا ہے۔'' (دیکھئے! تفهيماتِ الٰهيه۔ تفہیم نمبر 67۔ ج:01۔ ص:244۔ طبع: حیدرآباد، سندھ)

11۔ یہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی خاص اصطلاح ہے۔ ارتفاقات جمع ہے ارتفاق کی اور یہ مصدر ہے۔ اس کا لفظی معنی ایسی سہولت اور آسانی، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ پھر شاہ صاحبؒ کے نزدیک یہ ارتفاقات کل چار ہیں:

1۔ فردِ انسانی کی ابتدائی دیہی زندگی کو ''ارتفاقِ اول'' کہا جاتا ہے۔
2۔ گھریلو زندگی کی سہولتوں کے نظام کو ''ارتفاقِ دوم'' کہا جاتا ہے۔
3۔ قومی نظامِ حکومت پر مبنی سہولتوں کو ''ارتفاقِ سوم'' کہا جاتا ہے۔
4۔ بین الاقوامی نظام کی عالم گیر سہولتوں کے نظام چلانے کو ''ارتفاقِ چهارم'' کہا جاتا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے! حجة الله البالغه. المبحث الثالث. مبحث الإرتفاقات)

12۔ بِرّ اور إثم کی حقیقت اور ان کے اصولوں کے لیے دیکھئے! حجة اللّٰه البالغه. المبحث الخامس، مبحث البرّ و الإثم۔

13. رواه ابویعلٰی فی مسندہٖ و الطبرانی عن الأسود ابن سریع هٰكذا: ''كلّ مولود يولد على الفطرة حتّٰى يعرب عنه لسانهٗ فأبواه يهوّدانه أو ينصّرانه أو يمجّسانه'' و أخرجه الترمذی عن أبی هريرة رضی الله عنه بلفظ: ''كلّ مولود يولد على الملّة فأبواه يهوّدانه و ينصّرانه و يشتركانهٖ''. (الحديث. راجع: الفتح الكبير فی ضمّ الزيادة إلى الجامع الصغير. ج:02، ص:329)

14۔ ''روح القدس کی تائید'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''بسا اوقات حظیرۃ القدس کے لوگوں میں انسانیت کو معاشی، دنیاوی اور اُخروی مصائب سے نجات کا طریقہ متعین کرنے پر

www.rahimia.org

اجماع ہوجاتا ہے۔ اور یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے آج جو سب سے پاکیزہ ترین انسان ہے، اس کی تکمیل کی جائے اور اس کے حکم کو انسانیت میں جاری کردیا جائے۔ اس فیصلے کی وجہ سے انسانوں میں سے صاحبِ استعداد لوگوں کے دلوں میں یہ الہام کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے کامل شخص کی اِتباع کریں اور ایک ایسی جماعت کی شکل اختیار کرلیں، جو انسانیت کے نفع کے لیے کام کرے۔ اور اس فیصلے کے نتیجے میں قوم کی بہتری اور اُن کی ہدایت پر مبنی علوم، اُس کامل ترین شخص کے دل میں وحی کے ذریعے سے یا خواب اور غیبی قوت کے ذریعے سے پہنچائے جاتے ہیں۔ اس ہمیشہ رہنے والے اِجماعی فیصلے کو ''روح القدس کی تائید'' کہا جاتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں خلافِ عادت برکات نازل ہوں تو انھیں معجزات کہا جاتا ہے۔''

(دیکھئے! حجة اللّٰه البالغه. باب ذکر الملاء الأعلیٰ۔ ج:01۔ ص:34۔ طبع: بیروت)

15۔ القرآن (46:10)۔

16۔ دیکھیے! حاشیہ تفسیر سورۃ یونس، آیت 46۔ موضح القرآن۔ از شاہ عبدالقادر دہلویؒ۔

17۔ بخاری اور مسلم میں اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں: ''هلک کسریٰ، ثمّ لا یکون کسریٰ بعدهٗ، و قیصر لیهلکنّ، ثمّ لا یکون قیصر بعدهٗ، و لتقسمنّ کنوزهما فی سبیل اللّٰه.'' (''کسریٰ ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور قیصر ضرور ہلاک ہوگا اور پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور ضرور بالضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کے راستے میں تقسیم ہوں گے۔)

امام بخاریؒ نے یہ حدیث ''کتاب الجهاد و السیر'' کے ''باب الحرب خدعة'' میں روایت کی ہے۔ (دیکھئے! صحیح بخاری۔ حدیث نمبر: 3027۔ طبع: بیروت) اور امام مسلمؒ نے یہ حدیث صحیح مسلم میں ''کتاب الفتن و اشراط الساعة'' کے ''باب لاتکون الساعة حتّی یمرّ الرّجل بقبر الرّجل، فیتمنّٰی أن یکون مکان المیّت من البلاء'' میں ہے۔ (دیکھئے! صحیح مسلم۔ حدیث نمبر 7329۔ طبع: بیروت)

18۔ حوالہ بالا۔

19۔ القرآن (17:75)۔

20۔ یہ روایت امام حاکم نے ''المستدرک علی الصحیحین'' میں حضرت ابوارویٰ دوسیؓ سے روایت کی ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''قال: کنت جالسا عند النبی صلی الله علیه وسلم فاطلع ابوبکر و عمر رضی الله عنها، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ''الحمد للّٰه الّذی أیدنی بکما.'' (المستدرک علی الصحیحین از امام حاکم۔ باب احبّ النّاس إلی النبی ابوبکر ثم عمر۔ ج:3۔ ص:56۔ حدیث نمبر 4492۔)

21. رواه الطبرانی فی الصغیر عن جابر و عن أبی سعید: ''ابوبکر و عمر منی بمنزلة السمع و البصر من الرأس.'' راجع: الفتح الخبیر. ج: 01. ص: 20. انھی الفاظ کے ساتھ ''مسند ابویعلیٰ'' میں بھی یہ روایت ہے۔ (دیکھئے! فیض القدیر شرح الجامع الصغیر از علامه عبدالرؤف مناویؒ. ج:1۔ ص:89۔ طبع: دار الفکر، بیروت)

22۔ القرآن (37:73-171)۔

23۔ علامہ ابوالفدا حافظ ابن کثیرؒ نے ''البدایه و النهایه'' میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے: ''ان غلاما بعث بعدی یدخل الجنة من امته اکثر من یدخلها من امتی.'' (دیکھئے! البدایه و النهایه۔ ج:3۔ ص:116۔ طبع: بیروت)

24۔ اس روایت کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ دیکھئے! سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب من تزوج الولود۔ حدیث نمبر 2050۔ طبع: بیروت۔ اور امام نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ دیکھئے! سنن نسائی، کتاب النکاح، باب کراهية

www.rahimia.org

تزویج العقیم۔ حدیث نمبر 3227۔ طبع: بیروت۔

25۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے "حظیرۃ القدس" کی حقیقت یہ بیان کی ہے:
''ملاءِ اعلیٰ میں موجود جو افضل ترین لوگ ہوتے ہیں، اُن کے انوارات اجتماعی طور پر ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور انسانِ اکبر کی روح کے پاس آپس میں ایک دوسرے سے ایسے پیوست ہوجاتے ہیں، گویا کہ وہ ایک ہی جسم ہیں۔ اس کا نام "حظیرۃ القدس" رکھا گیا ہے۔'' (دیکھئے! حجة الله البالغه. باب ذکر ملاءِ الأعلیٰ۔ ج:01۔ ص:34۔ طبع: بیروت)
''سطعات'' میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ: ''حظیرۃ القدس کی عالمِ محسوسات میں بہترین مثال اُس شعاع سے دی جاسکتی ہے، جس کے چاروں طرف چمک دار یاقوت ہو، یا چراغ، شیشے کے طاقچے میں رکھا ہوا ہو۔ حظیرۃ القدس میں اگرچہ موجود افراد اپنے رب کے قرب اور افضلیت کے اعتبار سے مختلف مرتبوں کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن خارجی طور پر وہ ایسے ایک واحد جسم دکھائی دیتے ہیں، جیسے یاقوت کی شعاع اور شیشے کے اندر سے چراغ کی روشنی کی ایک متصل سطح دکھائی دیتی ہے۔'' (دیکھئے! سطعات، سطعه نمبر 28۔ ص:42۔ طبع: حیدرآباد، سندھ)

26۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔ دیکھئے! صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، حدیث نمبر 3654۔ طبع: بیروت

27۔ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے! سنن ترمذی. کتاب المناقب، باب لو کان بعدی نبیا لکان عمر۔ حدیث نمبر 3686۔ طبع: بیروت۔
نیز امام مسلمؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ حدیث نمبر 6170۔ کتاب فضائل الصحابه۔

28۔ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: "علی منی و أنا من علی." (دیکھئے! جامع ترمذی. حدیث نمبر 3719۔ طبع: بیروت) نیز سنن ابن ماجہ میں ہے کہ "علی منی و أنا منه."(دیکھئے! سنن ابن ماجه. کتاب السنه، باب فضل علی ابن ابی طالب۔ حدیث نمبر 119۔ طبع: بیروت)

29۔ طبقاتِ ناصری کے مصنف علامہ ابوعمرو منہاج الدین عثمان المشہور ''منہاج سراج'' (متوفی 658ھ/ ستمبر 1260ء کے بعد) لکھتے ہیں: ''اس (سلطان محمود) کے اوصافِ حمیدہ بہت مشہور اور اس کا "طالع" ملتِ اسلام کے بانی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ''طالع'' کے عین موافق تھا۔'' (دیکھئے! طبقاتِ ناصر، ج:1۔ ص:411۔ اردو ترجمہ: غلام رسول مہر۔ طبع: اردو سائنس بورڈ، لاہور)
نیز ''تاریخ فرشتہ'' کا مصنف بھی اسی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ: ''سلطان محمود کی قسمت کا ستارہ اور صاحبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طالع مبارک کا ستارہ ایک ہی ہے۔'' (تاریخ فرشتہ۔ از محمد قاسم فرشتہ۔ ج:1۔ ص:59۔ اردو ترجمہ عبدالحئی خواجہ/ ڈاکٹر عبدالرحمٰن۔ طبع: لاہور)

30۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں کہ: ''اُن امور میں سے جن کا میں نے بارگاہِ نبوی سے استفادہ کیا، آخری امر یہ ہے کہ مجھے حضرت علیؓ پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو فضیلت دینے کا حکم دیا گیا۔ گو اس معاملے میں اگر میرے طبیعت اور میرے رجحان کو آزاد چھوڑا جاتا تو وہ دونوں حضرت علیؓ کو فضیلت دیتے اور ان سے زیادہ محبت کا اظہار کرتے۔ لیکن یہ ایک چیز تھی، جو میری طبیعت کی خواہش کے خلاف عبادت کے طور پر مجھ پر عائد کی گئی تھی اور مجھ پر اس کی تعمیل لازمی تھی۔'' (دیکھئے! فیوض الحرمین ۔ از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ مشاہدہ نمبر 33۔ ص:203۔ اردو ترجمہ پروفیسر محمد سرور۔ طبع: سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور)

www.rahimia.org

تربیت و تزکیہ

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور

(مختصر تعارُف، تسلسل، خصوصیات اور معمولات)

تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا آغاز قطبِ عالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ جانشین امامِ ربانی، قطبِ صمدانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ سے ہوتا ہے۔ آپؒ نے اپنے تربیتی سلسلے کا آغاز قصبہ رائے پور ضلع سہارن پور سے کیا۔ اس سلسلے کا مختصر تعارف، تسلسل، خصوصیات اور تربیت و تزکیے کے حوالے سے بنیادی معمولات کا اجمالی خاکہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

قصبہ رائے پور

قطب عالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ کے فکر و عمل کا مرکز بننے کا شرف ضلع سہارنپور کے مشہور قصبہ ''رائے پور'' کو حاصل رہا ہے۔ چناں چہ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے ایک باغ میں قائم ہے۔ قصبہ رائے پور، سہارنپور شہر سے شمال کی جانب تقریباً 36 کلو میٹر کے فاصلے پر ایک مشہور قصبہ ہے۔ اس قصبے کی تاریخ کوئی پانچ سو سال پرانی ہے۔ یوں تو ضلع سہارنپور، ہندوستان کے مشہور صوبہ (U.P) کے انتہائی گنجان آباد اور مردم خیز خطے ''دوآبہ گنگ وجمن'' کا سرسبز و شاداب ضلع کہلاتا ہے، لیکن خاص طور پر اس کا شمالی حصہ ''کوہِ شوالک'' کے دامن میں واقع ہونے کی وجہ سے ندی نالوں کی بہتات، سرسبز و شاداب باغات، دل فریب اور مسحور کن مناظر اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ اس طرح ''رائے پور'' قدرتی مناظر اور دل فریب گھاٹیوں کے درمیان اور قدیم شاہی نہر ''جمن'' کے کنارے پر واقع ایک خوب صورت بستی ہے۔ جسے گزشتہ پانچ سو سال سے چوہان راجپوتوں نے اپنا مسکن بنایا ہوا ہے۔ (1)

گنگ و جمن دوآبہ؛ مردم خیز خطہ

گنگا و جمنا کے درمیان واقع اس ''دوآبہ'' کی شاید یہی قدرتی خوب صورتی اور فطری حسن و رعنائی ہے، جو

www.rahimia.org

صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی اُنس وطمانیت پسند طبیعت کو بھاگئی کہ انھوں نے اس علاقے کو اپنے مسکن اور دینی مرکز بنانے کے لیے پسند کیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ 1857ء میں دہلی کے اُجڑنے کے بعد خانوادۂ ولی اللّٰہی کے جانشین علمائے ربانیین اور مشائخ عظام نے اپنے فکر وعمل کا مرکز جن قصبات کو قرار دیا، ان میں تھانہ بھون، دیوبند، گنگوہ، سہارنپور اور رائے پور کی امتیازی شان ہے۔ اور یہ سب قصبات اور ان میں قائم دینی مراکز اسی مردم خیز ''دوآبہ'' میں واقع ہیں۔ غالباً ان مجددین علمائے ربانیین کی انسانیت دوست طبیعت نے اپنے فکر وعمل کو مجتمع کرنے اور خداپرستی اور انسانیت دوستی کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اس سے بہتر کوئی علاقہ نہیں پایا۔ اس طرح قدرتی رنگینیوں سے بھرپور یہ خطہ ان کے بلند فکر وعمل کو مہمیز اور ان کے جہد وکردار میں توانائی پیدا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ رہا۔

یہی وجہ ہے کہ اس خطے میں دینی حوالے سے ایسے بلند پایہ مراکز اور مدارس قائم ہوئے، اور اتنی بلند مرتبت تحریکات ابھریں، جنھوں نے دینی عظمت اور اس کی سربلندی کے لیے بنیادی کردار ادا کیا۔ اور دینی فکر وشعور کے ایسے چراغ روشن کیے، جنھوں نے آئندہ آنے والی نسلوں کے دل و دماغ کو انبیا علیہم السلام کی قدسی صفات تعلیمات سے منور کیا۔ اور دینی غلبے کی جدوجہد اور آزادیٔ وحریت کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ انھی مراکز میں سے ایک مرکز ''خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور'' ہے۔

رائے پور میں حضرت اقدس عالی رائے پوریؒ کا مستقل قیام

قطب عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم عالی رائے پوری قدس سرّہٗ کا آبائی گاؤں ''تگری''، ضلع اَنبالہ تھا ''رائے پور'' آپ کا ننھیالی قصبہ ہے۔ آپ جب ظاہری وباطنی تربیت سے فارغ ہوئے تو اپنے مرشد قطبِ عالم حضرت میاں عبدالرحیم سہارنپوریؒ کی منشا کے مطابق آپ نے ''رائے پور'' میں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا۔ چناں چہ سب سے پہلے رائے پور سے کچھ فاصلے پر واقع ''مادھو والا باغ'' میں آپؒ نے اپنی خلوت گاہ بنائی۔ شروع زمانے میں آپؒ اس باغ میں بیٹھے ذکروفکر میں مشغول رہا کرتے۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزرا۔ اس کے بعد آپؒ کے ننھیال کی طرف سے جو ترکہ آپ کو ملا، اس میں رائے پور کے قریب ایک قطعہ باغ بھی تھا۔ چناں چہ اپنے ننھیالی عزیزوں کے اصرار اور اشارۂ غیبی پاکر آپؒ نے اس قطعۂ باغ میں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا۔ یہی باغ بعد میں ''گلزارِ رحیمی'' کے نام سے معروف ومشہور ہوا۔

گلزارِ رحیمی رائے پور

رائے پور کے اس باغ میں آپؒ نے دو چار گھاس پھونس کے چھپر ڈلوائے اور بنامِ خدا ایک تربیتی مرکز کی بنیاد رکھ دی۔ یہ مرکز ''خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور'' کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہوا۔ جس باغ میں یہ خانقاہ قائم ہے، اس کا محل وقوع بھی بڑا منفرد ہے۔ ''گلزارِ رحیمی'' اور قصبہ رائے پور کی آبادی کے درمیان، دریائے جمنا سے نکلنے والی

''نہر جمن'' خوب صورتی کے ساتھ بل کھاتی ہوئی بہتی چلی جا رہی ہے۔ جس کا صاف و شفاف پانی بڑی تیزی کے ساتھ پتھروں پر سے گزرتا ہوا، بادشاہوں کے شہر ''دہلی'' کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔ یوں یہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی اپنے تیز بہاؤ کی مدھر آواز کے ساز کے ساتھ ذکر اللہ کرنے والوں کے دلوں کو بڑی تازگی اور فرحت بخشتا ہے۔

''گلزارِ رحیمی'' میں واقع اس عظیم خانقاہ کے ایک طرف اگر یہ نہر پوری آب و تاب کے ساتھ بہ رہی ہے، تو دوسری طرف کوہِ شوالک کے دامن سے اُترنے والی ایک برساتی ندی اس نہر کو کراس کرتے ہوئے برسات کے موسم میں اپنی جولانیاں دکھاتی ہے۔ اور پھر جس سنگم پر آکر ندی اور نہر باہم ملتے ہیں، اس جگہ برسات کے موسم میں ندی کا پانی بلندی سے جب نیچے گرتا ہے، تو ماحول میں ایک عجیب طرح کا جلترنگ پیدا ہوتا ہے۔ جس سے اہلِ دل محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یوں ''خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور'' ندی اور نہر کے سنگم پر ایک مرتفع مقام پر گھنے باغ کے درمیان واقع ہے۔ سرسبز باغوں کے جھرمٹ میں واقع روحانیت کا یہ مرکز سکون و اطمینان اور تعلق مع اللہ کی اپنی ایک منفرد شان رکھتا ہے۔

گلزارِ رحیمی کے بارے میں اہلِ دل کے احساسات

قدرتی حسن اور خوب صورتی سے بھرپور ایسے پُرفضا مقام پر حضرت اقدس عالی رائے پوری اور آپ کے جانشین حضرات قدس اللہ اَسرارھم کی ذواتِ قدسی صفات کے فیضان سے رائے پور کے اس باغ میں کچھ ایسی نورانیت اور کشش پیدا ہوگئی کہ جس کا مشاہدہ ہر صاحبِ دل کو ''گلزارِ رحیمی'' میں داخل ہونے پر ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ باغ کا پتہ پتہ اور نہر کا قطرہ قطرہ ذکر اللہ میں مشغول ہے۔ چناں چہ گلزارِ رحیمی میں واقع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے بارے میں حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ اپنے قلبی تأثرات اور روحانی احساسات کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''چوں کہ صناعِ بے چوں کی گل کاری کے نظارے سے حضرت اقدس رائے پوری کی طبع زیادہ مانوس ہے، اس لیے رائے پور کے مغربی سمت، لبِ نہر جمن شرقی، اس باغ میں آپ کی سکونت ہے۔ جو دنیا و دین کی راحت رَسانی کے اعتبار سے گویا دنیا میں جنت ہے۔ آپ کی مقبولیت کے آثار بدیہیات (نمایاں چیزوں میں) سے (بھی) زیادہ نمایاں ہیں۔ نقشبندیہ کے فیضان سے اُنس پانے والی جماعت کو آب شارِ نہر کی دل کش صداؤں اور جنگل کے درختوں کی روح بخش سنسناہٹ میں، آپ کی بابرکت ذات کے بقائے حیات کی دعا مسموع ہوتی ہے۔ آپ کا فیضان، شام کی شبنم اور صبح کو بادِ نسیم بنا کر شاداب قصبے کے ہر ہر پتے کو ہرا بھرا بنائے ہوئے ہے۔ آپ کے حالات اس درجہ عجیب ہیں کہ غنچہ ہائے دل ان کے تصور و خیال سے کِھلے جاتے ہیں۔'' (2)

ایک اور جگہ حضرت مولانا میرٹھیؒ اپنے تأثرات کو الفاظ کا جامہ یوں پہناتے ہیں:

''حضرت اقدس رائے پوری قدس سرّہٗ کا قیام قصبہ رائے پور ضلع سہارنپور میں بستی سے باہر ایک باغ میں تھا۔ جس کے نیچے نہر جاری تھی اور دنیا ہی میں حق تعالیٰ نے آپ کو ''**جنّٰت تجری من تحتها الأنهار**'' (وہ باغات جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی) کا مصداق بنا رکھا تھا۔

آپ حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کے اجل خلفا میں تھے۔ اور غلبۂ کتمان (اپنے حالات کو چھپانے) و اِخلاص کی وجہ سے نقشبندیت کا آپ پر غلبہ تھا، کہ باغ کے پتے پتے اور نہر کے قطرے قطرے سے ذکر اللہ سنائی دیتا، اور بے حس و بے مس شخص بھی حاضرِ خدمت ہو کر اس اندرونی لذت کو محسوس کرتا تھا، جس میں آپ کا اور آپ کے متوسلین کا ہر لمحہ گزرا کرتا تھا:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

(نقشبندی مشائخ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ خفیہ راستے سے قافلے کو حرم پہنچا دیتے ہیں) (3)

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی مرکزیت

قطبِ عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرّہٗ کی ذاتِ والا صفات کے ہمہ جہتی کردار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خانقاہ رائے پور کو ایسی دینی مرکزیت عطا فرمائی کہ عام طور پر مدارس و مراکزِ دینیہ اور قومی آزادی کی تحریکات اور جماعتوں کے رہنما اور منتظمین حضرات اپنی اصلاح، تزکیہ و تربیت اور اپنے امور کی نگرانی و سرپرستی کے لیے خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرات کی جانب رجوع کرتے رہے ہیں۔ اس طرح رائے پور کا یہ مرکز کسی ایک شعبۂ دین ہی کا مرکز نہ رہا، بلکہ دین اسلام کے تمام شعبوں میں رہنمائی کا مرکز بن کر ابھرا۔ چناں چہ دارالعلوم دیوبند، مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور، مدرسہ شاہی مراد آباد جیسے بڑے اداروں کی سرپرستی، نگرانی اور رہنمائی کا کام اسی خانقاہ کے مسند نشین حضرات نے بڑی عمدگی سے سرانجام دیا۔

دارالعلوم دیوبند کا خراجِ تحسین

قطب عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری زندگی بھر دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اور اس کی مجلس شوریٰ کے اہم ترین رکن رہے۔ اور اہم امور میں اس کی نگرانی اور سرپرستی فرماتے رہے۔ حضرت عالی رائے پوری کے وِصال پر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ ایسے عظیم منتظم اور مدبر، حضرت عالی رائے پوری اندازِ تربیت کو عربی اشعار میں کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

www.rahimia.org

محط رحال الطالبین فناؤہ
یحوم علی مغناہ بانٍ وشاسعٌ
یحفونہ مثل النجوم اذا اجتدوا
وبینھم بدر من الرشید طالعٌ
(إلٰی)
وتحیٰی قلوب ذائغات عن الھدٰی
و تجلٰی قلوب صدورٍ بنستھا النوازعٌ

ترجمہ:

(۱) قطب عالم حضرت اقدس رائے پوری قدس سرّہٗ کی خانقاہ (رائے پور) طالبین رشد وہدایت کے لیے پناہ گاہ تھی۔ قریب کے رہنے والے لوگ ہوں یا دور دراز کے رہنے والے، ہر طرف سے سبھی لوگ آکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

(۲) طالبین رشد وہدایت دل میں اپنی اپنی حاجات لے کر چاروں طرف سے آپ کو اس طرح گھیر کر بیٹھ جاتے تھے، جس طرح ستاروں کا جھرمٹ، کہ جن کے درمیان میں رشد وہدایت کا چمکتا ہوا چاند موجود ہو۔

(۳) ہم پر اس عظیم انسان کی وفات کی مصیبت نازل ہوئی، جس کی حمایت کا سایہ ہماری پناہ گاہ تھا۔ جس کی بدولت ہم سے بغض رکھنے والے یا ہمیں دھوکہ دینے والے ذلیل ورسوا ہوتے تھے۔

(۴) ایسے وقت میں جبکہ لوگ آرام سے اپنے گھروں میں سو رہے ہوتے تھے۔ ہم تیز رفتار سواریوں پر بیٹھ کر آپ کے دولت کدہ خانقاہ رائے پور میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

(۵) ''خانقاہِ رائے پور'' کی جانب ہمارا یہ سفر اس لیے ہوتا تھا کہ آپ کی محبت اور زیارت کی برکت سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور غنیمت حاصل کریں اور تربیت لے کر مراتب عالیہ پر فائز ہوں، اور ہم میں سے جو زیادہ باشعور اور بزرگی حاصل کرنے کے قابل ہوں، وہ شعور کی بلندی اور بزرگی حاصل کرسکیں۔

(۶) خانقاہ میں ہم اس لیے بھی جاتے تھے کہ وہاں سے عقل وشعور اور ہدایت کی شراب سے بھرے ہوئے پیالے پئیں کہ جس سے پینے والے کی ہر ہر رگ مستی میں ڈوب جائے۔

(۷) ہمارا یہ سفر اس لیے ہوتا تھا کہ ہمارے اخلاق وعادات پاکیزہ اور زیادہ صاف ستھرے ہوجائیں۔ اور نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات ہم سے بالکل نکل جائیں۔

www.rahimia.org

(۸) ہم خانقاہ رائے پور میں اس لیے بھی جاتے تھے کہ راہ ہدایت سے منحرف قلوب دوبارہ زندہ ہو جائیں ،اوران سینوں کی صفائی ہوجائے اور ان کا زنگ اتر جائے ،جن پر جھگڑے پیدا کرنے والی گروہی خواہشات کا زنگ جما ہوا ہے۔ (4)

غرض کہ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مرکز سے اربابِ دارالعلوم دیوبند سمیت مدارس ومراکزِ دینیہ کے تمام حضرات جس طرح تربیت حاصل کرتے اور فیض یاب ہوتے تھے، مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے اس کا حقیقت پرمبنی بڑا خوب صورت تجزیہ فصیح وبلیغ عربی میں پیش کیا ہے۔ یہ پورا مرثیہ پڑھنے کے لائق ہے۔

خانقاہِ رائے پور؛ حضرت شیخ الہند قدس سرّہٗ کی نظر میں

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے جہاں شعبۂ سلوک ومعرفت اور شعبۂ شریعت و دینی مدارس کے اربابِ فضل و کمال تربیت و رہنمائی حاصل کرتے تھے، وہاں سیاسی تحریکات کے ذمہ داران بھی مشورے کرنے کے لیے رائے پور تشریف لاتے اور سرپرستی اور نگرانی چاہتے تھے۔ چناں چہ تحریکِ ریشمی رومال کے تقریباً تمام ارکان اصولی ہدایات اور رہنمائی کے لیے رائے پور حاضر ہوتے تھے۔ تحریکِ ریشمی رومال کے قائدِاعلیٰ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا قدس سرّہٗ بھی مشاورت کے لیے رائے پور تشریف لایا کرتے تھے۔ چناں چہ حضرت شیخ الہند قدس سرّہٗ حضرت عالی رائے پوریؒ کے وصال پر اپنے طویل مرثیے ''مسدّس مالٹا'' (5) میں ارشاد فرماتے ہیں:

ہمدمو! رائے کس سے لو گے؟ کہو!
مشورے کس سے اب کروگے؟ کہو!
رازِ دل کس سے اب کہوگے؟ کہو!
''رائے پور'' بھی کبھی چلوگے؟ کہو!
زینت و زیبِ الفِ ثانی مُردا!
شاہ عبدالرحیم ثانی مُردا!

خانقاہِ گنگوہ کی جانشین خانقاہِ رائے پور

اس طرح ''خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور'' کا مرکز ''خانقاہِ عالیہ رشیدیہ گنگوہ'' کا نائب اور جانشین بن کر دین اسلام کے تمام شعبوں: شریعت، طریقت اور سیاست میں تربیت نگرانی اور رہنمائی کا روشن مینار بن گیا۔ اور ''گنگوہ'' کے بعد طالبین ''رائے پور'' کے مرکز سے فیض حاصل کرنے لگے۔ جس کا نقشہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بڑی خوبی کے ساتھ کچھ اس طرح کھینچتے ہیں: (6)

جنھوں نے ''رائے پور'' میں بیٹھ کر ''گنگوہ'' دیکھا ہے
انھیں ہی یاد کچھ ''گنگوہ'' کا جغرافیا ہوگا

خانقاہِ رائے پور کی مرکزیت؛ شیخ الہندؒ کی نظر میں

حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی جانشینی اور ''خانقاہِ گنگوہ'' کی نیابت کی وجہ سے حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے وجودِ گرامی سے ''خانقاہِ رائے پور'' نے ایسی مرکزیت اختیار کرلی کہ جہاں چاروں طرف سے آنے والے تشنگانِ علومِ دینیہ اور متلاشیانِ حق کا جمگھٹا رہنے لگا۔ اور دور دراز سے لوگ اپنے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کے لیے آنے لگے۔ اور نہ صرف یہ، بلکہ دین کے تمام شعبوں میں رہنمائی کے لیے اس مرکز کا رُخ کرنے لگے۔ چناں چہ حضرت اقدس شیخ الہند قدس سرّہٗ ''رائے پور'' کی اس مرکزیت اور جامعیت کو بیان کرتے ہوئے اس کو ''محطِ رجال'' (متلاشیانِ حق مردوں کے آنے کی جگہ)، ''اُمّ القریٰ'' (مرکزی مقام) اور ''اُمّ قِریٰ'' (آنے والے طالبین کی مہمان نوازی کا مرکز) قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت اقدس عالی رائے پوریؒ کو تجدیدی کردار کی وجہ سے ہزارۂ دوم کی زیب و زینت قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ حضرت شیخ الہندؒ ''مسدّسِ مالٹا'' (7) میں بیان فرماتے ہیں:

رائے پور! تجھ سے تھا محطِ رِجال
ہوتا تھا ہر طرف سے شدِّ رحال
اہلِ مصر و قریٰ کا تھا اِک حال
ہوگیا آج سب وہ خواب و خیال
زینت و زیب الفِ ثانی مُرد
شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

ایک دم سے ترے بفضلِ خدا
تھا وہ اُمّ القُریٰ و اُمِّ قِریٰ
آج ہُو کا مکان ہے اے وا
گونجتی پھرتی ہے فقط یہ صدا
زینت وزیب الف ثانی مُرد
شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

www.rahimia.org

تھی ہمیشہ سے تیری جائے قرار
جنۃ ماء نھرھا مدرار
اب وہ ہے نہر چشم دریا بار
ہاتھ مَل مَل کے کہتے ہیں اشجار
زینت و زیب الف ثانی مُرد
شاہ عبدالرحیم ثانی مرد

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مشائخ کا تسلسل

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مشائخ قدس اللہ اسرارہم گزشتہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے انسانی قلوب کے تزکیے اور تربیت کے لیے ہمہ جہتی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس سلسلۂ عالیہ کے بانی قطب عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرّہٗ (1270ھ/ 1853ء تا 1337ھ/ 1919ء) ہیں۔ آپؒ نے قریباً 1300ھ/ 1882ء میں رائے پور، ضلع سہارن پور میں ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی تھی۔ یوں اپنے پیرو مرشد کے حکم سے اللہ کا نام سکھانے اور دین اسلام کے غلبے کے لیے ایک عظیم مرکز قائم فرمایا۔ اس دینی مرکز سے وابستہ متعلقین و متوسلین نے اپنے تصفیۂ باطن اور تزکیۂ قلوب کے حوالے سے بہت زیادہ نفع اٹھایا ہے۔ اکابر، علما اور فضلا ہی نہیں، عوام الناس بھی اس مرکز سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔

قطبِ عالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرّہٗ نے کم و بیش چالیس سال تک اس مرکزِ رُشد و ہدایت سے ہزاروں تشنگانِ علومِ دینیہ اور متلاشیانِ حق نے فیض حاصل کیا۔ اور آپؒ کی جدوجہد سے تصفیۂ قلوب اور تزکیۂ باطن کی ایسی روشن شاہراہ متعین ہوئی، جس نے زوال کے دور میں بڑا تجدیدی کردار ادا کیا۔ آپؒ کی صحبت اور تربیت سے ایسے مشائخ عظام اور علمائے ربانیین تیار ہوئے، جنھوں نے نہ صرف آپؒ کے فکر و عمل کو آگے منتقل کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کی، بلکہ اس خانقاہ کی خصوصیات کو پچھلے سوا سو سال سے پوری ذمہ داری کے ساتھ نئی نسل تک منتقل کرنے میں کوئی لمحہ ضائع نہیں کیا۔

حضرت عالی رائے پوریؒ نے جن مقاصد کے لیے یہ دینی مرکز قائم کیا تھا، آپؒ کے جانشینوں نے سلسلہ بسلسلہ نہ صرف انھیں قائم رکھا، بلکہ بدلتے دور کے تقاضوں کے مطابق انسانی قلوب کی اصلاح اور ان کے دینی شعور کی سربلندی کے لیے بہترین حکمتِ عملی پر عمل پیرا رہے۔ اور ماہر روحانی طبیب کی حیثیت سے روحِ عصر کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے نوجوان نسل میں پیدا ہونے والے زوال کے اثرات کو دور کرنے کے لیے بڑی جدوجہد اور کوشش کی۔ اور بحمداللہ! یہ سلسلہ آج بھی اُسی طرح جاری و ساری ہے۔ مشائخ رائے پور کا فیضان اپنے تسلسل کے

ساتھ انسانی دلوں اور دماغوں کو دینِ اسلام کی تعلیمات سے منور کرنے کے لیے ہمہ جہتی کردار ادا کر رہا ہے۔
چناں چہ اب تک درجِ ذیل حضرات خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسندنشین رہے ہیں:

حضرت عالی رائے پوری اوّل قدس سرہٗ

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے بانی، قطبِ عالم، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً 40 سال اس مرکزِ رُشد و ہدایت سے ہزاروں سالکین اور متوسلین کو اپنے فیضِ صحبت سے سرفراز فرمایا۔ آپؒ اس خانقاہ کے مسندنشین اوّل، بانی اور مؤسس ہیں۔ آپؒ نے ایک طویل عرصے تک اس مسند کو رونق بخشی۔

حضرت عالی رائے پوری نہ صرف شریعت کے پختہ کار عالم تھے، بلکہ چاروں سلاسل طریقت (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ) میں اپنے مشائخ عظام کے خلیفہ مجاز اور جانشین تھے۔ آپؒ کے پہلے پیر و مرشد حضرت اقدس میاں شاہ عبدالرحیم سہارن پوری قدس سرّہٗ تھے، جو سلسلۂ قادریہ مجددیہ کے مشائخ حضرت خواجہ عبدالغفور اخوند سواتی قدس سرّہٗ اور حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرّہٗ کے واسطے سے امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرّہٗ کے مجددیہ سلسلے سے وابستہ تھے۔ حضرت عالی رائے پوریؒ اپنے پیر و مرشد سے سلسلۂ قادریہ اور نقشبندیہ مجددیہ میں خلیفہ اور مجاز تھے۔ آپؒ نے انھی کے حکم سے رائے پور کا مرکز قائم کیا۔ ان کے وِصال کے بعد سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرّہٗ سے بیعت ہوئے۔ اس طرح خانوادۂ ولی اللّٰہی کے مشائخ کے واسطے سے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرّہٗ کے سلسلۂ عالیہ سے وابستہ ہو گئے۔ اور یوں خانوادۂ ولی اللّٰہی کے علوم و افکار، تعلیمات و کردار سے خصوصی تعلق قائم کیا۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرّہٗ نے آپؒ کو چاروں سلاسلِ طریقت میں اجازت عطا فرمائی۔ اور پھر انھی کے حکم سے امامِ ربانی قطبِ صمدانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرّہٗ سے تعلقِ بیعت قائم کیا۔ اور آپ سے بھی چاروں سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت پائی اور سلسلۂ عالیہ ولی اللّٰہیہ مجددیہ کے فیوضات و برکات سے مستفید ہوئے۔ آپؒ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے سرپرست اور مجلس شوریٰ کے اہم اراکین میں سے ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے جانشین بنے۔ اور ہندوستان کی آزادی کے لیے چلنے والی تحریکِ ریشمی رومال کی بھی آپؒ نے سرپرستی فرمائی۔

حضرت عالی رائے پوریؒ نے خانقاہِ رائے پور میں تقریباً سینتیس سال تک انسانی قلوب کے تزکیے اور باطنی تصفیے کے لیے تجدیدی کردار ادا کیا۔ اور سینکڑوں علما و فضلا اور ہزاروں لوگوں کو اپنے باطنی فیوض اور سیرت و کردار سے مستفیض کیا۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپؒ نے اپنا جانشین حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرّہٗ کو مقرر کیا۔ آپؒ کا وصال تقریباً 68 سال کی عمر میں 25/ ربیع الثانی 1337ھ/ 28/ جنوری 1919ء کو ''بیلوں'' میں ہوا۔ آپؒ کا تابوت ''بیلوں'' سے رائے پور لایا گیا، جہاں آپؒ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے

www.rahimia.org

پور کے باغ ''گلزارِ رحیمی'' میں ہمیشہ کے لیے محوِ استراحت ہیں۔

حضرت رائے پوری ثانی قدس سرہٗ

اس سلسلۂ عالیہ کے دوسرے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرّہٗ نے تقریباً چوالیس سال (1919ء تا 1962ء) خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ لوگوں کو فیض یاب کیا۔ اور اپنے پیرو مرشد کے طریقۂ کار کے مطابق تصفیۂ باطن اور تزکیۂ قلوب کے لیے ہمہ تن مصروفِ عمل رہے۔ نیز غلبہ دین کی جدوجہد کرنے والی جماعتوں کی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپؒ نے مدارسِ دینیہ اور علومِ قرآنیہ کے فروغ کے لیے بڑا روشن کردار ادا کیا۔ قطب الارشاد، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرّہٗ نے اس خانقاہ کے طرزِ فکر و عمل کو بڑی جامعیت سے محفوظ رکھا۔ اور اپنی عمر مبارک کے مسلسل 44 سال اپنے شیخ کے فیض کو اگلی نسل تک منتقل کرنے کے لیے ہر ممکن حد تک جدوجہد اور کوشش فرمائی۔ آپؒ نے بھی تقریباً نصف صدی تک لاکھوں تشنگانِ دین اور طالبین حق کے قلوب کو سیراب کیا۔ آپؒ نے ۱۵/ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ/ 16/ اگست 1962ء بروز جمعرات کو لاہور میں وصال فرمایا۔

اس سے پہلے آپؒ نے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے لیے اپنا جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرّہٗ کو مقرر فرما دیا تھا۔ جس کا اعلان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے خانقاہِ رائے پور میں ایک بڑے مجمع عام میں کیا۔

حضرت رائے پوری ثالث قدس سرہٗ

اس سلسلۂ عالیہ کے تیسرے مسند نشین حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرّہٗ نے تقریباً 30 سال (1962ء تا 1992ء) اس خانقاہ سے وابستہ لوگوں کو فیض یاب کیا۔ اس عرصے میں آپؒ نے اپنے مشائخ کے طریقے پر متعلقین و متوسلین کی تربیت اور تزکیے کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا۔ نیز اپنے مشائخ کے طرز پر دین کے غلبے کے لیے کام کرنے والی جماعتوں کی سرپرستی فرمائی۔ اور علومِ قرآنیہ اور سلسلۂ ولی اللّٰہی کے علوم و افکار کے فروغ کے لیے بڑی جدوجہد اور کوشش کی۔ قطب الارشاد، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرّہٗ نے اپنے شیخ کی اس امانت کی پوری طرح حفاظت فرمائی۔ اور خانقاہ کے بنیادی مقاصد و اہداف کو قائم رکھتے ہوئے مسلسل تیس سال ہزاروں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں تبدیل کیں۔ ان میں دین حق کا شعور بلند کیا۔ آپؒ نے خانقاہ کے طرزِ فکر و عمل کو مسلسل 30 سال تک بعینہٖ اگلی نسل تک منتقل کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش فرمائی۔ اور اپنے شیخ کے وصال کے بعد تقریباً ربع صدی تک انسانی قلوب کو اپنے فیوض و برکات سے سیراب کرتے رہے۔ آپؒ کا وصال 02/ ذی الحج 1412ھ/ 03/ جون/ 1992ء کو لاہور میں ہوا۔ آپؒ کا تابوت یہاں سے خانقاہِ رائے پور منتقل کیا

گیا، جہاں آپؒ اپنے نانا کے پہلو میں محوِ استراحت ہیں۔

اس سے قبل آپؒ نے جنوری 1988ء میں اپنا جانشین اپنے بڑے خلف الرشید حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کو مقرر فرمایا۔ چناں چہ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں 15/ جنوری 1988ء کو جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد علما اور عوام کے ایک بڑے مجمع عام میں آپؒ نے بنفس نفیس اس کا اعلان کیا اور خانقاہ کے تمام امور کی ذمہ داری ان کے سپرد فرمائی۔

حضرت رائے پوری رابع دامت برکاتہم العالیہ

اس وقت حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ گزشتہ تقریباً بیس سال سے خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین ہیں۔ آپ اس خانقاہ کے چوتھے جانشین ہیں۔ آپ کا وجودِ قدسی صفات، ہندوستان اور پاکستان میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین اور متعلقین کے قلوب کو سیراب کررہا ہے۔ اب تک آپ کی صحبت سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ دینِ حق کا شعور بلند ہوا۔ غلبۂ دین کا نظریہ قائم ہوا۔ خاص طور پر وہ نوجوان نسل، جو زوال کے زمانے میں اکابرین اولیاء اللہ کی تعلیمات سے ناواقف ہوتی جارہی تھی، اُس میں سچے اولیاء اللہ کے فکر و عمل سے شعور و آگہی پیدا ہوئی ہے۔

الحمدللہ! 1992ء سے اب تک موجودہ مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اپنے مشائخ کے طرز پر تصفیۂ باطن اور تزکیۂ قلوب میں مصروفِ عمل ہیں۔ خاص طور پر نوجوان نسل کو گمراہ کن جماعتوں سے بچانے کے لیے ہمہ وقت جدوجہد میں رہتے ہیں۔ اور انھیں اپنے مشائخ قدس اللہ اسرارہم بالخصوص امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم و افکار اور سیرت و کردار سے وابستہ کرنے کے لیے مسلسل کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کے فیوض و برکات کو زیادہ سے زیادہ وسیع اور عام کرے۔ اور آپ کی عمر مبارک میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ نیز متوسلین و متعلقین کے قلوب کو ان کی صحبت سے تادیر مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ تمام بزرگانِ دین اور خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور بلند مرتبت اِن مشائخ عظام کے فکر و عمل کی قدر کرنے کی توفیق اَرزانی فرمائے اور ان ذواتِ قدسی صفات سے فیض یاب ہونے کی توفیق دے۔ آمین!

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور؛ فکر و عمل کا تسلسل

ہندوستان کی گزشتہ تاریخ کا جن حضرات نے مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ اس خطے میں دین اسلام کی انسانیت دوست تعلیمات کو پھیلانے، اس کی سوشل طاقت کی تشکیل اور اس کی اساس پر سیاسی اور معاشی نظام کے قیام کے پس پردہ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی کاوشوں کا بہت زیادہ عمل دخل رہا ہے۔ حضرت علی ابن عثمان

www.rahimia.org

ہجویریؒ اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرّہٗ سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرّہٗ تک مشائخ کرامؒ کی خانقاہوں کا ایک سلسلہ ہے، جس نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے دور کے تقاضوں کے مطابق انسانیت کی بھلائی کے نظاموں کی تعمیر وتشکیل میں بھرپور کردار ادا کیا۔

قوموں پر عروج وزوال کے اثرات

قوموں کا دورِ عروج بڑا روشن اور تابناک ہوا کرتا ہے، لیکن دورِ زوال بڑا تلخ اور کرب ناک حالات سے عبارت ہوتا ہے۔ زوال کے دور میں بحیثیتِ مجموعی پوری قوم وملت کا صحیح نظریے اور اعلیٰ فکر وعمل پر قائم رہنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ تاہم اولوالعزم، باہمت اور حریت کا علم بلند رکھنے والے افراد کی جماعتی طاقت زوال سے نکلنے کے لیے اپنے بنیادی فکر وعمل کو محفوظ کرتی ہے اور جدوجہد کر کے پوری قوم میں آزادی کی روح پھونکتی ہے۔ ایسے میں مرعوب نہ ہونے والے جرأت مند، باہمت افراد اپنی جماعتی جدوجہد کے ذریعے زوال کے بُرے اثرات سے قوم کو بچانے کے لیے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔ تب جا کر دورِ زوال کے ختم ہونے کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

مسلمانوں کا دورِ عروج

مسلمانوں کا تقریباً ایک ہزار سالہ دورِ عروج بڑا شان دار ہے۔ مسلمانوں کا قائم کردہ نظام عالمی سطح کا ایک ایسا ہمہ گیر سیاسی، معاشی اور تہذیبی وثقافتی نظام تھا کہ جس کے بنیادی فکر میں انسان دوستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس عالمی نظام نے دنیا بھر میں بلاتفریق رنگ، نسل اور مذہب ہر انسان کو معاشی خوش حالی سے ہم کنار کیا۔ زراعت، تجارت اور صنعت کے ایسے عالمی معیارات قائم کیے، جن سے دنیا خوش حالی کی طرف گامزن ہوئی۔ مسلمانوں کے دور میں سیاسی حوالے سے جبر وآمریت کے بجائے ایسے پُرامن عالمی نظام سے دنیا کو متعارف کروایا کہ جس میں تمام قبائل اور اقوامِ عالم کو مکمل امن وتحفظ فراہم ہوا۔ فکری اور نظریاتی حوالے سے ایسا نظریہ وفکر سامنے آیا، جس میں بغض ونفرت کے بجائے پیار ومحبت کے ذریعے خدا پرستی کا درس عام کیا گیا۔ تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے غلبے کا یہ دور اقوامِ عالم کے لیے امن وتحفظ، عدل وانصاف اور معاشی خوش حالی اور ترقی کا ضامن بنا رہا۔

مسلمانوں کا دورِ زوال

مسلمانوں کے عظیم دورِ عروج کے بعد ان پر جو زوال آیا، وہ انتہائی اَلم ناک پہلو لیے ہوئے تھا۔ اس دور میں ان کا واسطہ ایک ایسی درندہ صفت، انسانیت دشمن قوت سے پڑا، کہ جس کے مکر وفریب اور مکارانہ چال بازیوں سے ایک دنیا آگاہ ہے۔ سرمایہ پرستی کا ایسا عالمی عفریت پوری دنیا پر چھا گیا، جس نے انسان دوستی پر مبنی بہترین سیاسی روایات، معاشی عدل و مساوات اور مثبت تہذیبی وفکری اَساسیات کو ختم کر کے خالصتاً نفع اَندوزی کے ظالمانہ طور طریقے پوری دنیا پر مسلط کر دیے۔ سرمایہ پرستی کے سامراجی اداروں نے اپنی زر پرستی کی ہوس کے تابع ہو کر انسانی

سماج کے بہترین سیاسی، معاشی اور تہذیبی عالمی معیارات ختم کر کے رکھ دیے۔ایسے میں دیگر اقوامِ عالم کے ساتھ مسلمان ملت بھی سیاسی، معاشی اور فکری غلامی کے گرداب میں پھنس کر رہ گئی۔

زوال اور غلامی کی اس صورت حال سے یوں تو پوری دنیا کی اقوام دو چار ہوئیں، لیکن برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کی غلامی کی نوعیت بڑی بھیانک شکل لیے ہوئے تھی۔ ہندوستان اپنی خوش حالی کی وجہ سے یورپ بھر میں ''سونے کی چڑیا'' کے طور پر مشہور و معروف تھا۔ یورپ کی درندہ صفت سامراجی قوتوں نے اس سنہری خطے کو جس بری طرح لوٹا اور مکر و فریب سے کام لے کر اِسے تباہ حالی سے دو چار کیا، وہ برصغیر کی تاریخ کا بڑا المناک باب ہے۔ ہندوستان کے زوال اور اس کی غلامی نے دنیا بھر کی اقوام کی غلامی اور بھوک و افلاس کی راہ کھول دی اور خطے کی تمام اقوام کی زندگی اجیرن بنا کر رکھ دی۔

زوال کے دور کا تقاضا

زوال کے اس دور میں یہ ناگزیر تقاضا اُبھرا کہ انسانی تاریخ کے دورِ عروج کے عالمی سیاسی، معاشی اور فکری و تہذیبی معیارات پر مبنی بنیادی اساسی فکر کو محفوظ کیا جائے۔اور انسانیت کے اس عظیم وِرثے سے رہنمائی لیتے ہوئے زوال کے اس دور سے نکلنے کے لیے حکمتِ عملی تشکیل دی جائے۔ دین حق کی تعلیمات پر مبنی انسانیت دوست عالمی اصولوں کے غلبے کے لیے یہ ضروری ہوا کہ انسانیت دشمن سامراجی سیاسی، معاشی غلبے کے خلاف آزادیٔ و حریت کی جدوجہد کی جائے۔ اس لیے کہ سیاسی غلامی اور معاشی مغلوبیت کے دور میں دین حق کے غلبے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔

اس تناظر میں یہ ضروری ٹھہرا کہ دورِ عروج کا تحلیل و تجزیہ کر کے اس کے بنیادی اصولوں اور سیاسی، سماجی اور معاشی اَفکار کو مربوط کر کے، اگلے دور میں روبعمل لانے کے لیے ایک واضح شکل دی جائے۔ نیز دورِ زوال کے اسباب کی نشان دہی کر کے انھیں دُور کرنے اور اس کے مقابلے پر پوری جرأت و ہمت اور اخلاص کے ساتھ جدوجہد کرنے کی صحیح حکمتِ عملی اختیار کی جائے۔

خانوادۂ ولی اللّٰہی

بلاشبہ دورِ زوال کے اس ناگزیر تقاضے کو صحیح تناظر میں سمجھنے، اس کے لیے جامع انداز میں کام کرنے اور دین حق کے غلبے کی جدوجہد کو پوری حکمتِ عملی سے روبعمل لانے کی سعادت جس اولوالعزم اور باہمت جماعتِ حقہ کو حاصل ہوئی، اُسے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ قدس سرّہٗ کی نسبت سے ''خانوادۂ ولی اللّٰہی'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرّہٗ کا تجدیدی کردار

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان کے زوال کے ابتدائی دور میں ہی حضرت الامام، حکیم الاسلام، شاہ ولی اللہ

www.rahimia.org

دہلوی قدس سرّہٗ نے دور کے ناگزیر تقاضے کو سمجھا اور اس کے لیے انتہائی محنت اور عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ کے شروع کردہ تجدیدی کام یعنی شریعت، طریقت اور سیاست کی جامعیت اور دین اسلام کے ان تینوں شعبوں کے تجدیدی پہلوؤں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہندوستان کے داخلی نظام میں عالمی سازشوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں کمزوری کی نشان دہی سب سے پہلے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرّہٗ نے کی۔ چناں چہ آپؒ نے ''فکّ کلّ نظام'' کے اصول پر تبدیلیٔ نظام کا نظریہ متعارف کرایا۔ اور اس کے لیے جس ہمت، جرأت، بلند نظری اور اخلاص و قربانی کی ضرورت تھی، اس کو پیدا کرنے کے لیے اُسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اَساس پر آپ نے ایک ایسی تحریک کی بنیاد رکھی، جو شریعت، طریقت اور سیاست کی جامعیت پر مبنی تھی، جس میں دینِ اسلام کے اساسی اور بنیادی عقائد کے ساتھ اس کی شرعی تعلیمات کے فروغ کی جدوجہد اور کوشش بھی تھی اور تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کے حوالے سے طریقت کے تجدیدی پہلو بھی تھے اور دین کے غلبے کی سیاسی اور معاشی حکمتِ عملی سے آگہی کا شعور بھی تھا۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نفسِ قدسیہ کی حرارتِ دینی نے دینِ حق کی جامع تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسی جماعتِ حقہ تیار کی، جس نے مشکل حالات میں بھی حریت اور آزادی کا علم بلند کیے رکھا۔ اور اپنے بنیادی فکر اور نظریۂ دینِ حق پر ثابت قدمی کے ساتھ مسلسل آگے بڑھتی رہی۔ آپؒ کی برپا کی ہوئی اس جامع دینی تحریک نے آگے چل کر نہ صرف سامراجی سازشوں اور مکر و فریب پر مبنی سرمایہ پرستی کے نظام کا مردانہ وار مقابلہ کیا، بلکہ برعظیم پاک و ہند کی آزادی اور حریت کے لیے بھی بنیادی کردار ادا کیا۔

حضرت الامام شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرّہٗ کے بعد آپؒ کے صاحب زادے اور جانشین حضرت الامام شاہ عبدالعزیز قدس سرّہٗ نے اس جامع دینی تحریک کو مزید آگے بڑھایا۔ شریعت کی تعلیمات کے پختہ کار عالم تیار کیے۔ طریقت کے بنیادی اساسی اصولوں کی روشنی میں مردانِ کار کی تربیت فرمائی اور سیاسی جدوجہد اور کوشش کرتے ہوئے برعظیم پاک و ہند کی آزادی اور حریت کے لیے ''تحریکِ مجاہدین'' جیسی عظیم تحریک برپا کی۔ آپؒ نے انگریز سامراج کے ظالمانہ تسلط کی واقعی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے ''فتویٰ دارالحرب'' جاری فرمایا۔ اور ہندوستان کی سیاسی حیثیت متعین کرتے ہوئے اس خطے کی اقوام کو آزادی و حریت کے لیے جدو جہد کی راہ پر گامزن کیا۔ اگر یوں کہا جائے کہ ہندوستان میں آزادی کے حصول کی ضرورت کو سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرّہٗ کی عظیم شخصیت نے واضح کیا، تو مبالغہ نہ ہوگا۔

www.rahimia.org

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرّہٗ کی تربیت یافتہ جماعت

ہندوستان کی سیاسی حیثیت متعین ہونے کے بعد آزادی کے حصول کا جذبہ محض مسلمانوں کی ہی نہیں، بلکہ تمام اقوام کی بنیادی ضرورت قرار پایا۔ چناں چہ اس حوالے سے بھی اسی خانوادۂ عالی مقام کے جاں نثاروں نے قربانیاں دیں، اور آزادی کے حصول اور دینِ حق کے غلبے کے لیے قافلۂ سالار کی حیثیت میں رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ تحریکِ مجاہدین یا تحریک سید احمد شہیدؒ اسی جذبۂ صادقہ کے ظہور کا دوسرا نام ہے۔

حضرت امیر شہید سید احمد بریلوی قدس سرہٗ، حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید قدس سرّہٗ کی عظیم قربانی نے پورے ہندوستان میں آزادی کی روح پھونک دی۔ اسی طرح حضرت الامام شاہ محمد اسحاق دہلوی قدس سرّہٗ نے اولاً دہلی کے مرکز میں بیٹھ کر ان تمام سرگرمیوں کو منظّم کیا اور مالی امداد و تعاون اور مفید مشاورت سے اس تحریک کی رہنمائی فرمائی۔ اور پھر 1831ء میں معرکہ بالاکوٹ کے بعد نئی طاقت پیدا کرنے کے لیے آپؒ نے انتہائی مشکل اور صبر آزما حالات میں کام کر کے اس جذبے کو آگے منتقل کرنے کے لیے جدوجہد کی۔ بلاشبہ اس پورے ''خانوادۂ ولی اللّٰہی'' نے اپنے تئیں جدوجہد کی ایسی مثال قائم کی، جس کی ماضی قریب میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

''خانوادۂ ولی اللّٰہی'' کی جانشین جماعت

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرّہٗ کے خانوادے کے عظیم فکر و عمل کے جانشین سید الطائفہ حضرت الامام حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرّہٗ اور آپؒ کے دو عظیم خلفا: حضرت الامام، حجۃ الاسلام، مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرّہٗ اور حضرت امام ربانی، قطبِ صمدانی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرّہٗ ہوئے۔ ان حضرات کی قیادت اور رہنمائی میں ایک بڑی جماعتِ حقہ نے خانوادۂ ولی اللّٰہی کے فکر و عمل کی اساس پر اگلے دور میں کام کیا۔ اس جماعت کی سب سے بڑی خصوصیت یہی رہی کہ یہ بیک وقت شریعت، طریقت اور سیاست کی جامعیت کی حامل تھی۔ اِن حضرات نے شریعت کی تعلیمات کے فروغ کے لیے بھی کوشش کی اور طریقت کے حلقوں کے ذریعے تصفیۂ باطن اور تزکیۂ قلوب کے لیے کاوِشیں کیں۔ اور دینِ اسلام کے سیاسی تقاضوں کے تناظر میں ملکی آزادی اور حریت کے لیے بھی قربانیاں دیں۔

اسی تناظر میں جب خانوادۂ ولی اللّٰہی کی کوششوں سے 1857ء میں جنگِ آزادی کا مرحلہ آیا تو اس جماعت کا فکر و عمل ''جہادِ شاملی و تھانہ بھون'' کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ یوں اس دور کی جنگِ آزادی میں ان حضرات کی بھرپور شرکت نظر آتی ہے۔ انگریز سامراج کے سرمایہ پرستانہ فکر و نظریے کے خلاف مشنری انداز میں افراد سازی کی ضرورت اور تقاضا اُبھرا تو ''دارالعلوم دیوبند'' کا مرکز قائم کر کے دینِ حق کی تعلیم و تربیت سے ایسے افراد تیار کیے گئے، جنھوں نے اَغیار کی سیاست، معیشت اور تہذیب و کلچر کو قبول کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اور سامراجی قوتوں

www.rahimia.org

کے خلاف مزاحمتی تحریکوں کی آب یاری کی۔ چناں چہ دارالعلوم دیوبند کے ماحول میں بچپن سے تربیت حاصل کرنے والے، اس کی روایات کے امین اور دارالعلوم کے 60 سال تک مہتمم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے والی عظیم شخصیت حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کی صد سالہ تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''1803ء (میں، جب حضرت الامام شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ نے ''فتویٰ دارالحرب'' دے کر ہندوستان کی سیاسی حقیقت کا تعین کیا) سے 1947ء تک اس جماعت کے افراد نے اپنے اپنے رنگ میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں، جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ کسی وقت بھی ان بزرگوں کی سیاسی اور مجاہدانہ خدمات پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ بالخصوص تیرھویں صدی کے نصفِ آخر میں (1857ء اور اس کے بعد) مغلیہ حکومت کے زوال کی ساعتوں میں حضرت شیخ المشائخ مولانا حاجی امداداللہ صاحب قدس سرّہٗ کی سرپرستی میں ان کے دو مریدانِ خاص: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب (نانوتوی) اور حضرت مولانا رشید احمدؒ (گنگوہی) اور ان کے متبعین اور متوسلین کی مساعئ انقلاب، جہادی اقدامات اور حریت و استقلالِ ملّی کی فداکارانہ جدوجہد اور گرفتاریوں کے وارنٹ پر ان کی قید و بند وغیرہ، وہ تاریخی حقائق ہیں، جو نہ جھٹلائے جاسکتے ہیں، نہ بھلائے جاسکتے ہیں۔......''

''ان خدمات کا سلسلہ مسلسل آگے تک بھی چلا اور انھیں متوارث جذبات کے ساتھ ان بزرگوں کے اخلاف رشید (حضرت شیخ الہندؒ، حضرت رائے پوریؒ، حضرت سہارنپوریؒ اور ان کے خلفاؒ) بھی سرفروشانہ انداز سے قومی اور ملّی خدمات کے سلسلے میں آگے آتے رہے۔ خواہ وہ تحریکِ خلافت ہو، یا تحریکِ آزادئ وطن، ان تمام میں بروقت انقلابی اقدامات کرکے (اِن حضرات نے) اپنے منصب کے عین مطابق حصہ لیا''۔ (8)

اکابرِ ثلاثہ کے جانشین

حضرات اکابرِ ثلاثہ (حضرت حاجی صاحبؒ، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ) کی تربیت سے اگلے دور میں جو رہنما قیادت سامنے آتی ہے، وہ حضرت الامام، حکیم الامت، شیخ الہند، مولانا محمود حسن قدس سرہٗ، حضرت الامام، قطبِ عالم، شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ، حضرت الشاہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرّہٗ اور ان کے متعلقین کی جماعتِ حقہ ہے۔ جس نے اس عظیم تحریکِ آزادی کی قیادت، سرپرستی اور رہنمائی کی، جسے تاریخ میں ''تحریکِ ریشمی رومال'' یا ''تحریکِ شیخ الہندؒ'' سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس عظیم جماعت نے اپنے دور میں دین اسلام کے بنیادی فکر وعمل کو محفوظ کرتے ہوئے انگریز سامراج کے خلاف آزادی کی تحریکات کے مراکز: دیوبند، گنگوہ اور رَائے پور کی صورت میں قائم کیے۔ انگریز کے جبر واستبداد کے ماحول میں یہ بظاہر تعلیم گاہ اور خانقاہ کے عنوان سے یاد کیے جاتے تھے، لیکن حقیقت میں یہ مراکز عالمی طاغوتی قوتوں کے خلاف افراد سازی کا کام کررہے تھے۔ چناں چہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیریؒ

لکھتے ہیں:

''دارالعلوم دیو بند درحقیقت ''خانوادۂ ولی اللّٰہی'' کی وہ امانت تھی، جسے ''دلی'' کے مکتبۂ فکر سے قریبی روابط رکھنے والوں نے بعض اہم مصالح کے پیشِ نظر ''دیو بند'' منتقل کر دیا تھا۔ اور جس پر علم ودانش کا نقاب بظاہر ڈال دیا گیا تھا، لیکن وہ بباطن ایک ایسا معسکر تھا، جس کی مشین پوری تیزی کے ساتھ برطانوی اقتدار کے خلاف مسلسل پُرزے ڈھال رہی تھی۔ یہی نہیں، بلکہ دیو بند کے قرب و جوار اور اس کے مضافات میں جو خانقاہیں (گنگوہ، سہارنپور اور رَائے پور) تعمیرِ باطن کا کام کر رہی تھیں، ثقہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ آزادیٔ وطن تک ان میں خفیہ ''بیعتِ جہاد'' بھی لی جاتی تھی۔

اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری (جانشین حضرت قطب عالم شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ) سے بیعتِ جہاد کرنے والوں میں مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوری سے اس حقیقت کی تصدیق خود راقم الحروف نے کی۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں باستثنائے ''خانقاہ تھانہ بھون'' ہر خانقاہ میں ان جذبات کی خاص پرورش اور نگہداشت کی جاتی تھی۔'' (9)

اس پورے تناظر میں بلاشبہ یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خانوادۂ ولی اللّٰہی اور ان کے جانشین نفوس قدسیہ کی سب سے بڑی خصوصیت اور امتیاز یہ ہے کہ ان حضرات قدس اللہ اسرارہم نے انبیا علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے دور میں پیدا شدہ زوال اور غلامی کا مقابلہ کرتے ہوئے، خطے کی اقوام کی آزادی اور قومی غلبے کے حصول کے لیے بڑی جرأت اور ہمت سے کام لیا۔ یوں مظلوم انسانیت کو ظالم سرمایہ پرست قوتوں کے سیاسی، معاشی اور تہذیبی وفکری ظالمانہ نظام سے نجات دلانے کے لیے عظیم جدوجہد اور کاوش کی ہے۔

اسی طرح اس جماعتِ حقہ نے انسانی قلوب کو صیقل کر کے ان میں تعلق مع اللہ اور عشقِ الٰہی کی ایسی جوت جگائی ہے کہ جس سے خدمتِ انسانیت کا جذبۂ صادقہ پیدا ہوا، اور عبادتِ الٰہی کا صحیح اُسلوب اُجاگر ہوا۔ اور تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کے تجدیدی پہلو انسانیت کے سامنے آئے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ شریعت کی تعلیمات کے فروغ اور ان میں رسوخ و مہارت پیدا کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کی۔ اس طرح دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں اس خطے کی قومی تعمیر وتشکیل میں ان حضرات نے بڑا جان دار اور بھرپور کردار ادا کیا۔ اور خاص طور پر مسلمانوں میں دینی شعور کا ایک ایسا بلند نظریۂ فکر وعمل پیدا کیا، جس نے اُن کی زندگی میں نمایاں تبدیلی پیدا کی۔

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی خصوصیات

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرات اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارہم کے جامع فکر وعمل اور ہمہ جہتی کردار نے گزشتہ دور کے مشائخ عظام کی یاد تازہ کر دی۔ ان حضرات نے زوال کے دور میں دین اسلام کی سربلندی

کے لیے ایسا تجدیدی کردار ادا کیا، جس سے ہزارۂ دوم میں دین کے غلبے کا شعور پیدا ہوا۔ اور یوں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شروع کیے ہوئے تجدیدکام کو اِن حضرات نے بڑی جاں فشانی کے ساتھ اگلے دور میں منتقل کیا۔ اور دین اسلام کے تینوں شعبوں شریعت، طریقت اور سیاست میں بڑی مہارت کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بظاہر خانقاہ کے ایک گوشے میں بیٹھ کر بلندتر سیاسی شعور اور دینی فہم وبصیرت کے ساتھ تمام معاملات میں رہنمائی اور سرپرستی کرنا، مشائخ رائے پور کا ایسا امتیازی وصف اور خصوصیت ہے، جس کی نظیر ماضی قریب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

1۔ انقلاب انگیز تحریکوں کی رہنمائی

اِن حضرات مشائخ رائے پور نے زوال کے دور میں انقلاب انگیز تحریکوں کی رہنمائی فرمائی۔ دینی تعلیمات کی روشنی میں انسانی معاشروں میں انقلابات برپا کرنے کے لیے ان حضرات کی قربانیاں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ چناں چہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (مجاز حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ) اس حقیقت کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''ہندوستان کے متعدد شیوخِ کبار، جن میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (قدس اللہ اسرارہم) کا نام بطورِ مثال کے لیا جاسکتا ہے۔ (ان حضرات) نے اپنے گوشۂ عزلت یا مرکزِ ارشاد وتربیت میں بیٹھ کر بڑی بڑی انقلاب انگیز اور عہد آفریں تحریکوں کی رہنمائی وسرپرستی فرمائی ہے اور وقت کے فتنوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اور اپنے خلفا اور مُنتسبین کے ذریعے اشاعت یا حفاظتِ اسلام کا نہایت وسیع اور مؤثر کام انجام دیا۔ ان (حضرات مشائخ عظام) کی تحریک وترغیب، تحریض وتشویش اور حکم وہدایت سے، اور ان حضرات کی نگرانی اور سرپرستی میں ان کے خدام و مُنتسبین نے وقت کے اہم تقاضے پورے کیے۔ اور ان خطرات کا سدِ باب کیا، جو اس وقت مسلمانوں کو درپیش تھے۔

دور سے دیکھنے والوں کی نظر، میدان کے اُنھیں سپاہیوں پر تھی، جو سرگرم اور متحرک تھے، لیکن جو لوگ حقیقتِ حال سے واقف تھے، وہ جانتے تھے کہ اس کام کی اور ان کام کرنے والوں کی ڈوری کسی ''اور'' کے ہاتھ میں ہے۔ اور جس کا اخلاص، سوزِ دروں (اندرونی فکر) اور حکمت وفراست ان سے کام لے رہی ہے۔ اور ان (کام کرنے والوں) کے اندر قوتِ عمل، جذبہ و اِیثار اور نظم واتحاد قائم کیے ہوئے ہے۔ اور وہی اس کام کی قوت واثر کا اصل سرچشمہ، ان کے قلوب کے لیے حرارت اور توانائی کا اصل مرکز ہے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے اگرچہ اپنے شیخ قطب عالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ اور شیوخِ متقدمین (جن کا اوپر ذکر ہوا) کی تقلید واتباع میں اپنے لیے ایک گوشۂ عزلت کا انتخاب کیا تھا اور بظاہر صرف سلوک وتربیت سے تعلق رکھا تھا، لیکن انھوں نے اس گوشۂ گمنامی میں بیٹھ کر اپنے اسلاف کرام کی طرح متعدد دینی تحریکوں اور خدمتِ دین اور حفاظتِ اسلام

کے مختلف اہم کاموں کی سرپرستی اور رہنمائی فرمائی تھی، جن کی تاریخ و رُوداد کا بڑا حصہ آپ کے جذبۂ اخفا اور کارکنوں کی بے توجہی سے اس وقت تک پردۂ اخفا میں ہے۔ اور بہت جستجو اور تلاش و تحقیق سے اس کی کچھ کڑیاں دستیاب ہوسکتی ہیں۔'' (10)

حقیقت یہ ہے کہ مشائخ رائے پور قدس اللہ اسرارہم نے جس ہمہ جہتی انداز میں اپنے اپنے ادوار میں اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس پر غلبہ دین کے لیے کام کیا ہے، دور کے تقاضوں کے مطابق اس کی بڑی اہمیت ہے۔

2۔ اس کام کے لیے طویل اسفار

مشائخ رائے پور قدس اللہ اسرارہم کے فکر و عمل کا مرکز بظاہر رائے پور کا باغ ''گلزارِ رحیمی'' رہا، لیکن ان حضرات نے اس کام کے لیے پورے برصغیر پاک و ہند میں مسلسل اسفار فرمائے ہیں۔ چناں چہ قطبِ عالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرّہٗ کا معمول بھی طویل اسفار کا رہا ہے۔ بالخصوص دور دراز کے علاقوں اور انتہائی دشوار گزار مقامات پر بھی احباب کی طلب اور تقاضے کے مطابق سفر کیا جاتا رہا ہے۔ اس طرح حضرت کا زیادہ وقت ''رائے پور'' کے بجائے اسفار میں گزرتا تھا۔ البتہ رمضان کا مہینہ ایک جگہ پوری یکسوئی اور خلوت کی صورت میں گزرتا تھا۔ باقی سال کے اکثر مہینوں میں اسفار ہی رہتے تھے۔

یہی معمول حضرت رائے پوری ثانی قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کا رہا ہے۔ خاص طور پر تقسیم ہند کے بعد آپؒ کے متوسلین کا حلقہ پاکستان اور ہندوستان دونوں جگہ تھا، اس لیے آپ کا تقریباً نصف نصف وقت دونوں ملکوں میں طالبین و سالکین کے جھرمٹ میں گزرتا تھا۔ بلکہ آپؒ کے بہت سے رمضان بھی پاکستان کے مختلف شہروں میں ہوئے۔ اسی طرح کا معمول حضرت اقدس رائے پوری ثالث اور حضرت اقدس رائے پوری رابع کا رہا ہے۔

3۔ خانقاہِ رائے پور ایک چلتی پھرتی تربیت گاہ

اس طرح گویا ''خانقاہِ رائے پور'' ایک چلتی پھرتی تربیت گاہ تھی۔ جہاں حضرت اقدس رائے پوری تشریف فرما ہوتے، وہی جگہ ''خانقاہِ رائے پور'' بن جاتی تھی۔ چناں چہ قطبِ عالم حضرت عالی رائے پوری قدس سرّہٗ کے دور کا ایک قصہ سناتے ہوئے خود حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا:

''جب حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ بہٹ کے نزدیک ''پیلوں'' میں قیام فرما تھے، بعض (لوگوں) نے مجھ سے کہا کہ حضرت کو ''پیلوں'' سے رائے پور چلنے پر آمادہ کرو۔ تو میں نے جواب دیا کہ ''میرے لیے تو جہاں حضرت ہیں، وہی ''رائے پور'' ہے۔ اگر کہنا ہے تو تم کہو! میں کیوں کہوں؟ میرے لیے تو اگر حضرت جنگل میں ہیں، وہی ''رائے پور'' ہے، وہی ''گلزار'' ہے۔'' (11)

www.rahimia.org

چناں چہ اسی اصول کے مطابق مشائخ رائے پور کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ جس جگہ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرات نے قیام فرما لیا، وہی ''خانقاہِ رائے پور'' بن گئی۔ ان حضرات قدس اللہ اسرارہم کا وجودِ مسعود ہی وہ مرکزی شمع ہے، جس کے گرد پروانے اپنی اپنی بساط کے مطابق فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ جس کا جتنا محبت و عشق کا تعلق بڑھتا گیا، خواہ وہ دور ہی کیوں نہ بیٹھا ہو اور کسی ذمہ داری کو پورا کر رہا ہو، اس کو اتنا ہی زیادہ فیض حاصل ہوتا رہا ہے۔ اصل چیز اِن حضراتِ قدسیہ کے ساتھ محبت اور عشق کا تعلق رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ متعلقین و متوسلین پر فیض کی بارش برساتے رہتے ہیں۔

4۔ خصوصی تربیت کے ضروری امور

مشائخ رائے پور سے وابستہ ہو جانے والے ایسے حضرات، جن میں صلاحیت و استعداد کے ساتھ طلبِ صادق موجود ہو، ان کی مزید روحانی ترقی اور سلوک کی تکمیل کے لیے بنیادی طور پر دو چیزوں کو لازمی قرار دیا:

1۔ ذکر اللہ کی پابندی 2۔ محبت کے ساتھ صحبتِ شیخ

پھر ان دو امور کی پابندی کے ساتھ روحانی ترقی اور سلوک کی تکمیل کے لیے بھی روایتی طریقۂ کار کے بجائے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے تصوف و سلوک میں رسوخ پیدا کرنے کے لیے جو مختصر، جامع اور تجدیدی طریقۂ کار متعین کیا ہے، اس کو اختیار کیا ہے۔ چناں چہ مشائخ رائے پور کے یہاں جو فرد دِین کے کسی شعبے میں بھی کام کر رہو، اس شعبے کے اعمال و افعال اور امور کو اِخلاص و للّٰہیت اور پوری حضوری کے ساتھ سرانجام دینے میں اس کی روحانی ترقی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ اور اس دوران ایسے انداز سے اسے منزلِ مقصود تک پہنچایا جاتا ہےکہ اسے پتا بھی نہیں چلتا اور ایک دن منزلِ مقصود پر پہنچا ہوتا ہے۔ اس کو مولانا محمد عاشق میرٹھی شعر کی صورت بیان کرتے ہیں:

نقشبندیہ عجیب قافلہٗ سالار اند
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

''نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ خفیہ راستے سے قافلے کو حرم پہنچا دیتے ہیں۔''

5۔ شریعت کی تعلیمات کی پابندی

مشائخ رائے پور عمومی اصلاح کے لیے اس چیز پر زور دیتے ہیں کہ شریعت کے بنیادی عقائد اور فرائض کی پابندی، اللہ کے عشق و محبت کے ساتھ کرنی چاہیے۔ اللہ کا حکم سمجھ کر شرعی احکام و عقائد کی پابندی کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہیے۔ اسی سے اس کی روحانی ترقی بھی ہوتی رہتی ہے۔

شریعت کی تعلیمات میں رسوخ پیدا کرنے کے لیے بھی لمبے چوڑے اور روایتی نصابِ تعلیم کو مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس سلسلے میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے علومِ شرعیہ کی تجدید کرتے ہوئے بڑی جامعیت پر مبنی جس

www.rahimia.org

نصابِ تعلیم کی طرف توجہ دلائی، اسے اپنانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ چناں چہ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں:

''آج کے لیے عربی کا نصاب مختصر کر دینا چاہیے۔ جس میں پانچ سال میں فقہ، حدیث اور ترجمہ قرآن مجید و تفسیر پر عبور ہو جائے۔ اور منطق و فلسفہ وغیرہ اور دیگر فنون پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ میرا خیال اختصارِ نصاب کا ہے۔'' (12)

6۔ سیاستِ نبویہ کی شعوری تربیت

خانقاہِ رائے پور کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ طریقت اور شریعت کی تعلیمات تک ہی محدود نہیں، بلکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اسلوب کے مطابق دین کے اہم شعبے سیاست کے حوالے سے دینی شعور کو بھی اپنی تعلیم و تربیت کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔ مشائخ رائے پور نے اگرچہ عملی سیاست میں براہِ راست حصہ نہیں لیا، لیکن یہ حضرات سیاسی شعور کے فروغ اور حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اور اس حوالے سے فرضی اور رومانوی اندازِ سیاست کے بجائے معروضی حقائق کی بنا پر سیاسی رائے قائم کرنے اور اس حوالے سے کام کرنے کا صحیح نقشہ بناتے ہیں۔ اس حوالے سے افراط و تفریط اور انتہاپسندانہ سوچ کبھی ان حضرات پر غالب نہیں آئی۔

سیاسی شعور کی بنیاد پر زمینی حقائق کے تناظر میں ایک مستحکم اور پختہ سیاسی رائے ضرور رکھتے ہیں، لیکن اس رائے کی بنیاد پر عملی حقائق کو نظرانداز نہیں کرتے۔ اس لیے کہ سیاست میں عملی حقائق کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جب تک سیاسی طاقت موجود نہ ہو یا سیاسی طاقت کے حصول کے لیے سنجیدہ کوشش نہ کی جائے، محض بلند بانگ سیاسی نعروں سے نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔

اس لیے مشائخ رائے پور اپنے متوسلین میں سے، جن میں اس حوالے سے صلاحیت پاتے ہیں، ان میں دین کے سیاسی شعور کی تربیت بھی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اس کی استعداد نہ رکھیں اور مخلص ہوں، مفاد پرست اور لالچی نہ ہوں، ان پر بلاوجہ اپنی رائے مسلط نہیں کرتے۔ بلکہ ایسے مخلصین کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ ہاں! جو لوگ مفاد پرست، لالچی، خودغرض اور غلبۂ دین کے بنیادی نظریے کو ہی تسلیم نہ کریں، اور بغاوت وعناد کی صورت رکھیں، تو ان سے قطع تعلق کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ بلندترین سطح پر دینی سیاسی شعور کی رائے رکھنے کے باوجود اِسے دوسروں پر مسلط کرنا ان کے ہاں نہیں پایا جاتا۔ الغرض! دین کے تینوں شعبوں یعنی شریعت، طریقت اور سیاست میں ایک اعتدال و توازن پیدا کیے رکھنا مشائخ رائے پور کی خصوصیات میں سے ہے۔

7۔ مشائخ رائے پور کا طریقۂ تربیت

سلسلۂ عالیہ رائے پور کے مشائخ نے تصوف و سلوک کے اہم امور کا خلاصہ بیان کیا ہے اور تربیتِ باطنی اور تزکیۂ قلوب کے لیے ایک ایسا آسان طریقہ متعین کیا ہے، جس میں عام لوگوں کے لیے لمبے چوڑے وظائف

www.rahimia.org

کے بجائے مختصر اور آسان معمولات پیشِ نظر رکھے گئے۔ تاکہ اس مصروف ترین دور میں سلسلے کے وابستگان ان معمولات کے ذریعے اپنی باطنی اصلاح اور شعوری دینی تربیت میں ترقی حاصل کر سکیں۔ اور دین اسلام کی جامع تعلیمات کے غلبے کے نظریۂ فکر و عمل سے ان کی وابستگی پختہ ہو۔ مشائخ رائے پور کے اس طریقۂ تربیت کے متعلق مسند نشین ثانی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرّہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

''اب تصوف کا بھی خلاصہ نکل آیا ہے۔ ...... یہ آسانی ہمارے اکابر کی تجویز کردہ ہے، جو اپنے زمانے میں تصوف کے مجتہد اور حاکم ہوئے ہیں، نہ کہ مقلد اور محکوم۔ اور فرمایا: اکابر سے مراد یہی حضرت حاجی (امداداللہ مہاجر مکی) صاحبؒ، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ وغیرہ مراد ہیں۔ اور ہمارے حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) کے متعلق بھی میرا خیال ہے کہ وہ تصوف پر حاکم تھے۔ ایک مرتبہ (حضرت عالی رائے پوریؒ نے) فرمایا کہ: مولوی صاحب! جس طرح ہر بات کا خلاصہ اور روح نکل آئی ہے، تصوف کا بھی خلاصہ اب نکل آیا ہے۔'' (13)

ایک مرتبہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تصوف کا خلاصہ اور نتیجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مولوی صاحب! لوگ خبر نہیں تصوف کسے سمجھتے ہیں! تصوف تو فقاہت یعنی دینی سمجھ اور شعور کا نام ہے۔'' (14)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ رائے پور نے اپنے سلسلۂ عالیہ کے مشائخ کی تعلیمات کے تناظر میں تربیت اور تزکیے کے لیے تصوف کے اہم امور کا خلاصہ نکالا۔ اور اسے آسان بناتے ہوئے ایسے معمولات تجویز کیے، جو نہ صرف مسنون و ماثور ہیں، بلکہ قلوب کی اصلاح اور تزکیے میں بڑی تاثیر رکھتے ہیں۔ خاص طور پر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ایک جامع فکر و عمل کی صورت میں ان معمولات کی تاثیرات بیان فرمائی ہیں۔ چناں چہ ولی اللّٰہی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ معمولات تجویز کیے گئے ہیں۔

ان معمولات اور اس طریقۂ تربیت کے اثرات و نتائج بہت خوب واقع ہوئے ہیں۔ چناں چہ سلسلے سے وابستہ حضرات ان معمولات کی پابندی اور اس طریقۂ تربیت کو اپنا کر اپنی اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق دین کے کسی نہ کسی شعبے سے وابستہ ہو کر دین اسلام کے غلبے کے لیے مصروفِ عمل ہو جاتے ہیں۔ چناں چہ ان معمولات، خاص طور پر ذکر کی پابندی سے جو ثمرات و نتائج پیدا ہوتے ہیں، اس کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرّہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

''اصل میں تو ایسا ہوتا ہے کہ اثنائے ذکر (ذکر کے دوران) میں:

(الف) کسی کو نفل نمازوں سے انس ہو جاتا ہے،

(ب) کسی کو تلاوتِ قرآنِ حکیم سے،

(ج) کسی کو تعلیم و تعلّم (اور تدریس) سے،

(د) کسی کو کسی اور (دوسرے) دینی کام سے،

(ہ) اور کسی کو مفادِ عامہ کے امور اور سیاسی انتظام سے، کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اکثر کو اسی سے لگاؤ تھا۔ جس کے ماتحت انھوں نے دنیا میں عدل وانصاف قائم کیا اور رفاہِ عامہ کے کاموں کو سرانجام دیا۔

گویا ہر ایک کا مخصوص رنگ ہوجاتا ہے، جو (اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق) تھوڑا تھوڑا الگ بھی ہوتا ہے۔'' (15)

گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے مشائخ رائے پور ان معمولات کے ذریعے اپنے متعلقین اور متوسلین کی تربیت فرما کر دین کے مذکورہ بالا شعبوں میں کام کرنے کے لیے تیار کرتے رہے ہیں۔ ان معمولات کی تاثیرات بڑھانے میں ان حضرات کی قلبی توجہات اور باطنی فیوضات بھی اپنا پورا پورا اثر رکھتی ہیں۔

8۔ معمولاتِ تربیت برائے متعلقین سلسلہ

مشائخ رائے پور اپنے ملفوظات کی صورت میں سلسلے کا طریقۂ تربیت اور معمولات بیان کرتے رہے۔ یہ آٹھ اہم ترین معمولات ہیں، جنھیں مشائخ رائے پور اپنے متعلقین اور متوسلین کے لیے بیان فرماتے رہے ہیں۔ سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے یہ ''امورِ ہشت گانہ'' ایسے ہیں، جن کی پابندی سے ظاہری و باطنی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اور اب تک تزکیۂ نفس کے حوالے سے لاکھوں لوگ ان معمولات سے فیض یاب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے اور مشائخ رائے پور کا فیضان نصیب فرمائے۔

[1] تصحیح نیت اور نظریے کی درستگی

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و چاہت اور آخرت پر پورا یقین و اعتماد رکھے۔ ہر دم اس کے پیشِ نظر دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کی نیت، عزم اور ارادہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت کی تصحیح کرے اور اپنے نظریۂ زندگی کو درست رکھے۔ اس تناظر میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مشائخ سب سے پہلے تصحیح نیت اور نظریے کی درستگی پر زور دیتے ہیں۔ چناں چہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرّہٗ فرماتے ہیں:

''تصوف کیا ہے، دنیا کی تمام مباح اور جائز مصروفیات اور کاروبار کو بھی دین بنا دینا۔ یاد رکھو! اگر

www.rahimia.org

اس نیت کو بیدار رکھ کر کہ ''یہ کام میں اللہ کے لیے، یعنی اس کی رضا کے حصول اور تعمیل احکام میں کرتا ہوں'' تمام کام کیے جائیں تو بہت سی نفلی عبادتوں سے افضل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً مسلمان پر اپنے اہل و عیال کی پرورِش کا ایک درجہ واجب ہے۔ اب اگر اس واجب کی ادائیگی کے لیے وہ کام (کاج، محنت اور مزدوری) کرتا ہے، مگر اللہ کی رضا کی نیت کر کے اور غفلت ترک کر کے کرتا ہے تو نوافل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے۔ کیوں کہ وہ ایک واجب ادا کر رہا ہے۔ اس طرح ہر کام کو عبادت بنایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ حرام اور مکروہ نہ ہو، کم از کم مباح اور جائز درجے کا (ضرور) ہو اور ریا کاری سے تو خالص عبادت، خواہ وہ نماز ہی (کیوں نہ) ہو، شرک بن جاتی ہے کہ دکھاوے کے لیے کی جائے۔ کیوں کہ دکھاوے سے عبادت کرنا شرک ہے۔''(16)

نیز تصوف کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''تصوف کا ابتدائی سِرا ''تصحیح نیت'' ہے۔ اور اس کا انتہائی نتیجہ جو تصحیح نیت سے حاصل ہوتا ہے ''فقاہت'' یعنی دینی سمجھ اور شعور کا حاصل ہونا ہے۔''(17)

یہ دینی سمجھ اور شعور اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج کل گمراہی اور فتنوں کا زمانہ ہے اور گزشتہ دو ڈھائی سو سال سے مسلمان معاشروں پر کفر و طاغوت کا انسانیت دشمن نظام مسلط ہے۔ اس کی وجہ سے ماحول میں دینی حوالے سے بے راہ روی، نیتوں کا فساد اور غلط افکار و نظریات پھیلے ہوئے ہیں۔ خاص طور پر مادیت پر مبنی سرمایہ پرستانہ نظام نے مسلمانوں کے اعمال و افکار کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔ اور نوجوان نسل تو خاص طور پر غلط افکار و نظریات سے متاثر ہو رہی ہے۔ ایسے ماحول میں ضروری ہے کہ تمام مسلمان اور خاص طور پر نوجوان نسل دینِ اسلام کی تعلیمات پر انفرادی اور اجتماعی طور پر عمل کرنے کے لیے اپنی نیت کی تصحیح کریں۔ اور اپنا نظریہ و فکر درست رکھیں۔ گمراہ کن افکار و نظریات سے علاحدگی اختیار کریں۔ اور نیت کی درستگی کے ساتھ دین کے غلبے کا نظریہ اپنے پیشِ نظر رکھیں۔ چناں چہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں:

''ان مشکل حالات سے اگر مسلمان یہ لیں کہ (تکبر اور سرمایہ پرستی سے) دل ٹوٹ جائے اور خدا کی طرف توجہ زیادہ ہو جائے تو حالات کا وصول کرنا ہے۔'' اور فرمایا کہ: ''مسلمانوں کے سامنے اب (ان حالات میں) ملکی زندگی کا پروگرام پورے زور سے آجانا چاہیے۔''(18)

اس لیے مشائخ رائے پور اپنے متوسلین کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ حبِ مال (سرمایہ پرستی)، حُبِ جاہ (عہدہ طلبی)، عجب (خودنمائی) و تکبر اور حسد، کینہ، بغض وغیرہ بداَخلاقیوں کے نظام اور اس غلط ماحول سے برأت کا اظہار کریں۔ اور دین اسلام کے اعلیٰ اَخلاق خدا پرستی، انسان دوستی پر مبنی عدل و انصاف کے بہترین نظام کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے اپنے تئیں جدوجہد اور کوشش کرنے کی نیت و عزم کریں۔ اور اپنے سلسلۂ عالیہ کے مشائخ،

www.rahimia.org

بالخصوص امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرّہٗ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خانوادۂ ولی اللّٰہی کی تعلیمات اور ان کے طریقۂ کار سے رہنمائی حاصل کریں۔ اور ان حضرات مجددین کی جامع تعلیمات کی روشنی میں دُنیوی اور اُخروی کامیابی کے لیے پوری جدوجہد اور کوشش کریں۔ ان مشائخ کے طریقۂ کار کے بنیادی اصولوں کی نشان دہی کرتے ہوئے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والدِ گرامی اور شیخ، حضرت الامام شاہ عبدالرحیم دہلویؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ:

''ہمارے طریقے کے پانچ بنیادی اُصول ہیں:

(1) ہمیشہ ذکر اللہ میں مشغول رہنا

(2) ہر حالت میں تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنا

(3) بغیر کسی تفریق کے تمام مخلوق کو نفع پہنچانا

(4) اپنے آپ کو اللہ کی کسی بھی مخلوق سے افضل نہ سمجھنا

(5) اللہ کے حکم اور اللہ کی مخلوق کے سامنے تواضع اختیار کرنا'' (19)

اس تناظر میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مشائخ نے اپنے وابستگان کی تربیت کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ مذکورہ بالا اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہر وقت تصحیح نیت اور غلبہ دین کے نظریے کو بیدار رکھ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں۔ اور اس غلط ماحول اور نظام کی حتی الوسع مزاحمت کریں، جو دین اسلام کی سچی تعلیمات پر عمل کرنے میں رکاوٹ ہے۔ اور اس حوالے سے درجِ ذیل امور کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں:

الف: جملہ امور کی انجام دہی میں نیت درست کرنے کا اہتمام کریں۔

ب: تمام جائز کاموں میں مشغولیت کے دوران خدا سے اپنے تعلق کو ہرگز نہ بھولیں۔

ج: اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق کے جذبے سے انسان دوستی کو لازم سمجھیں۔

د: اپنے اندر دینی حوالے سے قومی اور ملّی شعور پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

ھ: ملّی فرائض اور قومی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا جذبہ اپنے بیدار کریں۔

و: ہر طرح کے ظلم سے نفرت رکھیں اور عدلِ اجتماعی کو دین کا اہم فریضہ سمجھیں۔

ز: قومی اور اجتماعی حقوق کی ادائیگی کے لیے غلبۂ دین کو ضروری سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان حضرات مشائخ رائے پور کے متعین کیے ہوئے راستے پر پوری دل جمعی، ہمت اور جرأت کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

[2] بیعتِ توبہ اور فرائض دین کی پابندی

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے وابستگان کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیخ وقت کے ہاتھ پر اپنے انفرادی اور

www.rahimia.org

اجتماعی گناہوں سے توبہ کی نیت سے ''بیعتِ توبہ'' کریں۔ مشائخ رائے پور اس کا طریقہ درجِ ذیل ارشاد فرماتے ہیں:

''بیعت کرتے وقت سب سے پہلے خاموش طریقے پر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اور صدقِ دل کے ساتھ شیخ کے کہلوانے پر کلمہ طیبہ:

''لا إلٰه إلّا اللّٰه مُحمّد رسول اللّٰه''

اور مختصر درود ''**صلّی اللّٰه علیه و آلهٖ و صحبهٖ و بارک و سلّم.**''

پڑھتے ہوئے درجِ ذیل کلمات کہے:

میں توبہ کرتا ہوں: کفر سے، شرک سے، بدعت سے، غیبت سے، جھوٹ بولنے سے، قتل کرنے سے، چوری سے، زنا سے، کسی پر بہتان لگانے سے، نماز چھوڑنے سے، اور تمام گناہوں سے، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ اور جو گناہ میں نے اپنی تمام عمر میں کیے ہیں۔

یا اللہ! تو میری توبہ قبول کرلے اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے توفیق دے اپنی رضا مندی کی اور اپنے رسولِ پاکؐ کی تابع داری کی، شریعت پر عمل کرنے کی اور خلافِ شرع باتوں سے بچنے کی۔''

اس توبہ کے بعد شیخ چند نصیحت کے کلمات تلقین کریں گے۔ انھیں پوری توجہ کے ساتھ سنا جائے اور صدقِ دل سے ان پر عمل کی کوشش کی جائے۔ وہ کلمات یہ ہیں:

''یہ توبہ ہوگئی۔ اللہ ہماری توبہ قبول کرلیں۔ ہمارے تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف فرما دیں۔ آمین۔ اب ہم پر سب سے پہلا فرض نماز کا ہے۔ یہ کسی حالت میں معاف نہیں ہوتی۔ اس کی قضا واجب ہوتی ہے۔ اس کا ترک کرنا بڑا گناہ ہے۔ نماز بہت ہی اعلیٰ عبادت ہے۔ نماز سے اللہ کی محبت اور اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے نماز کا اہتمام کریں اور ہر وقت نماز کا دھیان دل میں رکھیں۔ اس سے ہمارے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا ہوگی۔ یہ کامیابی ہے۔''

''خلافِ شریعت باتوں سے بچنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ راضی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا مسلمان کے لیے بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بڑا خسارہ ہے۔ کوئی ضرورت پیش آئے، تو سب امور کو شریعت کے مطابق سرانجام دینا چاہیے۔ جن چیزوں کے مسائل نہ جانتے ہوں، ان کو شریعت والے اہلِ علم، صحیح عقیدہ والوں سے دریافت کرے اور اس پر عمل کرے۔ موت کو یاد رکھنا چاہیے کہ مرنا ہے، آخرت کے لیے جانا ہے۔ اصل زندگی وہی ہے، جو مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔ نہ کوئی لوٹ کر آتا ہے اور نہ کوئی آئے گا۔ اگر شریعت کے مطابق عمل کریں گے، گناہوں سے بچیں گے اور اللہ تعالیٰ کو راضی رکھیں گے، تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت الفردوس میں جگہ

www.rahimia.org

نصیب ہوجائے گی اور راحت وچین کی زندگی گزرے گی۔ اور اگر شریعت کے خلاف عمل کرتے رہے اور گناہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض رکھا تو قبر کا عذاب، حشر کے دن کا عذاب ___ جو بہت ہی بڑا سخت اور دردناک ہے ___ بھگتنا پڑے گا۔ اور اپنے عملوں کی سزا بھگتنے کے لیے دوزخ میں ٹھکانا بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دوزخ کے عذاب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے بچائے۔ آمین ثم آمین!'' (20)

''اللہ تعالیٰ ہمیں سلسلۂ رائے پوری میں قبول فرمائے۔ اور ان کا فیض نصیب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں دین دنیا میں کامیابی نصیب فرمائے۔ اللہ ہمیں سچی جماعت سے وابستہ رکھے۔ آخرت پر ایمان نصیب ہو۔ اللہ اور اللہ کی محبت ہمارے دلوں میں غالب ہو۔ اللہ ہم سب کو فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ حاسدین، کینہ پرور اور گمراہ کرنے والی جماعتوں سے اللہ محفوظ رکھے۔ ہمیں صحیح نظریے پر قائم رکھے۔ غلبہ دین کے لیے اللہ ہمیں قبول فرمالے۔''

بیعتِ توبہ کا یہ طریقہ مسنون ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اور صحابیات سے انھی کلمات کے ذریعے بیعتِ توبہ کرائی ہے۔ جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں ہے۔ نیز حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"تعالوا! بايعوني على ان لا تشركوا بالله شيئًا، و لا تسرقوا، و لا تزنوا، ولا تقتلوا اولادكم، و لا تأتون ببهتان تفترونه بين أيديكم و أرجلكم، و لا تعصوني في معروف."(21)

''آؤ، تم مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، اور چوری نہیں کرو گے، اور زنا نہیں کرو گے، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، اور کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے، اور نیک کاموں میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔''

اس بیعتِ توبہ میں بنیادی طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک مقرب بندے کے ہاتھ پر حقوق اللہ اور حقوقِ انسانیت کی پاس داری کا عہد کیا جاتا ہے۔ حقوق اللہ کے حوالے سے درجِ ذیل باتوں کا عہد ہے:

(الف) کفر وشرک سے بچنا

(ب) دین میں بدعت پیدا کرنے اور شریعت کی نافرمانی سے بچنا

اور حقوقِ انسانیت کے حوالے سے درجِ ذیل باتوں کا عہد کیا جاتا ہے:

(الف) لوگوں کا مال چوری ڈاکہ سے حاصل کرنے سے بچنا

(ب) زنا کاری کے ارتکاب سے سے بچنا

(ج) قتل انسانیت سے دور رہنا

(د) انسانی عزت واحترام کو پامال کرنے سے بچنا

توبہ کے ان کلمات اور شیخ کی بیان کردہ نصائح کو پیش نظر رکھ کر اپنی حالت درست کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اور اس سلسلے میں شیخ کے ساتھ جو عہد کیا ہے، اس کی اہمیت ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے اور اس کو پورا کرنے کے لیے پوری جدوجہد اور کوشش کرنی چاہیے۔

[3] تلاوتِ قرآنِ حکیم اور قرآنی مفاہیم کا شعور

مشائخ رائے پور فرماتے ہیں کہ:

''قرآن حکیم کی تلاوت اعلیٰ ذکر ہے۔ جب تلاوت کریں تو کلامِ الٰہی کی عظمت، محبت اور ادب دل میں ہو کہ یہ میرے اللہ کا کلام ہے، عظمت والے کا کلام ہے۔ جتنی دل میں عظمت ہوگی، اتنی ہی ہدایت نصیب ہوگی اور اللہ کی محبت دل میں پیدا ہوگی۔''

اس لیے اپنے دل میں اللہ کی محبت اور عظمت پیدا کرنے کے لیے روزانہ قرآنِ حکیم کی تلاوت کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔ آداب کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوتِ قرآن حکیم کا صحیح طریقہ مشائخ رائے پور اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

''باوضو ہو کر قبلہ رُخ بیٹھ کر قرآن حکیم کی عظمت و محبت دل میں رکھتے ہوئے روزانہ کم از کم اس کی اتنی تلاوت کا معمول بنانا چاہیے کہ جس سے ایک قرآن شریف ایک مہینے میں ختم ہو جائے۔ تلاوت سے پہلے درود شریف طاق تعداد میں پڑھے۔ اور پڑھتے وقت اپنے دل میں یہ خیال قائم کرے کہ ''اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اور اللہ کا کلام سب کے کلاموں سے بڑا اور عظمت والا ہے۔ اور اللہ کا کلام اللہ کی توفیق سے میری زبان پر جاری ہو رہا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ رہا ہے۔'' اگرچہ تلاوتِ قرآنِ حکیم حفظ یا دیکھ کر بلا وضو بھی کی جاسکتی ہے، لیکن قرآن حکیم کو بلا وضو ہاتھ لگا کر نہیں پڑھنا چاہیے۔'' (22)

مشائخ رائے پور کے ہاں قرآن حکیم کی تلاوت اور اس کے فہم و شعور کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ تمام مشائخ نے ساری زندگی اس پر عمل کیا ہے۔ خاص طور پر رمضان المبارک میں قرآن حکیم کی تلاوت، نوافل میں اس کی سماعت اور قرآن حکیم کے معانی اور مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن حکیم پڑھنے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے خود راقم سطور سے فرمایا:

''حضرت عالی (شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) کے ہاں قرآن حکیم کو معنی اور مفہوم کا لحاظ کر کے پوری تصحیح کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔'' (23)

اسی لیے حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے اپنے دور میں حضرت اقدس مولانا سعید احمد رائے پوری کی زیرِ نگرانی قرآن حکیم کے معنی اور مفاہیم کا شعور پیدا کرنے کے لیے دورۂ تفسیر قرآن حکیم کے اہتمام کا آغاز کیا

www.rahimia.org

تھا۔ چناں چہ اس وقت سے لے کر اب تک سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین کے لیے مشائخ رائے پور کی زیرسرپرستی ہر سال ہفت روزہ یا پندرہ روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرّہٗ اپنے مخصوص احباب کو ایک ہفتے میں معنی اور مفہوم کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن حکیم کی تلاوت مکمل کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اور ہفتے بھر کی ایک خاص ترتیب بیان فرمایا کرتے تھے۔ چناں چہ حضرت کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ لکھتے ہیں:

(حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے فرمایا کہ:) ''اس ترتیب سے قرآن شریف پڑھا جائے۔ جمعۃ المبارک کے روز سورۃ **البقرہ** سے سورۃ **المائدہ** کے اختتام تک۔ اور ہفتے کے روز سورۃ **الانعام** سے سورۃ **التوبہ** کے اختتام تک۔ اور اتوار کے روز سورۃ **یونس** سے سورۃ **مریم** کے آخر تک۔ اور سوموار کے روز سورۃ **طٰہٰ** سے سورۃ **القصص** کے آخر تک۔ اور منگل کو سورۃ **العنکبوت** سے سورۃ **صٓ** تک۔ اور بدھ کو سورۃ **الزمر** سے سورۃ **الرحمٰن** کے آخر تک۔ اور جمعرات کو سورۃ **الواقعہ** سے سورۃ **الناس** تک۔ اور ختم کے بعد سجدہ میں جا کر اول آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھیں اور درمیان میں انتہائی عاجزی اور انکساری سے اپنے مقصد کو ذہن میں رکھ کر دعا کریں۔'' (24)

اس طرح ایک ہفتے میں قرآن حکیم کے مفاہیم کا لحاظ رکھ کر توجہ سے تلاوت کرنے سے بڑا روحانی فیض حاصل ہوتا ہے اور انوارات و برکات نازل ہوتی ہیں۔

[4] تیسرے کلمے کی تسبیح

مشائخ رائے پور فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اور محبت پیدا کرنے کے لیے بعد نمازِ فجر یا چوبیس گھنٹے میں جس وقت بھی فرصت ملے، پوری یکسوئی کے ساتھ تیسرے کلمے کی تسبیح کرنی چاہیے۔ چناں چہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ اس کی ترتیب اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''اول وآخر درود شریف پڑھ کر تیسرا کلمہ

"**سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ.**" بمع وِرد

"**وَ لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ**" سو مرتبہ پڑھنا چاہیے۔''

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

''یہ بڑا بابرکت وظیفہ ہے۔ جب بندہ اس کو اللہ کی عظمت اور محبت کے ساتھ پڑھتا ہے تو رحمتیں نازل ہوتی ہیں، روحانی ترقی ہوتی ہے اور جنت میں باغ لگ جاتا ہے۔''

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ایک متوسل سے فرمایا کہ:

''جہاں تک ہوسکے اپنی توجہ خدا کی طرف لگائے رکھنے کی کوشش کیجیے! اور سوم کلمہ ہر وقت پڑھتے

رہیے۔ اور اس میں خیال رکھیے کہ خداوندِ کریم یہ کلمہ قبول فرمالیں۔'' (25)

تیسرے کلمے سے اللہ کی شان اور اس کی کبریائی کا احساس دل میں جاں گزیں ہوجاتا ہے اور اللہ کی حمد وثنا اور تعریف سے بڑی ترقی اور کامیابی ملتی ہے۔ نیز اللہ کے علاوہ دنیا کی تمام طاقتوں اور قوتوں کے رُعب سے انسان آزاد ہوجاتا ہے۔ اور ''لَاحَوْلَ وَ لَاقُوَّةَ'' کے ورد کی وجہ سے اپنے عجز وانکساری کا اعتراف اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کلمے کے فیوض و برکات نصیب فرمائے۔

[5] استغفار کی کثرت

مشائخ رائے پور فرماتے ہیں: گناہوں کے نظام اور ماحول میں رہنے کی وجہ سے بہت سے گناہ سرزد ہوجاتے ہیں۔ اس لیے ان سے معافی کے جذبے سے استغفار کی کثرت کرنا بڑا مفید ہے۔ چناں چہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

''شام کے وقت جب دن بھر کے کام سے فارغ ہوں، تو پھر سوچیں کہ مجھ سے دن بھر میں چھوٹے بڑے گناہ کیا کیا ہوئے ہیں، ان سے توبہ کا ارادہ کرکے، توبہ کی نیت سے استغفار کی ایک تسبیح (سو مرتبہ) کریں:

''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ أَتُوْبُ إِلَیْهِ O''

(اے میرے ربّ! میں تمام گناہوں سے معافی مانگتا ہوں اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں)

یہ انبیا کا وظیفہ ہے۔ صحابہ کا وظیفہ ہے۔ اولیاء اللہ کا وظیفہ ہے۔ جب ہم توبہ کی نیت سے استغفار کریں گے، تو ہماری توبہ قبول ہوگی۔ دن بھر کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور گناہوں کی وجہ سے پریشانیاں آتی ہیں، ان سے نجات ملے گی۔ اور استغفار سے رزق میں برکت آتی ہے۔ اور دل برے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے کثرتِ استغفار آج کل بہت مفید ہے۔ چلتے پھرتے دل میں ذکر کرتے رہو۔ دل دل سے ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' کہنے سے بہت فائدہ ہوگا۔''

اس لیے روزانہ بعد نمازِ عصر یا بعد نمازِ مغرب یا چوبیس گھنٹوں میں جس وقت بھی یکسوئی کے ساتھ پڑھنے کا موقع ملے، کم از کم سو مرتبہ استغفار کی تسبیح کرنی چاہیے۔ تاکہ دل گناہوں سے پاک صاف ہو اور ان کے بُرے اثرات سے محفوظ رہے۔

[6] درود شریف کا اہتمام

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں بیعت ہونے والے فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت اور آپ کی عظمت کو پیش نظر رکھ کر درود شریف کی کم از کم ایک تسبیح عشا کی نماز کے بعد سونے سے

www.rahimia.org

پہلے پڑھے۔ چناں چہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

''عشا کی نماز کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، عظمت اور ادب دل میں رکھتے ہوئے درود شریف کی تسبیح کریں۔ اس سے حضوؐر سے محبت بڑھے گی، آپؐ کا قرب حاصل ہوگا، آپؐ کا فیض ملے گا۔ اور درود شریف پڑھنے والوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ گھر میں خیر و برکت آتی ہے۔''

بہتر یہ ہے کہ نماز والا درودِ ابراہیمی پڑھا جائے، ورنہ جو مختصر درود شریف پڑھ سکے، اُسے اپنا معمول بنا لے۔

''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.''

ایک صاحب نے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے پوچھا کہ: ''درود شریف پڑھتے وقت کیا خیال کیا جائے؟'' تو آپؒ نے فرمایا کہ:

''اس طرح گویا حضورﷺ کے روضۂ مبارک پر بیٹھ کر پڑھ رہے ہو اور ایک نور کا فیض اُدھر سے تمھارے قلب میں آ رہا ہے۔''(26)

اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں حضورﷺ کی محبت اور عظمت نصیب فرمائے۔ آمین!

[7] ذکرُ اللہ کا اہتمام

مشائخ رائے پور فرماتے ہیں کہ سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ ہونے والے متعلقین اور متوسلین کو ذکر اللہ کا پورا اہتمام کرنا چاہیے۔ عام متعلقین کو مشائخ کے مقرر کردہ طریقۂ ذکر کے بغیر کلمہ طیبہ ''لا إلٰہ إلا اللّٰہ'' کی تسبیحات پڑھنی چاہئیں۔ اس کی صحیح ترتیب اور طریقہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ یوں بیان فرماتے ہیں:

''کلمہ طیبہ ''لا إلٰہ إلا اللّٰہ'' کی کم از کم تین یا پانچ تسبیحات مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ بغیر طریقۂ ذکر کے تسبیح کے طور پر پڑھیں۔ اس کو اپنے معمول میں شامل کرنا بہت ہی مبارک اور افضل عمل ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے:

سب سے پہلے تین دفعہ درود شریف پڑھ کر اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورۃ الفاتحہ ایک مرتبہ پڑھے۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر سورۃ الإخلاص بارہ مرتبہ پڑھے۔ پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر اللہ سے دعا مانگے کہ اے اللہ! اس تلاوتِ قرآنِ پاک اور دعا کو قبول فرمائیں اور ان کا ثواب سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مشائخ رحمہم اللہ حضرت شاہ عبدالرحیم

www.rahimia.org

رائے پوری، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری (اور حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری) کی ارواحِ طیبات کو ثواب پہنچائیں۔

اس کے بعد تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر پہلی مرتبہ پورا کلمہ طیبہ:

’’لاإلٰہ إلاَّ اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ‘‘

اور مختصر درود شریف ”صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ و ذریاتہٖ اجمعین.“ پڑھے۔

پھر سو مرتبہ ’’لاإلٰہ إلاَّ اللّٰہ‘‘ پڑھتے رہیں۔

اور سوویں دفعہ پورا کلمہ شریف بمع مختصر درود شریف کے پڑھیں۔ پھر دوسری تسبیح کے آخر میں بھی پورا کلمہ پڑھیں۔ اسی طرح جتنی تسبیحات پڑھنی ہوں، پڑھتے جائیں۔

اس کلمہ شریف کے پڑھنے کے وقت آنکھیں بند کر کے زبان پر کلمہ شریف ہو اور خیال میں اس کا مفہوم یعنی معنی کے مقصد کو قائم رکھیں۔ درمیان میں کبھی چند مرتبہ یہ جملہ پڑھ لے: ’’نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے‘‘ اور کبھی یہ کہے: ’’نہیں ہے کوئی مقصود سوائے اللہ کے‘‘ اور کبھی یہ کہے: ’’نہیں ہے کوئی محبت لگانے کے قابل سوائے اللہ کے‘‘۔ (27)

کلمہ طیبہ کا یہ ذکر سلسلۂ عالیہ کے عام متعلقین کے لیے ہے۔ البتہ جو حضرات سلسلۂ عالیہ رحیمیہ کے توسل سے باقاعدہ سلوک طے کرنا چاہیں، تو ایسے متوسلین کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیخ وقت سے باقاعدہ اجازت لے کر مشائخ قادریہ کے مقرر کردہ طریقۂ کار کے مطابق نفی اثبات (لا إلٰہ إلاَّ اللّٰہ) اور اسم ذات (اللّٰہ) کا ذکر کریں۔ ہمارے سلسلے کا یہ ذکر ’’قادریہ مجددیہ‘‘ کے طریقے کے مطابق ہے۔ چناں چہ یہ ذکر پورے مدّ (لآ پر) اور شدّ (إلاَّ اللّٰہ پر) کا لحاظ رکھتے ہوئے کرنا چاہیے۔ چناں چہ ذکر اللہ کے صحیح طریقے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ارشاد فرمایا:

’’لا إلٰہ سے (ذکر) شروع کرنا چاہیے اور إلٰہ پر سکتہ تو ہو، مگر وقف نہ ہو۔ اور إلاَّ اللّٰہ پر اس سے زیادہ فصل (وقف) کیا جائے، جتنا إلٰـــہ پر سکتہ کیا جاتا ہے۔... بزرگوں نے جو طریقۂ (ذکر) مقرر کیا ہے، اسی قاعدے اور طریق سے ذکر کیا جائے تو اس سے جلد نفع ہوتا ہے۔ اور ویسے بھی ذکر کیا جائے تو خالی از نفع نہیں، مگر اس طرح دیر میں اور ادھورا نفع ہوتا ہے۔.. (اور نفع سے) مراد یہ ہے کہ آثارِ ذکر اور انوارات پیدا ہو جائیں۔ ’’آثارِ ذکر‘‘ یعنی انسان کا دل خدا کے سوا غیر کی محبت سے چھوٹ جائے اور کچھ اللہ تعالیٰ سے اُنس پیدا ہو جائے۔ کیوں کہ انسان اُنس سے مشتق ہے۔‘‘ (28)

حضرت اقدس رائے پوری ثانی نے مزید ارشاد فرمایا:

’’کبھی کچھ (ذکر) کیا اور پھر چھوڑ دیا، (اس سے) کچھ بات نہیں بنتی۔ میرا خیال ہے کہ تین چلے

www.rahimia.org

یعنی چار ماہ تو باقاعدہ پابندی سے بلاناغہ پورے اہتمام سے ذکر کرنا چاہیے۔ اور پورا ذکر گیارہ تسبیح نفی اِثبات اور چار ہزار اسمِ ذات ٹھیک شد و مد اور دھیان و اہتمام سے ہے۔... تین چلّے کے بعد پھر یہ ہے کہ اپنا کوئی کام کرنے لگے اور ذکر کا بھی اہتمام رکھے۔ اصل میں خلوص و اصلاح اور تہذیبِ اخلاق کے لیے عشق و محبت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی خلوص، اصلاح اور تہذیبِ اَخلاق نہیں ہوتی اور نفس کا ہی حصہ رہتا ہے۔'' (29)

اور ''لا إلٰہ إلّا اللّٰہ'' کے معنی اور مفہوم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''لامقصودُ'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی سوا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ بس ان صورِ علمیہ (غلط فکر و عادات) کو مٹانا، یہی تو اصل کام ہے۔ ذکر کرو، صحبت اٹھاؤ اور توبہ کرتے جاؤ اور غلط عادتوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ سے کوتاہیوں کی معافی چاہو۔ کچھ نہ کچھ ہو رہے گا۔ اللہ فضل کرنے والا ہے۔'' (30)

نیز حضرت اقدس نے فرمایا:

''یاد رکھو! اصل اس میں اسمِ ذات یعنی ''اللّٰــہ، اللّٰــہ'' کا ذکر ہے۔ اور نفی اِثبات اس کی تائید اور تقویت کے لیے ہے۔... ذکر میں اگر وجد نہ ہو تو بتکلّف وجد کی کیفیت بناؤ۔'' (31)

حضرت اقدس نے مزید فرمایا کہ:

''اللہ کا ذکر ضروری ہے اور ذکر اللہ ایک روشنی ہے، جو انسانوں کو خود اس کے گناہوں کا احساس دلاتی ہے۔ اور انسان اس کی روشنی میں اپنے عیب دیکھتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے۔ توبہ ٹوٹ بھی جاتی ہے، مگر نادم ہوتا ہے۔ اس سے اور (مزید) ترقی ہوتی ہے۔ کیوں کہ اصل ترقی ندامت اور عاجزی میں ہے۔'' (32)

مشائخ رائے پور کے طے کردہ طریقۂ کار کے مطابق ذکر اللہ کرنے سے اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق بہترین ثمرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر اللہ کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

[8] محبت کے ساتھ صحبتِ شیخ

مشائخ رائے پور فرماتے ہیں کہ محبت کے ساتھ شیخ کی صحبت سے انسان اعلیٰ اَخلاق کا خوگر بنتا ہے۔ اس لیے ظاہری اور باطنی فیوضات کے حصول کے لیے اپنے سلسلۂ عالیہ کے مشائخ کی محبت و عظمت دل میں رکھنا ضروری ہے۔ خاص طور پر جس شیخ کے ہاتھ پر بیعتِ توبہ کی ہو، اس کی محبت کے ساتھ صحبت اختیار کرنا ضروری ہے۔ چناں چہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں:

''(غلط عادتوں کو ختم کرنے کے لیے) بس صحبتِ شیخ اور ذکر ضروری ہے۔ صحبت میں رہتے رہتے جو

www.rahimia.org

عیوب معلوم ہوتے ہیں، ان پر تنبیہ کردیا جاتا ہے اور دعا کی جاتی ہے کہ وہ نہ رہیں۔'' (33)

حضرت اقدس رائے پوریؒ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''انسان کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنے اندر اَخلاقِ حمیدہ پیدا کرے اور ذمائم (بُرے اخلاق) سے دور رہے۔ اور یہ چیز ایسے شخص کی صحبت اٹھانے سے حاصل ہوتی ہے، جس کے اَخلاق اور نفس کی اصلاح ہوچکی ہو۔ مگر صحبت میں بھی یہ دو چیزیں شرط ہیں:

(الف) ایک تو شیخ سے محبت ہو اور عناد ہرگز نہ ہو۔

(ب) دوسرے ذکرِ الٰہی ہو۔

ہم سیدھا سادھا یہی سمجھتے ہیں کہ صحبتِ شیخ، جو عناد سے پاک ہو، اس میں جتنی صحبت ہوگی، اتنی ہی ترقی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (مرید میں سچائی اور نیکی کی) طلب بھی جو پیدا ہوتی ہے، وہ شیخ کی طلب سے حصہ ملتا ہے۔ اور (مرید) اَخلاق بھی وہیں اس راستے سے جذب کرتا ہے۔ مگر اپنی استعداد کے موافق جذب کرتا ہے۔ جتنی اس (استعداد) میں کمی، اتنی اس میں کمی۔ اور اصل مقصود تو رضائے الٰہی ہے۔ پس جس شخص سے اُنس ہو، اس کی بلاعناد صحبت اختیار کرو اور کچھ ذکر کا سلسلہ بھی جاری رکھو۔ جتنی کسی کی استعداد ہوگی اور جتنا خدا کو منظور ہوگا، حصہ مل کر رہے گا۔'' (34)

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مزید فرمایا:

''يَآأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (27:89) یہ (نفس مطمئنہ) خدا کے خاص بندوں اور جنتیوں کا نفس ہے۔ پس اپنے ''نفسِ امّارہ'' کو ''مطمئنّہ'' بنانے یا ''امّارہ'' کو اطمینان تک پہنچانے کا راستہ ''سلوک'' کہلاتا ہے۔ اس میں آسان راستہ یہ ہے کہ جس کا نفس مطمئنّہ ہو، اس کی صحبت اختیار کی جائے۔ کیوں کہ یہ (قاعدہ) کلیہ ہے کہ جس آدمی کے پاس بیٹھو گے، اس کے اثرات ضرور آئیں گے۔ تو شیخ کی صحبت کی ضرورت ہوئی۔ اور بیعت کا نفع صحبتِ شیخ کے بغیر نہیں (ہوتا) اور ''تصورِ شیخ'' بھی دراصل محبتِ شیخ ہے۔ ... اگر شرطوں کے موافق شیخ کی صحبت اٹھائی جائے تو طالب پر ضرور اثر پڑے گا۔''(35)

ایک صاحب نے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے دریافت کیا:

''شیخ کے ساتھ کس طرح ادب آداب سے رہے، جس سے مرید کو فائدہ پہنچے؟'' حضرت اقدس رائے پوریؒ نے فرمایا: ''اصل میں اس میں (شیخ سے) محبت ہے۔ محبت خود آداب کی استاذ ہے۔ اور کم از کم یہ ہے کہ جی (دل) میں اعتراض نہ رکھے۔ اور (شیخ کی) مخالفت نہ ہو تو فائدہ حسبِ استعداد پہنچتا ہی ہے۔ دراصل عشق ہی انسان کا آداب میں استاذ ہے۔ ایک پنجابی شاعر نے کہا ہے کہ: ''عشق انسان

کو وہاں پہنچا دیتا ہے، جہاں انسان ویسے نہیں پہنچتا۔''

کسی نے پوچھا کہ ''عشق کیسے پیدا ہوتا ہے؟ فرمایا: ''ذکرِ الٰہی اور نیکوں کی صحبت سے، حسب ِ استعداد عشق و محبت پیدا ہوتی ہے۔'' (36)

چناں چہ اپنے دل میں شیخ سے سچی محبت اور عشق پیدا کرنے سے کامیابی اور استقامت حاصل ہوتی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً شیخ کی صحبت میں جانا اور ان سے استفادہ کرنا، ان کی عظمت اور محبت کا دل پر نقش کرنا بھی دُنیوی اور اُخروی کامیابی کے لیے انتہائی مفید ہے۔ اپنے شیخ کی محبت کے ساتھ ساتھ اپنے سلسلے کے مشائخ کی محبت و عظمت بھی دل میں ہونی چاہیے۔ اور ان مشائخ کی تعلیمات، افکار و نظریات، سیرت و کردار کی اتباع کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

مشائخ رائے پور کو حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرّہٗ کے علوم و معارف اور ان کے طریقۂ فکر و عمل سے بڑا خصوصی تعلق اور عشق تھا۔ اسی لیے ان پر ''ولی اللّٰھی مجدّدی نسبت'' غالب تھی۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اپنی بیماری کی حالت میں بھی ''حجة اللّٰہ البالغہ'' کی سماعت فرماتے تھے۔

آپؒ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

''حکیم صاحب نے اِشراق کے وقت ''حجة اللّٰہ البالغہ'' سنانے کا معمول بنالیا۔ حضرت بڑے شوق سے سنتے تھے اور بے اختیار سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے بعض دفعہ جوش میں اٹھ بیٹھا کرتے تھے۔ کامل تین گھنٹے آپ کتاب سنتے۔'' (37)

اور اسی طرح حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں:

''دل میں کچھ بیان کرنے کی اُمنگ پیدا ہوئی ہے اور یہ مضمون کچھ میرا بھی نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کی تصانیف کے بعض فقروں سے میں نے مستنبط کیا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی صاحبؒ، شاہ صاحبؒ کے کوئی خواہ مخواہ معتقد نہ تھے۔ شاہ صاحب متأخرین میں زبردست علوم کے حامل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر معاملے میں بڑے بڑے علوم عطا فرمائے تھے۔'' (38)

مشائخ رائے پور کے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ولی اللّٰہی سلسلے کے مشائخ کے معمولات اور تعلیمات پر مبنی افکار و نظریات اور ان کی سیرت و کردار سے وابستگی اور عشق پیدا کیا جائے اور یوں دین اسلام کی جامعیت کا پورا فہم و شعور حاصل کر کے اسے اپنی زندگی کا نصب العین اور بنیادی ہدف قرار دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرات مشائخ رائے پور کے معمولات، تعلیمات اور افکار پر صدقِ دل کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ان کے فیوضات و برکات سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ اور دنیا اور آخرت کی فلاح اور کامیابی نصیب فرمائیں۔ آمین!

www.rahimia.org

خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور شریف

ایک منظوم تعارف

از: حضرت مولانا حسین احمد علوی رحمۃ اللہ علیہ

مجاز

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

خانقاہ رائے پور ، اے خان گاہ
مسکنِ مستِ الٰہ و بے پناہ
مردِ حق و خَلق را رَحمت نِگاہ
اَبلہی و رُوبہی اُو را گناہ

علمِ دیں و عشقِ دیں وعقلِ دیں
حَبّــــذا آں مردِ حق مردِ یقیں!
ظلِّ رب بر عالمانِ راسخیں
رہنمائے عدل پرور حاکمیں

دستگیر بے کساں و عاجزاں
تیغ حق بر ظالماں و مفسداں
''زندگی از گرمیٔ ذکر است و بس
حُرّیت از عفّت فکر است و بس''
بہر ایں دو جوہر را داری ہوس
خانقاہ رائے پور بَس است و بس

www.rahimia.org

در جہاں اَسرارِ قرآنِ عظیم
فاش کرد آں قطب دیں ، احمد(۱) حکیم

آں امامِ عصرِ حاضر را بخواں
''المُسوّٰی''، ''حجۃ اللہ'' را بخواں
غوطہ زَن در حُجۃ اللہ بالغہ
سرِّ دیں را نعمۃ اللہ سابغہ

اگر تو خواہی عصر خود را ''مرد حر''
جانشین خانقاہ رائے پور
اے دلِ روشن وفِکر اَرجمند
اُسوۂ محمود(۲) ، اے عزم بلند

دَعوتش آں درس قرآن مبیں
بر طریق رحمۃٌ للعالمینؐ
دعوتش آں دعوت ''روحِ عصرَ''
رَاہرَو بر جادۂ خیر البشرؐ

دعوتش آں غلبۂ دینِ متیں
بر طریق صَحبؓ و سلف صالحین
نیست دُرویشی عجز ''اظہار دیں''
غلبۂ دین متیں ''اظہار دیں''

گر توخواہی شرح ایں مرد زماں
'مردِ حرٗ در ''پس چہ باید''(۳) را بخواں

''سرِ دیں(۴) ما را خبر او را نظر
او درونِ خانہ ، ما بیرونِ در

ما کلیسا دوست ، ما مسجد فروش
او ز دست مصطفیٰؐ پیمانہ نوش
قبلۂ ما گہ کلیسا ، گہ دَیر،
او نخواہد رزقِ خویش از دست غیر

''ما ہمہ عبد فرنگ ، او عبدُہٗ
او نگنجد در جہاں رنگ و بو
''اے سرت گردم ! گُریز از ما چوں تیر
دامن او گیر و بے تابانہ گِیر!

''می نہ روید تخم دل از آب و گل
بے نگاہے از خداوندانِ دل
''صحبت از علمِ کتابی خوشتر است
صحبت مَرداں حر آدم گر است''
سوئے علویؔ کن نظر، اے مرد حر!
جانشین خانقاہِ رائے پور!

حسین احمد علویؔ یکے از متوسلین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور شریف
۳ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ بمطابق 17 اپریل 2002ء

اشاراتِ نظم

(۱) حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرّہٗ مراد ہیں۔
(۲) شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ مراد ہیں۔
(۳) علامہ اقبال کی نظم ''پس چہ باید کرد'' مراد ہے۔
(۴) اس کے بعد کے سات شعر علامہ اقبال کے ہیں۔

www.rahimia.org

حوالہ جات وحواشی

1۔ قصبہ رائے پور میں آباد چوہان راجپوتوں کے مورثِ اعلیٰ ''شری چند'' نے 767ھ/ 1365ء/ 1422 بکرمی میں شاہ شہاب الدین صاحب کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا۔ اور ان کا اسلامی نام ''شیخ چند خان'' رکھا گیا۔ تیمور بادشاہ نے انھیں ''راؤ'' کا خطاب عطا کیا۔ انھوں نے 1378ء میں ''بہٹ'' کا علاقہ خیرات دے کر ''خضرآباد'' خریدا اور وہاں آباد ہوگئے۔ راؤ شیخ چند خاں کے بیٹوں میں راؤ حطیم خاں نے 1523ء میں ''رائے پور'' آباد کیا اور ان کی اولاد گزشتہ پانچ سو سال سے اس قصبے میں آباد ہے۔ (دیکھئے! شجرۂ نسب اہالیان قصبہ رائے پور (قلمی)۔ ص: 6-5)

2۔ تذکرۃ الرشید، تصنیف: مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ۔ ج: 02۔ ص: 155۔ طبع: مکتبہ مدنیہ، لاہور۔

3۔ تذکرۃ الخلیل، تصنیف: مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ۔ ص 337۔ طبع: سہارنپور۔

4۔ قصیدہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ۔ مطبوعہ: ماہنامہ ''القاسم'' دیوبند، بابت ماہ ذی القعدہ 1338ھ۔

5۔ مسدّسِ مالٹا، مرثیہ از شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہٗ۔ مسدس نمبر: 38۔

6۔ ''دردِ دل''، مرثیہ از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔ مطبوعہ: مطبع قاسمی، دیوبند، انڈیا۔

7۔ مسدّسِ مالٹا، مرثیہ از شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہٗ۔ مسدس نمبر: 30، 31، 32۔

8۔ مختصر تاریخ دارالعلوم دیوبند از حضرت قاری محمد طیب قدس سرہٗ۔ ص: 24۔ مطبوعہ: کراچی۔

9۔ نقشِ دوام۔ از مولانا محمد انظر شاہ کشمیریؒ۔ ص: 206۔ طبع: دیوبند۔

10۔ سوانح شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، تصنیف: مولانا ابوالحسن علی ندویؒ۔ ص 290۔ مطبوعہ: کراچی۔

11۔ ارشادات شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مرتبہ: مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ۔ ص: 101۔ مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، لاہور۔

12۔ ایضاً۔ ص: 99۔

13۔ ایضاً۔ ص: 166۔

14۔ ایضاً۔ ص: 131۔

15۔ ایضاً۔ ص: 73-172۔

16۔ ایضاً۔ ص: 131۔

17۔ ایضاً۔

18۔ ایضاً۔ ص: 262۔

19۔ انفاسِ رحیمیہ (مکتوبات امام عبدالرحیم دہلویؒ) ص 27، طبع مجتبائی، دہلی 1333ھ/ 1915ء۔

20۔ ارشادات حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ۔ تعلیم السلوک (قلمی)۔

21۔ رواہ البخاری۔ حدیث نمبر: 3892۔

22۔ ارشادات حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ۔ تعلیم السلوک (قلمی)۔

23۔ مجلس: رمضان المبارک 1402ھ/ 1982ء۔ بمقام: مری۔

24۔ ملفوظ حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ۔ تحریر: مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ۔

www.rahimia.org

25۔ ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری۔ ص:112۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور۔
26۔ ایضاً۔ ص:141۔
27۔ ارشادات حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ۔ تعلیم السلوک (قلمی)۔
28۔ ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری۔ ص:172۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور۔
29۔ ایضاً۔ ص:150۔
30۔ ایضاً۔ ص:267۔
31۔ ایضاً۔ ص:7-106۔
32۔ ایضاً۔ ص:266۔
33۔ ایضاً۔ ص:266۔
34۔ ایضاً۔ ص:26-125۔
35۔ ایضاً۔ ص:246، 248۔
36۔ ایضاً۔ ص:227
37۔ تذکرۃ الخلیل۔ ص:249۔ مطبوعہ: کتب خانہ یحیویہ، سہارن پور۔
38۔ ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ۔ ص:93۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور۔

☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی جامعیت

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرات اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارہم کے جامع فکر و عمل اور ہمہ جہتی کردار نے گزشتہ دور کے مشائخ عظام کی یاد تازہ کردی۔ ان حضرات نے زوال کے دور میں دین اسلام کی سربلندی کے لیے ایسا تجدیدی کردار ادا کیا، جس سے ہزارۂ دوم میں دین کے غلبے کا شعور پیدا ہوا۔ اور یوں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شروع کیے ہوئے تجدید کام کو اِن حضرات نے بڑی جاں فشانی کے ساتھ اگلے دور میں منتقل کیا۔

ان حضرات نے دین اسلام کے تینوں شعبوں شریعت، طریقت اور سیاست میں بڑی مہارت کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بظاہر خانقاہ کے ایک گوشے میں بیٹھ کر بلندتر سیاسی شعور اور دینی فہم و بصیرت کے ساتھ تمام معاملات میں رہنمائی اور سرپرستی کرنا، مشائخ رائے پور کا ایسا امتیازی وصف او رخصوصیت ہے، جس کی نظیر ماضی قریب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

(سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور؛ مختصر تعارُف، تسلسل، خصوصیات اور معمولات۔ ص:98-97)

www.rahimia.org

QUARTERLY
Shauor o Aaghi

July-september 2012 Issu# 3 Vol.04 Regd.# 370-S

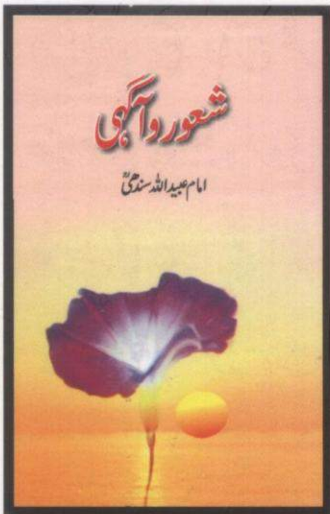

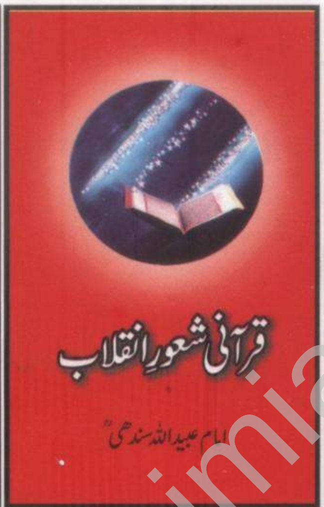

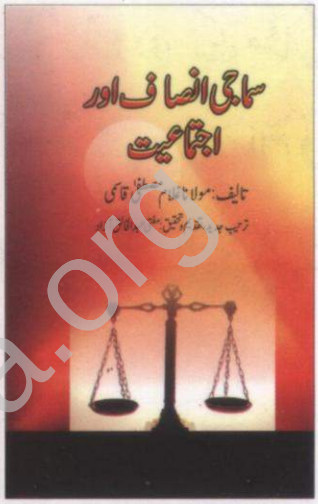

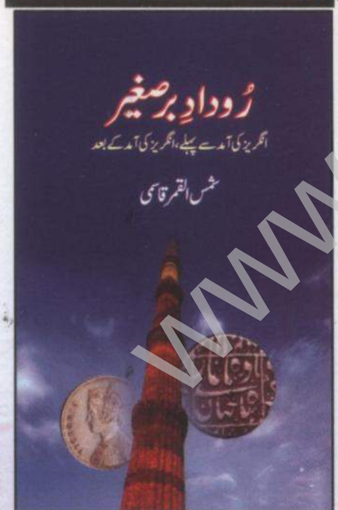

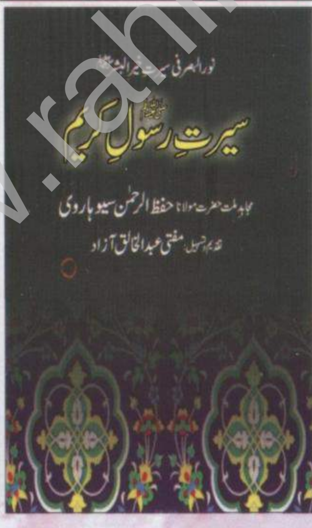

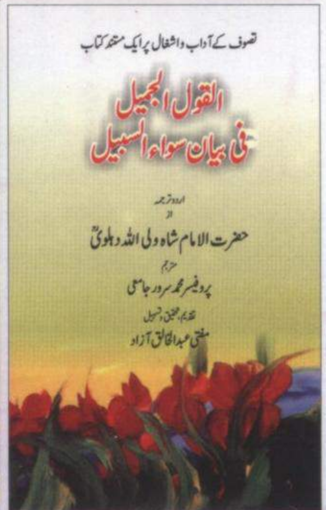

رحیمیہ مطبوعات

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ، شاہراہِ فاطمہ جناح، لاہور

092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

Email: info@ rahimia.org

www.rahimia.org